بیت الاحزان

مصنف

محدث اکبر شیخ عباس قمیؒ
(صاحب مفاتیح الجنان)

حسن علی بک ڈپو
بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی۔ فون: ۲۴۳۳۰۵۵
E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com

کتاب .... بیت الاحزان

تالیف .... شیخ عباس قمیؒ

ترجمہ .... محمد حسن جعفری

تصحیح .... سید فیضیاب علی

طبع اول ۲۰۰۳ء

فہرست



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ
مزرع تسلیم را حاصل بتولؑ

علامہ اقبالؒ

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مشہور حدیث ہے "فَاطِمَةُ بَضعَةُ مِنّیْ" فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اسلامی شخصیات میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ آپ جان رسالت، محور تطہیر اور شریک مباہلہ ہیں۔ آپ کی عظمت وعصمت کی گواہی قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں متعدد مقامات پر دی گئی ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذات والاصفات پر علمائے اسلام نے ہر دور میں کتابیں تالیف کی ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ ان خوش نصیب مؤلفین میں محدث اکبر شیخ عباس قمیؒ بھی شامل ہیں آپ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور بالخصوص ان کے مصائب پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام انہوں نے "بیت الاحزان" رکھا۔

یہ کتاب حضرت سیدہ کی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ تو ہرگز نہیں کرتی مگر اس کے باوجود نہایت عمدہ واعلیٰ کتاب ہے۔ ہم اس عظیم المرتبت کتاب کا ترجمہ اسی نام سے اپنے قارئین کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کو متاثر کرے گی۔

اس کتاب کے ترجمے کے لئے ہم محترم جناب محمد حسن جعفری صاحب دامت توفیقاتہ کے بے حد ممنون ہیں اور خداوند تعالیٰ سے اس خدمت کی قبولیت کی درخواست کرتے ہیں۔

ہم حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا اور ان کے والد محترم سید الانبیاءؐ اور ان کے شوہر نامدار سید الاوصیاء اور ان کے مرج البحرین یلتقیان کے دونوں موتیوں کی نگاہ شفقت کے طلب گار اور فرزند زہراؑ حضرت بقیہ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نظر عنایت کے خواستگار ہیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب.

مقدمہ

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے اسلام میں ہمیں ایسی بہت سی شخصیات دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے اپنے پربرکت آثار سے ایک جہان کو متاثر کیا ہے اور لوگ ان کے آثار باقیہ سے مستفید ہورہے ہیں۔ یہ معنوی برکات ان بزرگوار افراد کے اخلاص کی دلیل ہیں۔

ایسے ہی بزرگ افراد میں عالم بزرگوار شیخ عباس قمیؒ قدس سرہ کا نام لیا جاسکتا ہے کہ ہم سب ان کے آثار باقیہ سے واقف ہیں۔

آپ جہاں علم حدیث کی باریکیوں سے مکمل آگاہ تھے وہاں آپ مملکت قلم کے بھی سربراہ تھے۔ ان کے دل میں اخلاص اور اہل بیت کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں کو قبولیت عامہ کی سند عطا فرمائی۔ آج تمام عام وخاص ان کی کتابوں سے یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کے لئے دعاگو رہتے ہیں۔

آپ کی جملہ تالیفات ولایت اہل بیت اور احیائے نام وتاریخ وسیرت وسنتِ آل محمدؐ سے لبریز ہیں اور آپ کی تمام تالیفات سے عشق آل محمدؐ جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کی عظیم المرتبت کتابوں میں ایک کتاب ''بیت الاحزان'' ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت

سیدہ سلام اللہ علیہا کی زندگی کے وہ دکھ درد اور مصائب بیان کئے ہیں جو انہیں اپنے والد ماجدؐ کی وفات کے بعد جھیلنے پڑے تھے اور اس کے علاوہ انہوں نے حضرت سیدہ کے فضائل وکرامات بھی اس کتاب میں بیان فرمائے ہیں۔

اس کتاب کا فارسی ترجمہ دانشمند محترم جناب مستطاب حجۃ الاسلام آقای اشتہاردی (دامت تائیداته) نے کیا ہے محترم مترجم ایک تجربہ کار اہل قلم ہیں انہوں نے اس سے قبل بھی بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور تفسیر نمونہ میں بھی وہ ہمارے ساتھ شانہ بشانہ شریک رہے ہیں۔ چنانچہ موصوف نے اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے تاکہ فارسی داں حلقے جو کہ عربی سے نابلد ہیں وہ بھی اس کتاب سے یکساں فائدہ حاصل کرسکیں۔

اگرچہ پوری کتاب کا ترجمہ تو نہیں پڑھ سکا مگر مؤلف کتاب کی عظمت سے واقف ہوں اور مترجم کتاب کی وجہ سے میں مطمئن ہوں اور امید کرتا ہوں کہ محبان آل محمدؑ اسلام کی اس باعظمت خاتون کے مقام وعظمتوں سے آشنائی پیدا کریں گے اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی پیروی کر کے اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کریں گے۔ والسلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین۔

ناصر مکارم شیرازی

قم۔ حوزہ علمیہ

محدث قمیؒ ایک نظر میں

یہ کتاب مرحوم محقق مخلص ومحدث اکبر شیخ عباس قمیؒ صاحبِ **مفاتیح الجنان** کی کتاب **بیت الاحزان فی ذکر احوالات سیدة النساء العالمین فاطمة الزهرا سلام اللّٰہ علیھا** کا ترجمہ ہے۔

یہ کتاب ۱۳۶۳ھ میں قطع وزیری میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے مؤلف ایک متبحر عالم ربانی تھے۔ ان کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں اور ایسا کون سا گھر ہے جس میں ان کی کتاب مفاتیح الجنان موجود نہ ہو؟

آپ نے اپنی تمام زندگی علوم اسلامی کی تحقیق وتالیف میں صرف کی اور آپ نے اپنے قلم کو بانیان اسلام اور رہنمایان ملت کے تعارف کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کو محدث اکبر اور خاتم المحدثین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ نے ۱۲۹۴ھ میں آنکھیں کھولیں یعنی آپ آج سے ٹھیک ایک سو سولہ سال قبل (اور اردو ترجمہ کے لحاظ سے ایک سو اٹھائیس سال قبل) شہر قم میں پیدا ہوئے اور آپ نے پینسٹھ برس کی عمر میں ۱۳۵۹ھ کو ۲۳ر ذی الحجہ کی نصف شب کے بعد نجف اشرف میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مبارک امیر المؤمنینؑ کے مرقد مطہر کے ایوان سوم کے مشرقی طرف واقع ہے۔ آپ کی قبر کے ساتھ ہی آپ کے استاد آیت اللہ محدث نوری کی قبر ہے۔

آپ نے تمام ابتدائی مقدماتی علوم قم ہی میں حاصل کئے پھر ۱۳۱۶ھ میں مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے نجف اشرف چلے گئے۔ جہاں اپنے وقت کے بزرگ اور جید علمائے دین سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی شخصیت کی تعمیر میں آیت اللہ محدث مرزا حسین نوری اعلیٰ اللہ مقامہ نے اہم ترین کردار ادا کیا۔

شیخ عباس قمیؒ اپنا زیادہ وقت محدث نوری کے ہاں بسر کرتے تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان کی کتابوں کی تحقیق کرتے تھے اور ان کی کتابوں کو نقل کیا کرتے تھے۔

جوانی میں ہی نبوغ درروایت اور مطالعہ کا عشق آپ کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپ اپنی جوانی کے ایام میں ہی پرہیزگاری میں مشہور و معروف تھے۔قسام ازل نے آپ کی فطرت میں تحقیق اور محبت آل محمدؐ کا جوہر ودیعت کردیا تھا۔آپ کو نشر احکام اور اسلامی حقائق کے بیان کرنے اور انہیں لکھنے کا بے حد شوق تھا اسی لئے آپ مختلف شہروں میں جاتے اور وہاں دروس دیتے اور کتابیں لکھا کرتے تھے۔آیت اللہ شیخ بزرگ تہرانی (صاحب کتاب الذریعہ) اور شیخ عباس قمیؒ دونوں بزرگوار نجف اشرف میں ایک ہی کمرے میں رہتے تھے۔ چنانچہ شیخ بزرگ تہرانی ان کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

میں شیخ قمیؒ سے تین برس قبل نجف اشرف گیا تھا اور ان سے دو برس قبل محدث نوری کے درس سے وابستہ ہوا تھا۔ پھر شیخ عباس قمیؒ بھی نجف اشرف آ گئے اور میں ان سے اتنا متاثر ہوا کہ تمام علماء کی بہ نسبت مجھے ان سے زیادہ انس ہوگیا۔ ہم ایک عرصہ تک ایک ہی کمرے میں رہائش پذیر رہے اور میں نے اس تمام عرصہ میں انہیں ایک کامل انسان، دانش مند اور فاضل شخص پایا۔ بلاشبہ آپ صحیح معنوں میں پرہیزگار، متواضع، خوش اخلاق، پارسا اور سلیم النفس تھے۔

۱۳۲۲ھ میں آپ نے ایران مراجعت فرمائی اور وہاں اسلامی کتب کی تالیف وتصنیف میں مصروف ہوگئے۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ نے مشہد مقدس میں رہائش اختیار کرلی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ہمسائیگی میں بیٹھ کر اپنی تالیفات کو جاری رکھا۔

آپ کو تالیف وتصنیف سے اس قدر شوق تھا کہ دنیا کی کوئی بھی مصروفیت انہیں اس کام سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ جب آپ تیسرا حج کرکے قم آئے تو قم کے علماء نے ان سے درخواست کی کہ وہ حوزہ علمیہ قم کے لئے ہی اپنی خدمات مخصوص کردیں اور حوزہ علمیہ کی سربلندی کے لئے کام کریں تو آپ نے علمائے قم کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے اصرار پر قم میں ہی رہائش اختیار کرلی۔

آپ قم میں آیت اللہ عبدالکریم حائری کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے قریبی ساتھی تھے۔ آپ کو آیت اللہ حائری کے مخلص اور باوفا دوستوں میں شمار کیا جاتا تھا۔[1]

۲۔ تالیفات محدث قمیؒ

خداوندعالم نے محدث قمیؒ کو تالیف وتصنیف اور ترجمہ کا خصوصی ملکہ عطافرمایا تھا اور آپ کے متعلق یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپ نے اپنے قلم رسا کے ذریعہ سے ایک میراث فرہنگی کی بنیاد قائم کی۔ آپ کی تالیفات کی تعداد تریسٹھ تک بیان کی جاتی ہے اور واضح رہے کہ ان میں سے کچھ کتابیں کئیجلدوں پر مشتمل ہیں۔ ہم یہاں چند کتابوں کا ذکرکرتے ہیں:

۱۔ الانوار البہیہ
۲۔ مفاتیح الجنان
۳۔ منتہی الآمال (۲ جلد)
۴۔ تتمۃ المنتہیٰ
۵۔ سفینۃ البحار (۲ جلد)
۶۔ الکنیٰ والالقاب (۳ جلد)
۷۔ کحل البصر
۸۔ تحفۃ الاحباب
۹۔ فوائد الرضویہ
۱۰۔ ذخیرۃ العقبیٰ
۱۱۔ ذخیرۃ الابرار
۱۲۔ سبیل الرشاد
۱۳۔ نفس المھموم
۱۴۔ ترجمہ مصباح المتہجد شیخ طوسیؒ
۱۵۔ بیت الاحزان۔ یہ کتاب مؤلف کی وفات کے بعد طبع ہوئی۔

۱۔ طبقات اعلام الشیعہ جلد سوم صفحہ ۹۹۸۔ الکنیٰ والالقاب جلد سوم صفحہ ۲۹۷ تا ۳۱۳

آپ کی باقی کتابوں کے نام ان کی کتاب الکنی والالقاب جلد سوم میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

کتاب ہذا ایک محکم اسلوب کی حامل ہے اور اس میں مؤلف نے حضرت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے فضائل ومصائب بیان کئے ہیں۔ ہم نے اس کتاب کا عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے تاکہ ہمارے قارئین جوکہ عربی زبان واقفیت نہیں رکھتے وہ بھی حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی شخصیت سے یک گونہ آشنائی حاصل کرسکیں۔ خاص طور پر خواتین اسلام سے گزارش ہے کہ وہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی زندگی کا خصوصی مطالعہ فرمائیں اور ان کی سیرت کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں تاکہ اس ذریعہ سے دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کرسکیں۔

یہاں یہ عرض کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم نے کتاب کا حرف بحرف ترجمہ نہیں کیا۔اس ترجمہ کو آزاد ترجمہ سمجھنا چاہئے۔بعض مقامات پر ہم نے افہام وتفہیم کی خاطر اپنی طرف سے بھی تصرف کیا ہے۔البتہ ہم نے اپنے تصرف کو وادین میں لکھ دیا ہے۔

میں آخر میں استاد معظم حضرت آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری درخواست پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے اور ویسے بھی میرے ہاتھ میں آپ نے ہی قلم دیا ہے۔

والسلام

محمد محمدی اشتہاردی

حوزہ علمیہ قم

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر قسم کی حمد و ستائش خدا وند عالم کے لئے مخصوص ہے اور درود وسلام ہو پیغمبر رحمت حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کے خاندان پر جو کہ تمام انسانوں کے رہبر ہیں۔

یہ کتاب حضرت سیدۃ النساء العالمین اور ام امامانِ المعصومین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی مختصر سوانح حیات ہے۔ اس کتاب کے چار حصے ہیں اور ہر حصے میں کئی عنوان ہیں۔

پہلا حصہ: حضرت سیدہؑ کی ولادت باسعادت، آپؑ کے اسمائے مبارکہ اور ان کی وجہ تسمیہ پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ: حضرت سیدہؑ کے فضائل اور اخلاقی کمالات اور شادی کی تفصیل پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ: رسول خداؐ کی رحلت کے بعد آپ کو جن مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا اور آپ کے عظیم خطبات اور اس سے متعلقہ مطالب پر مشتمل ہے۔

چوتھا حصہ: رسول خداؐ پر آپ کا گریہ وبکاء اور آپ کی زندگی کے آخری لحات اور آپ کی اپنے شوہر حضرت علیؑ کو وصیت جیسے امور پر مشتمل ہے۔

عباس بن محمد رضا (عفی عنہما)

حصہ اول

حضرت زہراؑ کی ولادت باسعادت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اعلان نبوت کے پانچویں برس جبکہ رسول خداؐ کی عمر مبارک پینتالیس برس تھی، پیدا ہوئیں۔ آپ نے سرزمین مکہ میں آنکھیں کھولیں۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ جب رسول خداؐ اپنے ایک سفر معراج کے دوران آسمانوں پر تشریف لے گئے تو انہوں نے جنت میں تازہ خرمے اور بہشتی سیب تناول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے غذائے جنت کو صلب پیغمبرؐ میں نطفہ کی صورت میں تبدیل کردیا۔ اور جب آنحضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے حضرت خدیجہؑ سے مقاربت کی اور اسی طرح سے فاطمہؑ کا نور رحم خدیجہؑ میں منتقل ہوگیا۔ اسی وجہ سے حضرت فاطمہؑ ''حوراء انسیہ'' ہیں یعنی شکل انسانی میں ہوتے ہوئے اور زمین پر رہتے ہوئے بھی جنت کی حور ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام کو خوشبوئے جنت کا اشتیاق ہوتا تھا تو آپ حضرت سیدہ کے جسم اطہر سے خوشبوئے جنت سونگھا کرتے تھے اور ان کے وجود سے آپ کو درخت طوبیٰ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ اپنی شہزادی کو زیادہ چوما کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ بعض ازواج پیغمبر کو آپ کا یہ فعل ناگوار گزرا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو ہجرت سے چھ ماہ قبل معراج ہوئی تھی اور ایک قول کے مطابق آپؐ کو اعلان نبوت کے دوسرے سال معراج ہوئی تھی تو اس صورت میں معراج سے واپسی کے بعد مقاربت کی روایت کیسے درست ہوسکتی ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کو معراج صرف ایک مرتبہ ہی نصیب نہیں ہوئی تھی اگر بالفرض آپ کو ایک بار معراج نصیب ہوئی ہوتی تو پھر یہ اعتراض درست قرار پاتا۔ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ کو ایک سو بیس مرتبہ معراج ہوئی اور ہر سفر معراج میں خداوند عالم نے انہیں تمام فرائض واحکام اور علیؑ اور ان کے بعد کے ائمہ کی ولایت وامامت کی تلقین فرمائی۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت سیدہؑ کی ولادت کی داستان بحار الانوار میں یوں تحریر فرمائی۔

ایک دن حضرت پیغمبر سرزمین ابطح میں(مکہ ومنیٰ کے درمیان) تشریف فرما تھے اور حضرت علیؑ، عباسؓ، حمزہؓ، عمار یاسرؓ منذر بن ضحفاح اور حضرات ابوبکر وعمر بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ اسی اثناء میں جبرئیل امین اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے اس وقت ان کے پر مشرق ومغرب پر محیط تھے اور انہوں نے آواز دے کرکہا:

''محمدؐ! خداوندعالم آپ پر سلام بھیجتا ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ آپ چالیس دنوں کے لئے خدیجہؑ سے الگ ہوجائیں''۔

خداوند تعالیٰ کا یہ حکم پیغمبر اسلام کے لئے انتہائی گراں تھا کیونکہ آپ حضرت خدیجہؑ سے بے حد محبت کرتے تھے(لیکن حکم خدا ہر چیز پر مقدم اور واجب الاطاعت ہے) اس حکم کے بعد آپؐ چالیس دنوں کے لئے حضرت خدیجہؑ سے الگ ہوگئے۔آپؐ ان ایام میں دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے جیسے ہی آنحضرتؐ کو یہ حکم دیا تو آپؐ نے عمار یاسرؓ کو حضرت خدیجہؑ کے پاس روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ کہ تم خدیجہؑ تک میرا یہ پیغام پہنچاؤ۔

''خدیجہؑ! تم یہ ہرگز گمان نہ کرنا کہ میں تم سے بے اعتنائی اور بے مروتی کرتے

ہوئے جدا ہو رہا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے تا کہ وہ اس ذریعے سے اپنا فیصلہ صادر کرے اور اس جدائی میں بھی خیر و سعادت کے علاوہ اور کسی چیز کا گمان نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ روزانہ کئی بار فرشتوں کی بزم میں تمہاری وجہ سے فخر و مباہات کرتا ہے۔ لہٰذا تم شام ہوتے ہی دروازے بند کرلیا کرو اور اپنے بستر میں آرام کرو۔ تمہیں معلوم رہے کہ میں جدائی کے ایام فاطمہؓ بنت اسد کے گھر میں بسر کروں گا''۔

حضرت خدیجہؓ نے جدائی کے یہ دن بڑے کرب واذیت سے بسر کیئے۔ جب چالیس دن پورے ہوگئے تو جبرئیل امین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''خداوندعالم آپ پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ خدائی ہدیہ کے لئے آمادہ ہوجائیں''۔

پیغمبر اسلام نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہ تحفہ و ہدیہ کیا ہے؟

جبرئیلؑ امین نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اسی اثناء میں حضرت میکائیلؑ آسمان سے نازل ہوئے اور ان کے ہاتھوں میں ایک تھال تھا جو کہ جنت کے سندس یا استبرق سے ڈھکا ہوا تھا۔ انہوں نے وہ تھال آنحضرتؐ کے سامنے رکھ دیا۔

جبرئیلؑ امین نے قریب ہوکر عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آج آپ اس غذا سے روزہ افطار کریں''۔

حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں آنحضرتؐ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ جیسے ہی افطار کا وقت ہوتا تو آپ مجھے حکم دیتے کہ میں گھر کا دروازہ کھول دوں تا کہ جو کوئی بھی گھر میں آنے کا خواہش مند ہو وہ آسکے (اور آپ کے ساتھ کھانا کھاسکے) لیکن اس رات آپ نے مجھے دروازے کے کنارے پر کھڑا کر کے فرمایا:

''فرزند ابوطالب! یہ طعام میرے علاوہ باقی لوگوں کے لئے حرام ہے''۔

میں گھر کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور رسول خداؐ اکیلے ہی گھر میں تشریف فرما

ہوئے۔ آپ نے اس تھال سے سرپوش ہٹایا تو اس میں ایک خوشہ خرما اور ایک خوشہ انگور کو ملاحظہ فرمایا۔ آپ نے اسے تناول کیا یہاں تک کہ آپؐ سیر ہوگئے اور آپؐ نے پانی پیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ صاف کرنے کے لئے اپنے ہاتھ دراز کئے ۔ جبرئیلؑ امین نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، میکائیلؑ نے ہاتھ دھلائے اور اسرافیلؑ نے رومال سے آپ کے ہاتھ خشک کئے۔ باقی ماندہ غذا برتن سمیت آسمان کی طرف چلی گئی۔

پھر آپؐ نماز کے لئے اٹھے۔

جبرائیلؑ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا:

''اس وقت آپ کے لئے نماز پڑھنا حرام ہے آپ فی الفور خدیجہؑ کے پاس جائیں اور ان سے مقاربت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے عہد کیا ہے کہ اس شب میں آپ کے صلب سے پاک اولاد کا بندوبست کرے گا۔ چنانچہ چالیس دن کی جدائی کے بعد آنحضرت خدیجہؑ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت خدیجہؑ کی زبانی اس شب کی روداد

حضرت خدیجہؑ سلام اللہ علیہا کا بیان ہے کہ میں اس مدت میں تنہائی سے مایوس ہوگئی تھی، روزانہ اپنے سر کو ڈھانپ لیتی، اپنے کمرے کے پردے پھیلا دیتی تھی، دروازہ بند کر کے نماز پڑھ کر چراغ بجھا دیا کرتی تھی اور پھر اپنے بستر پر سو جاتی تھی۔ اس رات میں نہ تو پوری نیند میں تھی اور نہ ہی پوری طرح بیدار تھی کہ اچانک پیغمبر اکرمؐ آئے اور آپ نے دروازے پر دستک دی۔

میں نے کہا: ''دستک دینے والا کون ہے؟ اس دروازے کو محمدؐ کے علاوہ کوئی نہیں کھٹکھٹاتا۔''

رسول خداؐ نے شیریں لہجہ میں فرمایا: ''خدیجہؑ دروازہ کھولو۔ میں محمدؐ ہوں''۔

میں یہ آواز سن کر خوشی خوشی اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔ آنحضرتؐ کا گھر میں معمول تھا

کہ آپ جب بھی گھر میں تشریف لاتے تو پانی طلب کر کے وضو کیا کرتے تھے اور دو مختصر رکعات پڑھتے تھے اور پھر بستر پر آرام کیا کرتے تھے۔ لیکن اس رات نہ تو آپ نے پانی طلب کیا اور نہ ہی نماز ادا کی بلکہ آپ نے میرا بازو پکڑا اور اپنے بستر پر لے گئے۔ جب آپ مقاربت سے فارغ ہوئے اور ابھی آپ مجھ سے دور بھی نہیں ہوئے تھے کہ میں نے نور فاطمہ کو اپنے رحم میں موجود پایا اور حمل کا وزن میں نے محسوس کیا۔

قول مؤلف

آنحضرتؐ کی چالیس دن کی علیحدگی اللہ کے ہدیہ وتحفہ کی آمادگی کے لئے تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ کی شکل میں اپنا ہدیہ عطا فرمایا۔ اسی لئے حضرت زہراؑ کی زیارت میں یہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں۔

وَصَلِّ عَلَى الْبَتُولِ الطَّاهِرَةِ............ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِکَ وَبِضْعَةِ لَحْمِهِ وَصَمِيمِ قَلْبِهِ وَفِلْذَةِ كَبِدِهِ وَالنُّخْبَةِ مِنْکَ لَهُ وَالتُّحْفَةِ خَصَصْتَ بِهَا وَصِيَّهُ.

خدایا! بتولؑ پاک پر درود بھیج .... فاطمہ زہراؑ پر جو کہ تیرے رسول کی بیٹی اور ان کی پارہ تن اور ان کا سکون قلب ہیں اور تیری طرف سے جو منتخب ہیں اور جو تیرا وہ تحفہ ہیں جس کے لئے تو نے رسول خدا کے وصی کو مخصوص کیا۔

حضرت زہراؑ کے استقرار نور کے لئے خدا کی طرف سے یہ خصوصی اہتمام حضرت زہرا کے مقام عظمت کی بہترین دلیل ہے جسے الفاظ سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور شاید خرما اور انگور بہشتی میں یہ راز مضمر ہو کہ دونوں میوے انتہائی بابرکت اور زیادہ فائدہ مند ہیں اور دوسری حکمت یہ ہے کہ مذکورہ دونوں میوے تخلیق آدم کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اس سے قدرت کی طرف سے نسل زہراؑ کی کثرت کا اظہار کرنا مقصود ہو۔ ہم مناسب موقع پر اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

روایت بالا میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیلؑ امین نے خدمت پیغمبرؐ میں عرض کی تھی کہ اس وقت آپ پر نماز پڑھنا حرام ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس سے نافلہ اور مستحبی نماز مراد ہے اور واجب نماز مراد نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ افطار سے قبل واجب نماز کو ادا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ولادت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا

شیخ صدوقؒ نے کتاب امالی میں اپنی سند سے مفضل بن عمر سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا:

''فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت کیسے ہوئی تھی؟''

آپؑ نے جواب میں فرمایا: ''جب حضرت خدیجہؑ نے حضورؐ سے عقد کیا تو زنان مکہ نے (ازرائے حسد وعناد) ان سے دوری اختیار کرلی تھی۔ وہ حضرت خدیجہؑ کے گھر نہیں جاتی تھیں، انہیں سلام نہیں کرتی تھیں اور کسی دوسری عورت کو بھی حضرت خدیجہؑ سے ملاقات نہ کرنے دیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہؑ ان کے اس رویہ کی وجہ سے پریشان رہتی تھیں اور انہیں ہر وقت رسول خدا کے متعلق فکر ستائے رہتی تھی کہ لوگ انہیں کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ جب حضرت فاطمہؑ نے رحم مادر میں قرار پکڑا تو آپ رحم میں رہ کر اپنی والدہ سے باتیں کرتی تھیں اور انہیں تسلی دیا کرتی تھیں۔ خدیجہؑ اس بات کو پیغمبر سے مخفی رکھتی تھیں کہ ایک دن رسول خداؐ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے سنا کہ خدیجہؑ فاطمہؑ سے محو گفتگو تھیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم کس سے باتیں کررہی تھیں؟ خدیجہؑ نے عرض کیا کہ جو بچہ میرے رحم میں ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور وہ میرا مونس ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے اور وہ مجھے خبر دے رہا ہے کہ تمہارے رحم کا بچہ بیٹا نہیں بیٹی ہے اور وہ بابرکت نسل ہے۔ عنقریب خداوندعالم میری نسل کو اس سے جاری

کرے گا، اس کی نسل سے امام پیدا ہوں گے اور وحی کے ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں خلفاء اور میرے جانشین قرار دے گا۔

حضرت خدیجہؑ اس طرح سے ایام حمل بسر کرتی رہیں یہاں تک کہ حضرت فاطمہؑ کی ولادت باسعادت کا وقت نزدیک آ گیا۔ حضرت خدیجہؑ نے زنان قریش وزنان بنی ہاشم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ آئیں اور وضع حمل کے لئے میری مدد کریں جیسا کہ عورتیں ان لمحات میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں۔

اس کے جواب میں قریش اور بنی ہاشم کی عورتوں نے پیغام بھیجا کہ تم نے ہماری بات نہیں مانی تھی اور ہماری بات کو ٹھکرا کر ابوطالب کے یتیم بھتیجے محمدؐ سے شادی کر لی تھی جو کہ غریب شخص تھا۔ (ہمیں اس بات کا دکھ ہے) اسی لئے ہم تمہارے پاس آنے کے لئے اور تمہاری مدد کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

زنان قریش کا یہ جواب سن کر خدیجہؑ بہت غمگین ہوئیں کہ اسی اثناء میں اچانک خدیجہؑ نے دیکھا چار خواتین ان کے گھر میں داخل ہوئی جن کی رنگت گندمی تھی اور بنی ہاشم کی عورتوں جیسی دکھائی دیتی تھیں۔

ان عورتوں کو دیکھ کر خدیجہؑ گھبرائیں تو ان میں سے ایک خاتون نے کہا: ''خدیجہؑ پریشان نہ ہو۔ ہم خدا کی طرف سے تمہارے پاس آئی ہیں اور ہم تمہاری بہنیں ہیں۔ میں سارہ (زوجہ ابراہیم خلیلؑ) ہوں اور یہ آسیہؑ بنت مزاحم ہیں جو کہ جنت میں تمہاری ہم نشین ہونگی اور ایک مریمؑ بنت عمران ہیں اور ایک حضرت موسیٰؑ کی بہن کلثومؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ وضع حمل کے لئے ہم تمہاری مدد کریں۔''

پھر ان میں سے ایک خاتون خدیجہؑ کے دائیں طرف بیٹھ گئیں، دوسری ان کے بائیں طرف، تیسری سامنے اور چوتھی پشت کی طرف سے بیٹھ گئیں۔ پھر حضرت فاطمہؑ پاک و پاکیزہ صورت میں دنیا میں آئیں۔ جیسے ہی ان کا قدم مبارک زمین پر آیا تو ان کے وجود سے

عظیم الشان نور ظاہر ہوا جس سے مکہ کے تمام گھر چمک اٹھے اور مشرق ومغرب میں کوئی جگہ ایسی نہ بچی جہاں ان کا نور نہ چمکا ہو۔ اس موقع پر جنت سے دس حوریں آئیں کہ ہر حور کے ہاتھ میں جنت کا ایک طشت اور آب کوثر سے بھرا ہوا آفتابہ تھا۔

جو خاتون حضرت خدیجہؑ کے سامنے بیٹھی تھیں انہوں نے حضرت فاطمہؑ کو اٹھایا اور آب کوثر سے انہیں غسل دیا اور پھر دو سفید کپڑے نکالے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید اور مُشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھے۔ ایک کپڑا حضرت فاطمہؑ کے جسم پر لپیٹ دیا اور دوسرے کپڑے کو ان کا مقنعہ اور دوپٹہ بنایا۔ پھر فاطمہؑ کو بات کرنے کی دعوت دی۔ حضرت فاطمہؑ نے زبان کھولی اور خدا کی توحید اور رسالت کی گواہی دیتے ہوئے کہا:"اشهد ان لا اله الله وان ابی رسول الله سید الانبیاء وان بعلی سید الاوصیاء وولدی سادة الاسباط".

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میرے والد رسول خداؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں، میرے شوہر تمام اوصیاء کے سردار ہیں اور میری اولاد تمام اولاد انبیاء کی سردار ہے۔

پھر انہوں نے ان چاروں خواتین کو نام بنام سلام کیا اور ان خواتین نے بھی خوشی خوشی سلام کا جواب دیا۔ بی بی کی ولادت پر جو نور ظاہر ہوا، حورانِ جنت اور اہل آسمان نے اس سے قبل ایسا نور کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ان خواتین نے حضرت خدیجہؑ سے کہا: "اپنی پاک وپاکیزہ اور بابرکت نسل کی والدہ کو اب تم اپنی گود میں لو"۔

حضرت خدیجہؑ نے بڑی خوشی سے اپنی بیٹی کو آغوش میں لیا اور ان کے منہ میں اپنا پستان دیا جس سے دودھ جاری ہوگیا۔

فاطمہؑ ایک دن میں ایک ماہ کے برابر پھلتی پھولتی تھیں اور ایک ماہ میں ایک سال کے برابر پھلتی پھولتی تھیں۔

شرح اسمائے فاطمہؑ

یونس بن ظبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کے ہاں فاطمہؑ کے نو نام ہیں۔

ا۔ فاطمہؑ ۲۔صدیقہؑ ۳۔مبارکہؑ ۴۔طاہرہؑ ۵۔زکیہؑ ۶۔راضیہؑ ۷۔مرضیہؑ ۸۔محدثہؑ ۹۔زہراؑ۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ فاطمہ کے معنی کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: میرے آقا آپ اسے خود ہی بیان فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:فُطِمَتْ مِنَ الشَّرِ وہ اس لئے فاطمہ ہیں کہ وہ ہر شر سے جدا اور علیحدہ رکھی گئی ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

اگر علیؑ نہ ہوتے تو قیامت کے دن تک پوری روئے زمین پر آدمؑ کے زمانے سے لے کر دنیا کے خاتمے تک فاطمہؑ کا کوئی کفو ہی نہ ہوتا۔

کچھ اور روایات میں لفظ ''فاطمہ'' کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے ''**فطمت هی وشیعتها من النار**'' وہ اور ان کے شیعہ دوزخ سے آزاد کئے گئے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اس لفظ کی وجہ تسمیہ میں کچھ دیگر اقوال یہ ہیں:

- اپنے علم و کمال کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہیں۔
- عورتوں کی عادت (ماہواری) سے پاک ہیں۔
- لوگ ان کی کامل معرفت سے عاجز ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے ان کی موحد اور مومن اولاد کو دوزخ سے دور کیا ہے اور اسی طرح سے ان کے شیعوں کو بھی آتش دوزخ سے آزاد کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ لفظ ''فاطر'' سے لفظ فاطمہ کا اشتقاق کیا گیا ہے۔ رسول خداؐ آپ کو لفظ'' طاہرہ'' کے نام سے بھی یاد کرتے تھے کیونکہ آپ ہر طرح کی اخلاقی ناپاکی اور ہر طرح کی جسمانی ناپاکی یعنی حیض ونفاس سے پاک تھیں۔

لفظ ''زہرا'' کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ روزانہ امیرالمؤمنینؑ کے لئے آپ کا جمال مبارک تین بار چمکتا تھا۔

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے پوچھا: حضرت فاطمہؑ کا لقب ''زہرا'' کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت حضرت سیدہؑ کا چہرہ امیرالمؤمنینؑ کے لئے وقت چاشت کے آفتاب کی طرح، ظہر کے وقت روشن چاند کی طرح اور غروب آفتاب کے وقت آپ کا چہرہ چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند چمکا کرتا تھا۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند سے امام علی رضاؑ سے یہ فقرات نقل کئے۔

جب ماہ رمضان کا ہلال طلوع کرتا تو حضرت زہراؑ کا نور اس پر غالب آجاتا اور آپ کے نور کی تابانی کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ نگاہوں سے چھپ جاتا تھا جب حضرت فاطمہؑ اس کے سامنے سے ہٹ جاتیں تو چاند دکھائی دینے لگ جاتا تھا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: حضرت سیدہؑ کو زہراء کے نام سے پکارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشت میں یاقوت سرخ کا ایک قبہ بنایا ہے۔ اس کی بلندی ایک سال کی مسافت کے برابر ہے اور خدا کی قدرت سے وہ قبہ فضا میں معلق ہے۔ وہ قبہ نہ تو زمین سے ارتباط رکھتا ہے اور نہ ہی آسمان سے ارتباط رکھتا ہے۔ اس قبہ میں ایک لاکھ دروازے ہیں اور ہر دروزے پر ایک ہزار فرشتے بطور دربان متعین ہیں۔ اہل بہشت اس قبہ کو یوں دیکھتے ہیں جیسے تم میں کوئی شخص افق آسمان میں کسی چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتا ہے۔ اور اہل بہشت کہتے ہیں یہ چمکتی ہوئی بارگاہ فاطمہؑ کی ملکیت ہے۔

لفظ زہراؑ کی وجہ تسمیہ ایک اور روایت میں یوں بیان کی گئی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آزمانے کا ارادہ کیا تو اس نے ان کی طرف ایک تاریک بادل کو روانہ کیا اور اس کی وجہ سے اتنی تاریکی چھا گئی کہ فرشتے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ نہ اول کو آخر دکھائی دیتا اور نہ آخر کو اول دکھائی دیتا تھا، (غرضیکہ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا) فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں تاریکی دور کرنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے نور فاطمہؑ کو پیدا کیا جو کہ قندیل کی صورت میں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قندیل کو عرش کے اطراف میں آویزاں کیا۔ اس نور کی جگمگاہٹ سے سات آسمان اور ساتوں زمینیں روشن ہوگئیں۔ فرشتوں نے مسلسل اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تمہاری قیامت تک تسبیح وتقدیس کا ثواب میں زہراؑ اور اس کے والد اور شوہر اور اس کی اولاد کے چاہنے والوں کو عطا کروں گا۔

حضرت سیدہؑ کے ناموں میں سے ''حِصَان، حُرَّہ، سیدہ، عَذْرَا، حَوْرَاء مریم کُبریٰ اور بتول بھی ہیں۔

روایت میں ہے کہ انہیں ''بتول'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی عورتوں کی عادت (حیض و نفاس) ملاحظہ نہیں کی تھی۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ نے بھی کبھی عورتوں کی عادت نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے انہیں بھی بتول کہا جاتا ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''بتول'' ''بتل'' سے مشتق ہے اور لفظ ''بتل'' کے معنی انقطاع کے ہیں تو حضرت زہراؑ کو اس لئے بتُول کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے منقطع کیا ہوا تھا اور اپنے خدا سے وابستگی اختیار کی ہوئی تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بتول کا مفہوم یہ ہے حضرت سیدہ (تمام خواتین جہاں سے دین شرف اور حسب ونسب میں) منفرد وممتاز تھیں۔

مرحوم ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں رقم طراز ہیں۔

روایات صحیح میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ کے بیس نام ہیں اور ان میں سے ہر نام

ان کی کسی نہ کسی فضیلت وشرف پر دلالت کرتا ہے۔ ان تمام ناموں کو ابن بابویہ نے اپنی کتاب ''مولد فاطمہؑ'' میں نقل کیا ہے۔

حضرت سیدہؑ کی درج ذیل کنیات تھیں:

۱۔ ام الحسن ۲۔ ام الحسین ۳۔ ام المحسن ۴۔ ام الائمہ ۵۔ ام ابیہا ۶۔ ام المومنین

مذکورہ بالا کنیات حضرت سیدہؑ کی زیارت میں منقول ہیں۔

کتاب مناقب میں مذکور ہے کہ آسمانوں میں حضرت سیدہؑ کو نوریہ، سماویہ اور حانیہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

لفظ حانیہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے لیے انتہائی ہمدرد اور مہربان تھیں۔

شوہر سے ہمدردی کا نمونہ

حضرت سیدہ کی شوہر سے ہمدردی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے حق امامت وخلافت کا دفاع کیا اور اسی وجہ سے انہیں تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ امامت علیؑ کے مخالفین نے اس لئے آپ کی اہانت کی اور آپ کے دروازے کو آگ لگائی جب جلتا ہوا کواڑ گرا تو آپ کی کچھ پسلیاں ٹوٹ گئیں نیز آپ کے بازو پر تازیانہ مارا گیا جس کا اثر وفات تک ایک دست بند کی شکل میں باقی رہا۔ غرضیکہ ان مصائب وآلام کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ یہ تمام تر مصائب وآلام امامت علیؑ کے دفاع کی وجہ سے آپ کو سہنے پڑے اور جب آپ کی وفات کا وقت ہوا تو حضرت علیؑ نے آپؑ کو روتے ہوئے دیکھا۔ حضرت علیؑ نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو سیدہؑ نے عرض کیا:

میں ان مصائب کا تصور کر کے رو رہی ہوں جو میرے بعد آپ پر وارد ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: مت روؤ خدا کی قسم یہ مصائب راہ خدا میں ہیں اس لئے

میرے لئے وہ انتہائی معمولی اور بے وقعت ہیں۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں نقل فرماتے ہیں: ''رسول خداؐ نے ہجرت کے آٹھویں برس جنگ ذات السلاسل کے لئے حضرت علیؑ کو دشمن کی سرکوبی کے لئے صحرائے یابس کی طرف روانہ کیا۔

روایات میں ہے کہ حضرت علیؑ کا ایک مخصوص پیلے رنگ کا رومال تھا جسے آپ سخت جنگ کے وقت سر پر باندھا کرتے تھے۔ جب رسول کریمؐ نے انہیں ذات السلاسل[1] کے لئے جانے کا حکم صادر فرمایا تو آپ اپنے بیت الشرف میں تشریف لائے اور حضرت زہراؑ سے وہ رومال طلب کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ قتل ہوجائیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے مجھے ریگزار یابس کی طرف جانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت زہراؑ اپنے شوہر کی محبت کی وجہ سے رونے لگیں۔ جب آپ رو رہی تھیں تو اس وقت رسول خدا گھر میں تشریف لائے اور فرمایا: فاطمہ! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اور کیا آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کے شوہر قتل ہوجائیں گے؟ خدا نے چاہا تو علیؑ قتل نہیں ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ یہ پسند نہیں کرتے ہیں کہ میں شہادت پاکر جنت میں چلا جاؤں؟

حضرت زہراؑ کی اولاد پر شفقت کا نمونہ

حضرت زہراؑ کو اپنی اولاد سے کس قدر محبت ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے درج ذیل روایت کافی ہے۔

۱۔ جنگ ذات السلاسل ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی تھی۔ اس میں کفار کی طرف سے بارہ ہزار سوار شریک تھے۔ اسلامی لشکر کی قیادت حضرت علیؑ نے کی تھی اور اس میں آپ نے کامیابی حاصل کی تھی۔ سورہ عادیات آپ اور آپ کے دوستوں کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ مجمع البیان جلد دہم، صفحہ ۵۲۸

شیخ صدوق نے حماد سے اس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اولاد زہراؑ میں سے بیک وقت دو عورتوں سے عقد کرے کیونکہ جب زہراؑ یہ سنتی ہیں تو انہیں یہ بات ناگوار گزرتی ہے۔

حماد (راوی) نے پوچھا: حضرت زہراؑ کو اس کی خبر مل جاتی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں! خدا کی قسم۔

ابن عُنَین شاعر کا واقعہ

ابن عنین ساتویں صدی کے شاعر تھے۔ ان کے متعلق عمدۃ الطالب میں ایک عجیب وغریب واقعہ مرقوم ہے۔

ابن عُنین نے ایک سال مکہ کا سفر کیا اور اس سفر میں اس کے پاس بہت سا مال واسباب بھی تھا راستہ میں سادات بنی داؤد نے اس کا تمام مال واسباب لوٹ لیا اور اس ہنگامہ دار وگیر میں وہ زخمی بھی ہوا۔ لوٹنے والوں نے اس کے مال واسباب پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اس کے جسم سے کپڑے تک اتروالئے۔ اور اسے زخمی حالت میں چھوڑ کر خود بھاگ نکلے۔

ابن عنین نے سلطان یمن عزیز بن ایوب کو خط تحریر کیا اور اس سے سادات بنی داؤد کی سرکوبی کی درخواست کی۔ اس وقت سلطان یمن نے اپنے بھائی ناصر کو ساحل سمندر کے ان علاقوں کے انتظام وانصرام کے لئے بھیجا ہوا تھا جسے اس نے تھوڑا ہی عرصہ قبل فرنگیوں سے آزاد کرایا تھا۔

ابن عنین نے سلطان یمن کو مزید ترغیب دینے کے لئے یہ شعر تحریر کئے:

اعیت صفات نداک المصقع اللسنا وجزت فی الجود حد الحسن والحسنا

ولاتقل صاحب الافرنج افتحه فما تساوی اذا قا یسته عدنا

وان اردت جهادا فارق سیفک من قوم اضاعوافروض اللّٰه والسننا

طهر بسیفک بیت اللّٰه من دنس ومن خساسة اقوام به وخنا

ولا تقل انهم اولاد فاطمة ۔ لوادرکوآل حرب حاربوا الحسنا

آپ کی نیک صفات اور آپ کی سخاوت نے فصیح و بلیغ افراد کو عاجز کر دیا اور سخاوت و بخشش میں آپ اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں اچھائی اور نیکی کی تمام سرحدیں بہت پیچھے رہ جاتی ہیں۔

آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے اس ساحل کو فتح کر لیا ہے جس پر انگریز استعمار نے قبضہ کر لیا تھا۔ کیونکہ ساحل عدن اور ساحل فرنگ کا کوئی موازنہ ہی نہیں ہے۔

اگر آپ جہاد کے خواہش مند ہیں تو آیئے اور اپنی تلوار سے ان لوگوں کو قتل کریں جنہوں نے خدا کے فرض اور پیغمبر کی سنتوں کو ضائع کر دیا۔

آپ اپنی تلوار سے اللہ کے گھر مکہ کو ناپاکی اور پست اقوام سے پاک کریں آپ یہ نہ کہیں کہ یہ اولاد فاطمہؑ ہیں اس لئے میں ان سے جنگ نہیں کرتا۔ بلکہ یہ اتنے گھٹیا لوگ ہیں کہ اگر اولاد ابوسفیان کے دور میں ہوتے تو امام حسنؑ سے بھی جنگ کرتے۔

ابن عنین نے اپنے خط میں یہ نظم تحریر کی اور وہ خط سلطان یمن کو بھیج دیا۔ تب اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کے پاس کھڑا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا مصروف طواف ہیں۔ وہ بی بی کو سلام کرنے کے لئے آگے بڑھا اور سیدہ کو سلام کیا۔ مگر حضرت سیدہ نے اسے سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر وہ رونے لگا۔ اور بڑی عاجزی سے کہا: ''سیدہ! میں نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے آپ میرے سلام کا جواب نہیں دیتیں؟

اس کے جواب میں حضرت سیدہ نے یہ اشعار پڑھے:

حاشا نبی فاطمه کلهم ۔ من خسته تعرض اومن خنا

وانماالایام فی غدرها ۔ وفعلهاالسوء اساء ت بنا

وان اساء من ولدی واحد ۔ جعلت کل السب عمداًلنا

فتب الی الله فمن یقترف ۔ ذنباً بنا یغفرله ما جنیٰ

اکرم لعین المصطفیٰ جدهم ۔ ولاتهن من آله اعینا

فکلمانالک منهم، عنا تلقی به فی الحشر منّاهنا

حاشا وکلا کہ تمام اولاد فاطمہؑ پست اور خراب ہو۔ زمانہ کی گردش نے ہم سے برائی کی ہے اور ہم سے مکاری کی ہے۔ اگر میری اولاد میں سے ایک نے برائی بھی کی تو تجھے سب کو گالیاں دینے کا حق نہیں تھا۔ اپنے اس فعل سے سے توبہ کرکہ اگر کوئی ہم سے برا سلوک کرکے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے۔ ان کے جد نامدار محمد مصطفیؐ کی وجہ سے ان کا احترام کر اور ان کی آل میں سے کسی کو مت ستا اور کسی کی توہین نہ کر۔ آل رسولؐ کی وجہ سے تجھے جو بھی تکلیف پہنچے اس کا بدلہ قیامت کے دن ہم تجھے دیں گے۔

ابن عنین کا بیان ہے کہ میں روتا ہوا خواب سے بیدار ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ حضرت زہراؑ کی برکت سے میرے جسم کے تمام زخم مندمل ہوچکے تھے اور میرے بدن پر کہیں بھی زخموں کے نشان تک موجود نہ تھا۔ میں اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا پھر معذرت کے لئے میں نے یہ اشعار کہے:

عذرا الیٰ بنت نبی الهدیٰ تصفح عن ذنب مسیء جنا

وتوبة تقلبها من اخی مقالة توقعه فی العنا

واللّٰه لو قطّعنی واحد منهم بسیف البغی او بالقنا

لم ارما یفعله سیّئا بل اره فی الفعل قد احسنا[1]

پیغمبر ہدایت کی صاحبزادی کے حضور معذرت خواہ ہوں جو کہ گناہ سے درگزر کرتی ہیں اور میں اپنی اس گفتار سے توبہ کرتا ہوں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف پہنچی ہے۔ خدا کی قسم! اب اگر اولاد فاطمہؑ میں سے اگر کوئی ظلم کی تلوار یا نیزہ سے مجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردے تو بھی میں اسے برا نہیں سمجھوں گا بلکہ اسے اچھا کام تصور کروں گا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ
مزرع تسلیم را حاصل بتولؑ

علامہ اقبالؒ

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مشہور حدیث ہے ''فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّیْ'' فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اسلامی شخصیات میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ آپ جان رسالت، محور تطہیر اور شریک مباہلہ ہیں۔ آپ کی عظمت وعصمت کی گواہی قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں متعدد مقامات پر دی گئی ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذات والاصفات پر علمائے اسلام نے ہر دور میں کتابیں تالیف کی ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام علماء کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ ان خوش نصیب مؤلفین میں محدث اکبر شیخ عباس قمیؒ بھی شامل ہیں آپ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور بالخصوص ان کے مصائب پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام انہوں نے ''بیت الاحزان'' رکھا۔

حصہ دوم

حضرت زہراؑ کے فضائل

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کساء اور مباہلہ کے افراد میں سے ایک فرد ہیں نیز آپ کا تعلق ان افراد سے ہے جنہوں نے سخت ترین حالات میں ہجرت کی تھی۔ اور آپ ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی طہارت کی گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر نازل فرمائی اور جبرئیل امین نے جن کے ساتھ چادر میں شامل ہونے کو اپنے لئے اعزاز تصور کیا۔

آپ کا تعلق صادقین کی اس جماعت سے ہے جن کے ساتھ تمسک کی قرآن نے تاکید کی ہے۔ آپ گیارہ ائمہ طاہرین کی والدہ ماجدہ ہیں اور آپ پیغمبر خدا کی وہ یادگار ہیں جس سے اللہ نے نسل رسول کو قیامت تک لئے جاری فرمایا۔ اور آپ اولین وآخرین کی سردار ہیں۔ آپ گفتار ورفتار میں پیغمبر خدا کی ہو بہو شبیہ تھیں۔ آپ کا کردار پیغمبر خدا کے کردار کا آئینہ تھا۔ آپ کی چال رسول خداؐ کی چال دکھائی دیتی تھی۔

رسول خداؐ آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر گرمجوشی سے آپ کا استقبال کرتے تھے، آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا کرتے تھے اور اپنی مسند پر بٹھایا کرتے تھے۔ اسی طرح جب رسول خداؐ اپنی دختر کے ہاں تشریف لے جاتے تو سیدۃ بھی گرمجوشی سے ان کا استقبال کرتی تھیں اور ان کے ہاتھوں

فکلمانالک منهم، عنا تلقی به فی الحشر منّاهنا

حاشا وکلا کہ تمام اولاد فاطمہؑ پست اور خراب ہو۔ زمانہ کی گردش نے ہم سے برائی کی ہے اور ہم سے مکاری کی ہے۔ اگر میری اولاد میں سے ایک نے برائی بھی کی تو تجھے سب کو گالیاں دینے کا حق نہیں تھا۔ اپنے اس فعل سے سے توبہ کر کہ اگر کوئی ہم سے برا سلوک کر کے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔ ان کے جد نامدار محمد مصطفیٰؐ کی وجہ سے ان کا احترام کر اور ان کی آل میں سے کسی کو مت ستا اور کسی کی توہین نہ کر۔ آل رسولؐ کی وجہ سے تجھے جو بھی تکلیف پہنچے اس کا بدلہ قیامت کے دن ہم تجھے دیں گے۔

ابن عنین کا بیان ہے کہ میں روتا ہوا خواب سے بیدار ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ حضرت زہراؑ کی برکت سے میرے جسم کے تمام زخم مندمل ہو چکے تھے اور میرے بدن پر کہیں بھی زخموں کے نشان تک موجود نہ تھا۔ میں اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا پھر معذرت کے لئے میں نے یہ اشعار کہے:

عذرا الیٰ بنت نبی الهدی تصفح عن ذنب مسی ء جنا
وتوبة تقلبها من اخی مقالة توقعه فی العنا
واللّٰه لو قطّعنی واحد منهم بسیف البغی او بالقنا
لم ارما یفعله سیّئا بل اره فی الفعل قد احسنا

پیغمبر ہدایت کی صاحبزادی کے حضور معذرت خواہ ہوں جو کہ گناہ سے درگزر کرتی ہیں اور میں اپنی اس گفتار سے توبہ کرتا ہوں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف پہنچی ہے۔ خدا کی قسم! اب اگر اولاد فاطمہؑ میں سے اگر کوئی ظلم کی تلوار یا نیزہ سے مجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو بھی میں اسے برا نہیں سمجھوں گا بلکہ اسے اچھا کام تصور کروں گا۔

کے بوسہ لیتی تھیں۔ پیغمبر اکرمؐ ان سے بے حد پیار کرتے تھے۔ جب بھی آپ خوشبوئے جنت کے مشتاق ہوتے تو آپ سیدہؑ کے وجود اطہر کی خوشبو کو سونگھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''فاطمة بضعة منى من سرها فقد سرنى ومن سائها فقد سا ئنى''

فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا۔

''فاطمةُ اَعَزُّالنَّاسِ اِلَیَّ'' (تمام لوگوں میں سے فاطمہ مجھے زیادہ عزیز ہے) اور کبھی کبھی آپ اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ سے کیا کرتے تھے ''یا جبیبة ابیها'' (اے اپنے والد کی محبوب ترین شخصیت!)

طبری امامی نے امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے ایک دفعہ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

''یاحبیبة ابیها کل مسکر حرام وکل مسکر خمر'' اے اپنے والد کی محبوب ترین شخصیت! ہر مدہوش کرنے والی چیز حرام ہے اور ہر مدہوش کرنے والی چیز نشہ آور ہے۔

محبت برائے خدا

دوستان خدا اگر اپنے کسی عزیز یا اپنے کسی بیٹے یا بیٹی سے محبت کرتے ہیں تو ان کی محبت طبعی اور فطری جذبات کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ مقربان خدا کسی سے اگر محبت کرتے ہیں تو بھی اس میں محبت خداوندی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے حضرت یعقوبؑ اپنے تمام بیٹوں میں سے حضرت یوسفؑ سے زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی اولاد میں سے یوسف ہی خدا کے محبوب ہیں۔ جب کہ حضرت کے دوسرے بیٹے اس بات سے کڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہمارے والد خواہ مخواہ یوسف کی محبت میں دیوانے بنے ہوئے ہیں جبکہ ہم زیادہ طاقتور ہیں اور ہم اپنے والد کی قوت بازو ثابت ہوسکتے ہیں اسی لئے ہمارے والد کو چاہئے کہ ان

حقائق کو پیش نظر رکھیں اور یوسف کی بجائے ہم سے زیادہ محبت کریں۔

مرحوم کلینی نے محمد بن سنان سے نقل کیا ہے کہ میں امام محمد تقیؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا میں نے آپ کے سامنے ان اختلافات کا تذکرہ کیا جو کہ شیعوں میں پیدا ہو چکے تھے۔ آپؑ نے میری بات سننے کے بعد فرمایا:

اے محمد! خداوندعالم ازل سے واحد لاشریک ہے۔ پھر اللہ نے محمدؐ، علیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کیا اور یہ تینوں پاکیزہ نور کئی ہزار سال تک رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو پیدا کیا اور انہیں اپنی مخلوقات کی تخلیق کا گواہ بنایا پھر ان کی اطاعت کو تمام مخلوقات میں جاری فرمایا اور ان کے امور کو ان کے حوالے فرمایا، پس وہ (محمدؐ، علیؑ وفاطمہؑ) جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں لیکن وہ صرف وہی کچھ چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ پھر امام محمد تقیؑ نے فرمایا:

اے محمدؐ! یہ اصل دین ہے جو اس سے آگے بڑھتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس میں سستی کرتا ہے اور پیچھے رہتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ اور جو دین کے ساتھ چلتا ہے اور ہمیشہ اس سے وابستہ رہتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے۔ اے محمدؐ! اس بات کو یاد رکھو۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان افراد میں شامل ہیں کہ امور خلق جن کے سپرد کئے گئے ہیں اور وہ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں (مگر یہ واضح رہے کہ وہ صرف وہی کچھ چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے اور ان کی چاہت خدا کی چاہت کے تابع ہے)۔

مصحف فاطمہ سلام اللہ علیہا

ائمہ ہدیٰ سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ مُصحف فاطمہؑ ائمہ معصومین کے پاس ہے۔

کتاب بصائر الدرجات میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''حضرت فاطمہ

نے ایک مصحف بطور یادگار چھوڑا۔ وہ مصحف قرآن نہیں ہے لیکن وہ خدا کے اس کلام پر مشتمل ہے جو اللہ نے فاطمہؑ پر نازل کیا تھا۔ رسول خداؐ نے اسے املا کرایا اور حضرت علیؑ نے اسے لکھا۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں تو کیا یہاں کوئی اور شخص موجود ہے جو میری بات سن رہا ہو؟

امام جعفر صادقؑ نے اپنے کمرے اور دوسرے کمرے میں پڑے ہوئے پردہ کو اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمایا: ''ابو محمد! تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں شیعہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کو ایک علم کے دروازہ کی تعلیم دی جس سے علم کے ہزار دروازے کھل گئے تھے۔ پھر میں نے کہا خدا کی قسم کیا یہ کامل اور حقیقی علم ہے؟

امام صادقؑ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر فرمایا: وہ علم ہے لیکن پھر بھی وہ کامل علم نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ابو محمد! ہمارے پاس ''جامعہ'' ہے۔ لیکن لوگوں کو کیا پتہ کہ جامعہ کیا ہے؟۔ جواب میں آپ نے کہا: وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا طول ذراع پیغمبر کے مطابق ستر ہاتھ ہے جسے رسول خداؐ نے املا کرایا اور حضرت علیؑ نے جسے تحریر کیا۔ اس میں تمام حلال وحرام اور لوگوں کی جملہ دینی ضروریات حتیٰ کہ خراش ڈالنے کے جرمانہ تک کا بھی ذکر ہے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے بدن پر مار کر فرمایا: ابو محمد کیا تو مجھے اس کی اجازت دیتا ہے؟

میں نے کہا۔ میں آپ ہی کا جزو ہوں آپ جو چاہیں انجام دیں آپ کو اس کا اختیار حاصل ہے۔ پھر آپ نے میرے جسم پر چٹکی کاٹی اور فرمایا کہ چٹکی کاٹنے کی دیت اور جرمانہ بھی جامعہ میں موجود ہے۔

آپ نے یہ الفاظ کہے اور آپ اس وقت غصے میں دکھائی دیتے تھے، میں نے کہا: خدا کی قسم! یہ کامل علم ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ علم ہے لیکن یہ بھی کامل نہیں ہے۔ پھر کچھ دیر تک آپ خاموش

رہے اور فرمایا: ہمارے پاس ''جفر'' ہے لوگ کیا جانیں کہ جفر کیا ہے؟

میں نے کہا کہ ''جفر'' کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ چمڑے کا ایک مخزن ہے جس میں سابقہ انبیاء واوصیاء وعلمائے بنی اسرائیل کا علم ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ علم کامل ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ علم ہے لیکن علم کامل نہیں ہے۔ پھر آپ کچھ دیر تک خاموش رہے اور فرمایا: **وان عندنا لَمُصحف فاطمة علیها السلام**: ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ موجود ہے لوگوں کو کیا پتہ کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

میں نے پوچھا: مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسا مصحف ہے جو تمہارے ہاتھوں میں موجود قرآن مجید سے تین گنا بڑا ہے۔ خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن مجید کا ایک بھی حرف نہیں ہے۔[1]

میں نے عرض کیا: یہ کامل علم ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ بھی علم ہے لیکن کامل علم نہیں ہے پھر کچھ دیر تک آپ خاموش رہے اور فرمایا: ہمارے پاس گزشتہ اور قیامت کے دن تک آنے والے حالات کا علم موجود ہے۔

میں نے کہا: یہ کامل علم ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ بھی علم ہے لیکن کامل علم نہیں ہے

میں نے پوچھا کہ کامل علم کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: علم کامل وہ علم ہے جو روزانہ دن رات میں ایک موضوع کے بعد

۱۔ یعنی ظاہر قرآن سے جو مطالب ظاہری ہم اخذ کرتے ہیں وہ اس میں نہیں ہیں بلکہ معنوی اور تاویلی اعتبار سے قرآن کے معنیٰ ہیں کہ ہم انہیں سمجھتے ہیں (اور یہ کہ) یہ قرآن کی ایک شرح ہے۔ (اس کی بیشتر تشریح اعیان الشیعہ طبع ارشاد (جلد ۱ میں کی گئی ہے) مترجم فارسی

دوسرے موضوع اور ایک چیز سے دوسری چیز سے تعلق رکھتا ہے اور جو قیامت کے دن تک ظاہر ہوتا رہے گا۔[1]

بہشت میں مقام زہرا سلام اللہ علیہا

چند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہؑ کا شمار ان چار افراد میں سے ہے جو قیامت کے دن سوار ہوکر آئیں گے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا رسول خدا کی اونٹنی ''غضباء'' پر سوار ہوکر عرصہ محشر میں وارد ہوں گی۔

مرحوم ابن آشوب نے روایت کی ہے کہ جب پیغمبر اکرم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کی اونٹنی جس کا نام غضباء تھا، نے عرض کیا کہ آپ اپنے بعد کس کو میری وصیت کررہے ہیں؟

پیغمبر اکرم نے فرمایا: ''عضباء! خدا تجھے برکت دے گا۔ میرے بعد تو میری بیٹی فاطمہؑ کی ملکیت میں چلی جائے گی۔ وہ دنیا و آخرت میں تجھ پر سواری کرے گی''۔

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد رات کو وہ اونٹنی حضرت سیدہؑ کے دروازے پر آئی اور کہا: دختر رسول آپ پر سلام۔ دنیا سے میری روانگی کا وقت قریب آچکا ہے۔ خدا کی قسم رسول اکرمؐ کی رحلت کے بعد میں نے نہ تو گھاس کھائی نہ ہی پانی پیا ہے۔ پھر وہ اونٹنی وفات رسول کے تین دن بعد وفات پا گئی۔

فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ایک دن رسول خداؐ فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور اس وقت فاطمہؑ غمگین حالت میں تھیں۔ رسول خداؐ نے قیامت کے حالات کے متعلق کچھ مطالب بیان فرمائے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا:

فاطمہؑ! جب تم جنت میں پہنچوگی تو ایسی بارہ ہزار حوریں تم سے ملاقات کریں گی جنہوں نے تم سے پہلے کسی سے ملاقات نہیں کی ہوگی اور تمہاری ملاقات کے بعد وہ کسی سے بھی

۱۔ اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹

ملاقات نہ کریں گی۔ ان کے ہاتھوں میں نور کے ہتھیار ہوں گے۔ وہ نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گی۔ ان کی اونٹنیوں کے پالان طلائے زرد اور یاقوت سرخ سے بنے ہوئے ہوں گے اور ان کی مہار مروارید تازہ کی ہوگی۔ ہر ناقہ پر سندس کی چادر ہوگی جس میں آبدار جواہر ٹکے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ بہشت میں داخل ہوں گی تو اہل بہشت آپ کی آمد سے خوش ہوں گے اور آپ کے شیعوں کے لئے ایک مخصوص دستر خوان جوکہ کرسی نور پر رکھا ہوگا لے آئیں گے اور وہ اس غذا سے تناول کریں گے۔ جبکہ باقی لوگ ابھی تک حساب وکتاب کے مراحل طے کر رہے ہوں گے اور آپ کے شیعوں کے لئے وہ سب کچھ موجود ہوگا جس کی وہ خواہش کریں گے۔ جب خدا کے تمام اولیاء بہشت میں وارد ہوجائیں گے تو حضرت آدمؑ آپ کی زیارت کے لئے آجائیں گے اور ان کے بعد دوسرے انبیاء آپ کی زیارت کے لئے آئیں گے۔[1]

فاطمہؑ کی گفتگو نشاط پیغمبر کا ذریعہ تھی

جب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی **لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا**۔ (سورۂ نور آیت ۶۳)

مسلمانو! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بیان ہے کہ میں اس آیت مجیدہ کے نازل ہونے کے بعد اپنے والد محترم کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر پکارنے لگی۔ لیکن آنحضرت میری زبان سے ''یارسول اللہ'' کی بجائے ''یا ابت'' سننے کے مشتاق تھے۔ تین بار تو میں نے انہیں یا رسول اللہ کہہ کر پکارا آپؐ نے کچھ نہ کہا اور جب چوتھی بار میں نے انہیں ''یارسول اللہ'' کہہ کر مخاطب کیا

۱۔ یہ حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے یہ حدیث کافی طولانی ہے جس میں سے یہاں ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے۔ مکمل حدیث کے ریاحین الشریعہ جلد اول ازصفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۸ کا مطالعہ فرمائیں (مترجم فارسی)

تو انہوں نے میری طرف رخ انور کر کے فرمایا:

یا فاطمة انها لم تنزل فیک، ولا فی اهلک ولا نسلک، وانت منی وانا منک، انمانزلت فی اهل الجفاء والغلظة من قریش، اصحاب البذخ والکبر.

فاطمہؑ یہ آیت تیرے اور تیرے اہل اور تیری نسل کے لئے نازل نہیں ہوئی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ یہ آیت قریش کے بے رحم اور ان جیسے دیگر متکبراور خود پسند افراد کے لئے نازل ہوئی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: **قولی لی یا ابه! فانها احییٰ للقلب، وارضیٰ للرّب.**

تو مجھے اباجان کہہ کر پکارا کر، تیرا اباجان کہہ کر پکارنا میرے دل کو زیادہ زندہ رکھنے والا اور خدا کو زیادہ راضی کرنے والا ہے۔

مصباح الانوار میں امیرالمؤمنینؑ سے مروی ہے کہ فاطمہ زہراؑ نے کہا کہ رسول خداؐ نے ان سے فرمایا: **من صَلّی علیکِ غفر اللّٰه له وَالحَقَهُ بی حیث کنتُ من الجنة**

جوکوئی تجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کی معرفت کرے گا اور جنت میں اسے میرے مقام میں ملحق فرمائے۔

زہراؑ کی فاقہ کشی اور دعائے پیغمبرؐ

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ اپنے گھر سے حضرت فاطمہؑ سے ملاقات کے غرض سے روانہ ہوئے۔ میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ جب حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر پہنچے تو آپ دروازے پر رک گئے اور دستک دی پھر کہا: السلام علیکم۔

جواب میں حضرت فاطمہؑ نے بھی سلام کہا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

فاطمہؑ نے عرض کیا: رسول خدا! آپ اندر آجائیں۔

پھر پیغمبر خداؐ نے فرمایا: کیا میں اور جو میرے ساتھ ہے ہم دونوں اندر آسکتے ہیں؟

فاطمہؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ میرے پاس مقنعہ اور روپوش نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اپنی چادر کے پلو سے اپنے سر کو ڈھانپ لو۔

فاطمہ زہراؑ نے چادر کے پلو سے اپنے سر کو ڈھانپا۔

پھر رسول خداؐ نے انہیں سلام کہا اور فاطمہ زہراؑ نے انہیں سلام کا جواب دیا پیغمبر اکرمؐ نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو حضرت فاطمہؑ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہؐ اب آپ چلے آیئے۔

پیغمبر خداؐ نے فرمایا تو کیا میں اور میرا ساتھی دنوں چلے آئیں۔

فاطمہ زہراؑ نے کہا۔ جی ہاں آپ دونوں آجائیں۔

جابر کہتے ہیں کہ رسول خداؐ گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پیچھے میں بھی گھر میں اخل ہوا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ فاطمہ زہراؑ کا چہرہ زرد ہے پیغمبرؐ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فاطمہ زہراؑ نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! بھوک کی سختی سے یہ حالت ہوگئی ہے اس وقت پیغمبر اکرمؐ نے دعا مانگی کہ اے وہ ذات جو بھوکوں کو سیر کرتی ہے اور کمی کی تلافی کرتی ہے فاطمہؑ دختر محمدؐ کو سیر فرما۔

شوہر کا لحاظ

ابوسعید خُدری سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ حضرت سیدہؑ کے پاس آئے اور فرمایا: فاطمہؑ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے جس سے میں اپنی بھوک مٹاؤں؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا: اس خدا کی قسم جس نے میرے والد کو نبوت کے مقام سے سرفراز کیا اور آپ کو مقام وصایت سے مکرم بنایا میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ دو دن سے میں نے اور میرے بچوں نے بھی نہیں کھایا البتہ پچھلے دو دِنوں میں تھوڑی سے غذا موجود تھی جسے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتی رہی اور خود میں اور میرے حسنینؑ فاقہ کرتے رہے۔

دنوں میں تھوڑی سے غذا موجود تھی جسے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتی رہی اور خود میں اور میرے حسنینؑ فاقہ کرتے رہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم نے یہ بات خود مجھے کیوں نہ بتائی تا کہ میں طعام کا کوئی بندوبست کرتا؟ حضرت سیدہؑ نے عرض کی: **یا ابا الحسن انی لآ ستحیی من الھی ان اکلف نفسک مالا تقدر علیه** (ابوالحسن! مجھے اپنے خدا سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں آپ کو ایسی تکلیف دوں جو کہ آپ کے بس سے باہر ہو)۔

تقسیم کار

کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

حضرت زہراؑ اور حضرت علیؑ نے رسول خدا سے گھر کے امور کی تقسیم کار کے لئے درخواست کی تو رسول خداؐ نے گھر کے اندرونی کام حضرت زہراؑ کے سپرد کئے اور گھر کے بیرونی کام حضرت علیؑ کے سپرد کئے۔

حضرت فاطمہؑ فرماتی تھیں کہ خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ اس تقسیم کار سے میں کتنی خوش ہوئی تھی کیونکہ رسول خداؐ نے مجھے گھر کے باہر کے کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔

فرشتے اور خدمت زہراؑ

قطب راوندی نے کتاب الخرائج میں سلمان فارسیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت زہراؑ کے گھر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ سیدہؑ چکی پیس رہی ہیں اور جَو کا آٹا تیار کر رہی ہیں۔ میں نے چکی کے دستے کو دیکھا تو وہ مجھے خون آلود نظر آیا۔ امام حسینؑ جو کہ اس وقت طفل شیرخوار تھے وہ بھوک کی وجہ سے بلک رہے تھے۔ میں نے عرض کی: سیدہؑ! آپ اتنی زحمت کیوں اٹھا رہی ہیں جب کہ آپ کے پاس آپ کی خادمہ فضہ موجود ہے؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: رسول خداؐ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ گھر کے کام ایک دن میں کروں اور ایک دن فضہ کرے گی۔ فضہ نے کل کام کیا تھا اور آج میری باری ہے۔

سلمانؓ نے یہ سن کر عرض کیا: سیدہؑ! میں بھی تو آپ کا غلام ہوں۔ میں آپؑ کی خدمت کے لئے آمادہ ہوں۔ آپ چاہیں تو میں آپ کی بجائے چکی پیسنے کو تیار ہوں اور اگر آپ چکی پیسنا چاہیں تو میں حسینؑ کو اٹھاتا ہوں۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: میں حسینؑ کی بہتر طور پر نگہداشت کرسکتی ہوں۔ میں حسینؑ کو اٹھاتی ہوں اور تم میری چکی چلاؤ۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ دیر تک چکی چلائی اور جو کا آٹا پیستا رہا پھر نماز کے لئے اذان کی آواز بلند ہوئی تو میں نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا آیا۔ رسول اکرمؐ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے حضرت علیؑ کو ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت علیؑ یہ سن کر رو دیئے اور مسجد سے اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی علیؑ مسکراتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ رسول خداؐ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: میں فاطمہؑ کے پاس گیا اور وہاں جاکر دیکھا کہ فاطمہؑ سوئی ہوئی ہے اور حسینؑ اس کے سینے پر سو رہا ہے اور چکی خود بخود چل رہی ہے۔ یہ سن کر رسول خداؐ مسکرائے اور فرمایا: **یا علی اما علمت ان لله ملائکة سیارة فی الارض یخدمون محمد و آل محمد الی ان تقوم الساعة** علیؑ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو کہ زمین پر پھرتے رہتے ہیں تاکہ وہ محمدؐ و آل محمد کی خدمت کریں۔ اور وہ قیامت قائم ہونے تک خدمت کرتے رہیں گے۔

پیغمبر اکرمؐ، خود اپنی بیٹی کی مدد کرتے ہیں

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ ایک دن پیغمبر اسلامؐ حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ علیؑ و فاطمہؑ دونوں مل کر چکی چلا رہے ہیں تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تم

پیغمبر اکرمؐ نے سیدہؑ سے فرمایا: پیاری بیٹی اٹھو۔ سیدہؑ اٹھیں تو پیغمبر اکرمؐ ان کی جگہ پر بیٹھ گئے اور چکی چلانے میں علیؑ کی مدد کرتے رہے۔(اس روش سے عورت کے رشتہ داروں کو یہ سبق لینا چاہئے کہ اگر وہ دیکھیں کہ گھر کے کام عورت کے لئے زیادہ ہیں اور دشوار ہیں تو وہ ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اس طرح ان کے کاموں کو تقسیم کردیں اور گھٹادیں)۔

غذائے زہراؑ کی برکت

بعض کتب مناقب میں جابر بن عبداللہ انصاری سے یہ روایت منقول ہے:

چند دنوں سے رسول خداؐ مسلسل فاقے کررہے تھے۔ آپ نے اپنی ازواج سے غذا طلب کی تو کسی بھی زوجہ کے گھر میں خوراک موجود نہ تھی۔ پھر آپ حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ میں کئی روز سے بھوکا ہوں اگر تمہارے پاس کوئی طعام ہے تو مجھے بھی کھلاؤ۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: میں آپؐ پر قربان جاؤں! میرے گھر میں بھی فاقہ ہے اور ہمارے پاس کسی قسم کی خوراک موجود نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر رسول اکرمؐ واپس تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں کسی ہمسائے نے دو روٹیاں اور گوشت کی تھوڑی سی مقدار حضرت سیدہؑ کے گھر میں بطور ہدیہ بھیجی۔

حضرت فاطمہؑ نے اس غذا کو قبول کیا اور ایک برتن میں وہ غذا رکھ کے اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور فرمایا: میں رسول خداؐ کو اپنی ذات اور اپنے تمام افراد خانہ پر مقدم رکھوں گی۔

پھر حضرت سیدہؑ نے حسنینؑ کو رسول خداؐ کے پاس بھیجا اور انہیں دعوت دی۔ رسول خداؐ تشریف لائے تو حضرت سیدہؑ نے تمام واقعہ گوش گزار کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: وہ برتن میرے قریب لاؤ۔ جب وہ برتن آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ نے اس کے اوپر سے کپڑا اٹھایا تو وہ برتن روٹیوں اور گوشت سے لبریز دکھائی دیا۔

جابر کہتے ہیں جب میں نے کھانے پر نظر کی تو مجھے تعجب ہوا اور میں نے جان لیا کہ یہ آنحضرتؐ کی نبوت کا ایک معجزہ ہے۔ میں نے خدا کی حمد وثناء کی اور پیغمبرؐ پر درود بھیجا۔ رسول خداؐ نے اپنی بیٹیؑ سے فرمایا: یہ غذا کہاں سے آئی ہے؟۔ سیدہؑ نے عرض کیا: اللہ کی طرف سے یہ غذا آئی ہے۔ یقیناً خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

رسول خداؐ نے ایک شخص کو حضرت علیؑ کے بلانے کے لئے روانہ کیا۔ تھوڑی دیر میں علیؑ آئے۔ پھر رسول خداؐ اور علی مرتضیٰؑ اور حضرت فاطمہؑ اور امام حسنؑ وامام حسینؑ نے وہ غذا کھائی۔ پھر آپؐ نے اپنی تمام ازواج کے گھروں میں وہ غذا بھیجی سب نے سیر ہوکر کھایا لیکن وہ برتن غذا سے بدستور بھرا رہا۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں نے وہ غذا اپنے ہمسائیوں کے گھروں میں بھیجی۔ خداوندعالم نے اس غذا میں برکت ڈال دی تھی جیسا کہ مریم کے لئے برکت نازل فرمائی تھی۔

عبادت زہرا سلام اللہ علیہا

حسن بصری کا قول ہے کہ امت میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے کوئی بڑا عابد نہیں گزرا۔ آپ اتنی عبادت کرتی تھیں کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ رسول اکرمؐ نے ایک بار حضرت فاطمہ زہراؑ سے پوچھا: عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟

حضرت سیدہؑ نے جواب میں عرض کیا: ان لا تری رجلا ولا یراھا رجل

وہ کسی غیر مرد کو نہ دیکھے اور کوئی غیر مرد اسے نہ دیکھے۔[1]

۱۔ علامہ اقبال نے اسی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خواتین اسلام کونصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

اگر پندی ز درویشی پذیری ہزار امت بمیرد تو نمیری

بتولے باش وپنہاں شو ازین عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

اگر تو درویش کی نصیحت قبول کرلے تو ہزار امتیں مر جائیں گی لیکن تو نہ مرے گی۔ بتول بن جا اور اس زمانہ سے چھپ جا تاکہ تیری آغوش میں بھی شبیر آسکے۔ (از مترجم)

آنحضرتؐ نے جیسے ہی اپنی دختر کا جواب باصواب سنا تو آپؐ نے انہیں سینے سے لگالیا اور یہ آیت پڑھی "ذرية بعضها من بعض" وہ ایک ایسا خاندان تھا کہ (تقویٰ وفضیلت کے لحاظ سے) وہ ایک دوسرے سے تھے۔ (آل عمران ۳۴)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک شب جمعہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو محراب عبادت میں دیکھا۔ وہ تمام رات رکوع وسجود میں مصروف رہیں۔ یہاں تک کہ سفیدی سحر نمودار ہوگئی۔ اور اس دوران میں میری والدہ مومنین ومومنات کے نام لے لے کر ان کے حق میں دعائیں کرتی رہیں مگر انہوں نے اپنے لئے کوئی دعا نہ کی۔ میں نے کہا: اماں جان! آپ نے اپنے لئے دوسروں کی طرح دعا نہیں مانگی؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: یا بُنَیَّ الجار ثم الدار: بیٹا پہلے ہمسایہ: پھر اپنا گھر۔

مرحوم صدوق نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ "جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی بھی ہے کہ اس میں جو بھی مسلمان اللہ سے کوئی بھلائی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہے اور اس کی حاجت پوری کرتا ہے"۔

میں نے پوچھا کہ وہ کون سی گھڑی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جس وقت سورج آدھا غروب ہو چکا ہو اور آدھا ظاہر ہو۔

حضرت فاطمہؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ چھت پر چڑھ جاؤ اور جب دیکھو کہ سورج افق مغرب میں آدھا ڈوب جائے اور آدھا ظاہر ہو تو مجھے اطلاع دینا اس وقت خدا سے دعا کروں گی۔

روایات میں ہے کہ جب حضرت سیدہ محراب عبادت میں مصروف عبارت ہوتی تھیں تو آپ کے نور کی کرنیں اہل آسمان کے لئے جگمگاتی تھیں جیسا کہ ستاروں کا نور اہل زمین کے لئے جگمگاتا ہے۔

کنیز کا مطالبہ

شیخ صدوقؒ رقم طراز ہیں: امیر المؤمنین نے بنی سعد کے ایک شخص سے فرمایا:

کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے فاطمہ کی گرہستی کے کچھ حالات سناؤں؟

فاطمہؑ اگرچہ رسول خداؐ کی محبوب ترین شخصیت تھیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اس قدر مشک اٹھائی کہ ان کے سینہ پر مشک کے نشان پڑ گئے اور انہوں نے اتنی بار جھاڑو دی کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور انہوں نے چولہے میں اس قدر آگ جلائی کہ ان کے کپڑوں کی رنگت دھوئیں سے تبدیل ہو گئی۔ الغرض انہوں نے میرے گھر میں رہ کر بڑی تکلیفیں جھیلیں۔ میں نے ان سے کہا: آپ اپنے والد کے پاس جا کر ایک کنیز کا مطالبہ کریں جو کہ آپ کے کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے تو یہ بہتر ہوگا۔

فاطمہ زہراؑ والد کے پاس گئیں۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ وہ کچھ کہے بغیر گھر واپس آ گئیں۔

حضرت رسول خداؐ نے محسوس کیا کہ فاطمہؑ کسی ضرورت کے سلسلہ میں آئی تھیں لیکن اپنی ضروریات بیان کئے بغیر واپس چلی گئیں۔ پھر دوسرے دن آنحضرتؐ صبح کے بعد ہمارے گھر تشریف لائے اور عادت کے مطابق سلام کیا۔

میں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا ''یا رسول اللہؐ آپ پر سلام ہو۔ تشریف لے آئیں''۔ آنحضرتؐ تشریف لائے اور ہمارے قریب آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: فاطمہؑ! کل تم میرے پاس آئی تھیں۔ بتاؤ تمہیں کیا ضرورت درپیش تھی؟

فاطمہؑ نے حیا کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔ مجھے خوف محسوس ہوا کہ اگر میں نے جواب نہ دیا تو آنحضرتؐ واپس چلے جائیں گے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! میں آپ کو بتاتا ہوں۔ فاطمہؑ نے اتنا پانی بھرا کہ ان کے سینہ پر مشک کے داغ ثبت ہو گئے اور انہوں نے اتنی چکی

چلائی کہ ان کے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے اور انہوں نے اتنی جھاڑو دی کہ ان کا لباس غبار آلود ہوگیا اور انہوں نے اتنا چولہا جلایا کہ ان کے کپڑوں کا رنگ بدل گیا۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا تھا کہ تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے اپنے لئے ایک کنیز طلب کرو تا کہ تمہیں امور خانہ داری میں سہولت ہو جائے۔

یہ سن کر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: کیا تم چاہو گے کہ میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم دوں جو تمہارے لئے خدمت گار سے بہتر ہو؟ اور وہ یہ ہے کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو ۳۳رمرتبہ **سبحان اللّٰه** ۳۳رمرتبہ **الحمدللّٰه** اور۳۴رمرتبہ **اللّٰه اکبر** کہو۔

اس وقت فاطمہؑ نے سر اٹھایا اور تین بار کہا ''**رضیت عن اللّٰه ورسوله**'' میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔

کتاب مناقب میں ابوبکر شیرازی (جو کہ علمائے تسنن میں سے تھے) سے منقول ہے۔

جب حضرت زہراؑ نے اپنا حال پیغمبر اسلام کی خدمت میں بیان کیا اور ان سے کنیز کا تقاضا کیا تو پیغمبر اکرمؐ رو پڑے اور انہوں نے فرمایا:

فاطمہؑ! مجھے خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس وقت مسجد میں چار سو ایسے افراد (اصحاب صفہ) موجود ہیں جن کے پاس کھانے کے لئے غذا نہیں اور پہننے کے لئے لباس موجود نہیں ہے۔ اگر مجھے تمہاری فضیلت کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہاری درخواست ضرور قبول کر لیتا۔ فاطمہؑ! میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا اجر و ثواب تم سے جدا ہو جائے اور تمہارے بجائے تمہاری کنیز کو نصیب ہو۔

تفسیر ثعلبی میں امام محمد باقر سے اور تفسیر قُشیری میں جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فاطمہؑ کو موٹا اون کا لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ وہ چکی چلا رہی تھیں اور اس عالم میں اپنے ایک بچے کو دودھ بھی پلا رہی تھیں۔

یہ منظر دیکھ کر آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور فرمایا: ''**یا بنتاه تعجلی**

مــرارة الــدنيـا بحــلاوة الاخــرة'' پیاری بیٹی! آخرت کی حلاوت کے لئے دنیا کی تلخی کو برداشت کرنے میں جلدی کرو۔

حضرت سیدۃ نے یہ سن کر کہا: ''یا رسول اللّٰہ الحمدللّٰہ علیٰ نعمائه والشکر للّٰہ علیٰ الائه'' یا رسول اللہ! اللہ کی نعمات پر حمد ہے اور اس کی عطا پر اس کا شکر ہے۔

حضرت زہراؑ کی کنیز کا تکلم باقرآن

ابوالقاسم قُشیری نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زہراؑ کی کنیز حضرت فضہؑ سفر حج میں اپنے کاروان سے بچھڑ گئیں اور انہیں بیابان میں تنہا سفر کرنا پڑا۔ عبداللہ بن مبارک جو کہ ان کی طرح سے قافلے سے بچھڑ گئے تھے اتفاق سے ان کی حضرت فضہؑ سے ملاقات ہوئی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے بیابان میں ایک خاتون کو دیکھا تو میں نے ان سے کہا: تم کون ہو؟

خاتون۔ وقل سلام فسوف یعلمون (زخرف۸۹) آپ سلام کہیں پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔ اس آیت سے میں نے سمجھ لیا کہ خاتون سلام کا مطالبہ کر رہی ہے۔ عبداللہ نے خاتون پر سلام کیا اور پوچھا: آپ بیابان میں تنہا کیا کر رہی ہیں اور کیا آپ کو اپنے بھٹکنے کا اندیشہ نہیں ہے؟

خاتون: ومن یھد اللہ فماله من مضل۔ (زمر۔۳۷) جسے خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اس آیت سے مجھے پتہ چلا کہ خاتون کا خدا پر گہرا یقین ہے۔

عبداللہ: آپ کا تعلق انسانوں سے ہے یا جنات سے ہے؟

خاتون: یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ (اعراف۔۳۱) اے بنی آدم ہر نماز کے وقت زینت کرو۔ اس آیت سے میں نے سمجھ لیا کہ خاتون کا تعلق بنی آدم سے ہے۔

عبداللہ: آپ کہاں سے آرہی ہیں۔

خاتون: ینادون من مکان بعید (فصلت۔۴۴) انہیں دور دراز مقام سے بلایا جاتا ہے۔ اس آیت سے میں سمجھ گیا کہ خاتون کسی دور دراز مقام سے آ رہی ہیں۔

عبداللہ: آپ کس شہر سے آ رہی ہیں؟

خاتون: یا اھل یثرب لامقام لکم (الاحزاب۔۱۳) اے اہل یثرب تمہارا ٹھکانہ کہیں نہیں ہے اس آیت سے مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ خاتون مدینہ منورہ سے آ رہی ہیں۔

عبداللہ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟

خاتون۔ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران۔۹۷) جو حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتا ہو اس پر حج واجب ہے۔

اس آیت سے مجھے معلوم ہوگیا کہ خاتون سفر حج پر جا رہی ہیں۔

عبداللہ: آپ کو کاروان سے بچھڑے ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں؟

خاتون: ولقد خلقنا السماوات والارض فی ستہ ایام (ق۔۳۸)

بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اس آیت سے مجھے معلوم ہوگیا کہ اس خاتون کو قافلے سے جدا ہوئے چھ دن گزر چکے ہیں۔

عبداللہ: کیا آپ اس وقت کچھ کھانا پسند کریں گی؟

خاتون: وما جعلنا ھم جسدا الایا کلون الطعام (انبیاء۔۸) اور ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں دیئے کہ وہ طعام نہ کھاتے ہوں۔

اس آیت سے میں نے سمجھ لیا کہ خاتون کھانا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں کھانا کھلایا اور پھر ان سے کہا کہ جلدی کریں اور تیز تیز قدم بڑھائیں۔

خاتون: لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ (البقرہ۔۲۸۶)

اللہ کسی بھی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اس آیت سے میں سمجھ گیا کہ خاتون تھک چکی ہیں اور ان میں زیادہ تیز چلنے کی سکت باقی نہیں ہے۔

عبداللہ: آپ میرے ساتھ اونٹ پر سوار ہوجائیں۔

خاتون: لوكان فيهما الهة الا اللّٰه لفسدتا۔ (انبیاء ـ ۲۲)

اگر زمین وآسمان میں زیادہ خدا ہوتے تو زمین وآسمان تباہ ہوجاتے۔ اس آیت سے میں نے سمجھ لیا کہ خاتون میرے ساتھ سوار ہونا پسند نہیں کرتیں پھر میں اونٹ سے اترا اور انہیں اکیلا سوار کیا، جب وہ اونٹ پر بیٹھ گئیں تو انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين (زخرف ـ ۱۳) پاک و بے نیاز ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کردیا ہے ورنہ ہم اس کو قابو میں نہیں لاسکتے تھے۔ پھر ہم چلتے ہوئے کاروان سے جا ملے تو میں نے خاتون سے پوچھا کہ اس قافلہ میں تمہارا کوئی رشتہ دار بھی موجود ہے؟

خاتون نے جواب میں یہ آیات پڑھی: یاداود ان جعلناک خلیفة فی الارض (ص ـ ۲٦) اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ وما محمد الا رسول (آل عمران آیت ۱۴۴) محمدؐ بس رسول ہیں۔ یا یحییٰ خذا لکتاب بقوة (مریم آیت ۱۲)۔ یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھامو۔ یا موسیٰ انی انا اللّٰه اے موسیٰ بیشک میں اللہ ہوں (قصص ـ ۳۰) چنانچہ میں نے داؤد، محمد، یحییٰ اور موسیٰ کو پکارا تو چار جوان اس قافلہ سے نکل کر خاتون کے پاس آئے۔

پھر میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ یہ نوجوان آپ کے کیا لگتے ہیں؟

خاتون: المال والبنون زينة الحياة الدنيا (الکہف ـ ۴٦) مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

اس آیت سے مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ خاتون ان جوانوں کی والدہ ہیں۔ پھر اس خاتون نے اپنے بچوں کو صدا دے کر فرمایا: یاابت استاجره ان خيرمن استاجرت القوى الامين (القصص: ۲٦) اباجان آپ اس کو اجرت دیں کیونکہ آپ جسے اجرت دیں گے وہ قوی اور امین ہے۔

اس آیت کو سن کر میں نے سمجھ لیا کہ خاتون اپنے بیٹوں کو حکم دے رہی ہیں کہ مجھے اس زحمت پر کچھ اجرت دیں۔ چنانچہ ان جوانوں نے کچھ رقم میرے حوالے کی تو ان کی والدہ نے کہا:
واللّٰہ یضاعف لمن یشاء. یعنی اللہ جس کیلئے چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ (سورۃ البقرہ: آیت۲۶۱)

اس آیت سے میں نے اندازہ لگایا کہ خاتون اپنے بیٹوں کو اس رقم سے دوگنی رقم دینے کا حکم دے رہی ہیں۔ چنانچہ ان جوانوں نے مجھے زیادہ رقم دی۔ جب میں ان سے جدا ہونے لگا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟۔

ان جوانوں نے بتایا کہ یہ ہماری والدہ فضہؑ ہیں اور یہ زہراؑ کی کنیز ہیں انہیں بیس برس ہوئے ہیں کہ قرآن کے علاوہ انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا۔[1]

حضرت زہراؑ اور ان کے شیعوں کا مقام

ابوجعفر طبری نے کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں ہمام ابی علی سے روایت کی ہے کہ میں نے کعب الاحبار سے کہا: تم شیعان علی بن ابی طالبؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہو؟

اس نے جواب میں کہا: اے ہمام! میں نے ان کی صفات قرآن مجید میں پڑھی ہیں۔ وہ خدا کا گروہ اور خدا کے دین کے مددگار اور خدا کے ولی کے پیرو ہیں۔ وہ خدا کے خاص اور محترم بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کے لئے چن لیا ہے۔ اور انہیں بہشت بریں کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ جنت الفردوس کے بلند وبالا محلات میں ہوں گے وہ ایسے

۱۔ فضہؑ کا تعلق اہل نوبہ سے تھا بعد میں مدینہ آئیں اور حضرت زہراؑ کی کنیزی اختیار کی اور حضرت زہراؑ نے ان کی اخلاقی تربیت کی۔ چنانچہ وہ سورہ دہر کی آیت ۷ تا ۹ کے شان نزول میں شامل ہوگئیں اور اہل بیت طاہرینؑ کے گھرانے کا ایک فرد بن گئیں۔ مرحوم علامہ اصفہانی (کمپانی) نے اپنے ایک شعر میں ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا:

مفتقرا متاب روی ازدر اوبہ ہیچ سوی ‌ ‌ ‌ زانکہ مس وجود را، فضہ اوطلاکند

اے صاحب ضرورت! اس در سے اپنے چہرے کو کسی اور طرف نہ کرنا۔ کیونکہ تانبے کو ان کی فضہ سونا بنا دیتی ہے۔ (از مترجم فارسی)

مکانات میں رہائش پذیر ہوں گے جو کہ مروارید موتیوں سے بنے ہوئے ہوں گے۔ وہ مقربان ابرار میں ہوں گے اور سربمہر شراب طہور نوش کریں گے۔ اس شراب کا تعلق جنت کے اس چشمہ سے ہوگا جسے تسنیم کہا جائے گا اور وہ ان کے لئے مخصوص ہوگا۔ تسنیم وہ چشمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دختر اور حضرت علیؑ کی زوجہ فاطمہ زہراؑ کو عطا کیا ہے۔ یہ چشمہ ایک ستون سے جاری ہوگا کہ جس ستون کا قبہ ٹھنڈک میں کافور، ذائقہ میں زنجبیل اور خوشبو میں مُشک کی طرح سے ہوگا۔ پھر اس چشمہ کا پانی چھوٹی چھوٹی نہروں میں بہتا ہوگا۔ حضرت فاطمہؑ کے محب اور ان کے شیعہ اسے پئیں گے۔ اس قبہ کے چار ستون ہوں گے اس کا ایک ستون سفید مروارید کا ہوگا اور اس سے ''طہور'' نامی ایک چشمہ رواں ہوگا۔ اس قبہ کا ایک اور ستون سبز زمرد کا ہوگا اور اس سے دو چشمے یعنی شراب طہور اور شہد جاری ہوں گے۔ پھر یہ چشمے جنت میں نیچے کی طرف بہیں گے۔ لیکن تسنیم چشمے کا پانی جنت کے زیریں طبقہ میں نہیں آئے گا۔ اس کا پانی صرف جنت کے بلند و بالا حصہ تک ہی محدود رہے گا جس کو صرف خاص بہشتی ہی پینے کی سعادت حاصل کریں گے اور وہ خوش نصیب صرف شیعان علیؑ اور محبان علیؑ ہی ہوں گے۔ قرآن مجید کی ان آیات کی یہی تفسیر ہے۔ **یسقون من رحیق مختوم ○ ختامه مسک وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون○ ومزاجه من تسنیم○ عیناً یشرب بها المقربون○ (مطففین ۲۵ تا ۲۸)**

انہیں سربمہر خالص شراب سے سیراب کیا جائے گا۔ جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیزوں میں شوق کرنے والوں کو آپس میں سبقت اور رغبت کرنی چاہئے۔ اس شراب میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بارگاہ بندے پیتے ہیں۔

پھر کعب الاحبار نے کہا: خدا کی قسم! شیعوں سے صرف وہ شخص ہی محبت کرتا ہے جس سے اللہ نے عہد و میثاق لیا ہو۔

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد ابوجعفر طبری لکھتے ہیں: ''شیعوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو آب زر سے تحریر کریں اور اس کی زیادہ سے زیادہ نقول تیار کریں تاکہ جنت

الفردوس کے بلند و بالا محلات کے وارث قرار پائیں۔ چونکہ یہ روایت اہل سنت سے نقل کی گئی ہے اس لئے مخالفین اسے شیعوں کی خود ساختہ روایت کہہ کر رد نہیں کر سکتے پس یہ حدیث شیعوں کے مخالفین پر ایک حجت ہے''۔

حضرت سلمانؓ کے سوال کا جواب

طبری بشارۃ المصطفیٰ میں کتاب کنز کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ ابوذرؓ نے کہا: سلمانؓ اور بلالؓ حبشی کو میں نے دیکھا کہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے حضور آ رہے تھے کہ اچانک سلمانؓ آگے بڑھے اور رسول خداؐ کے قدموں میں گر کر آپ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے انہیں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ''سلمان! جو کام اہل عجم اپنے بادشاہوں کے لئے کرتے تھے تم میرے لئے وہ کام مت کرو۔ میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح سے کھانا کھاتا ہوں اور انہیں کی طرح بیٹھتا ہوں''۔

حضرت سلمانؓ نے خدمت پیغمبرؐ میں عرض کیا: ''یا رسول اللہؐ! میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن حضرت زہراؑ کو جو مقام حاصل ہوگا آپ مجھے اس سے مطلع فرمائیں''۔

پیغمبر اکرمؐ نے مسکرا کر سلمانؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''اس خدا کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ فاطمہؑ وہ خاتون ہے جو اونٹ پر سوار ہو کر میدان حشر کو عبور کرے گی۔ اس کی سواری کا سر خشیت خدا سے جھکا ہوا اور اس کی آنکھیں نور خدا سے منور ہوں گی۔ فضائل سیدہؑ بیان کرتے ہوئے رسول خداؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ اس اونٹ کی دائیں جانب اور میکائیلؑ اس کی بائیں جانب اور علیؑ اس کے آگے آگے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، خداوند عالم اس کا محافظ و نگہبان ہوگا یہاں تک کہ وہ صحن محشر کو عبور کریں گے۔ ان لمحات میں خداوند عالم کی طرف سے ندا آئے گی۔

اے تمام مخلوقات! اپنی آنکھیں بند کرو اور اپنے سروں کو جھکا لو کیونکہ اب تمہارے

پیغمبرؐ کی بیٹی اورتمہارے امام علیؑ کی زوجہ اورحسنؑ وحسینؑ کی والدہ فاطمہؑ پل صراط سے گزر رہی ہیں۔ اس وقت فاطمہؑ کے سر پر دو شفاف اور سفید چادریں ہوں گی اور جب فاطمہؑ جنت میں پہنچ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمات کا ملاحظہ کریں گی جو خدا نے ان کیلئے تیار کی ہیں تو وہ کہیں گی۔" بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله الذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكورo الذى احلنا دار المقامة من فضله لا يمسنا فيها نصب و لا يمسنا فيها لغوب. " (سورۂ فاطر آیت ۳۴.۳۵) تمام قسم کی تعریف اللہ کیلئے مخصوص ہے جس نے ہم سے رنج وغم کو دور کیا بیشک ہمارا پروردگار بہت زیادہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں ایسی رہنے کی جگہ پر وارد کیا ہے جہاں نہ کوئی تھکن ہم کو چھو سکتی ہے اور نہ کوئی تکلیف ہم تک پہنچ سکتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کو وحی کرے گا۔

''اے فاطمہؑ! تو جو چاہے مجھ سے سوال کر میں تجھے عطا کروں گا اور تجھے راضی کروں گا''۔

اس وقت فاطمہؑ بارگاہ احدیت میں عرض کریں گی: ''خدایا! تو ہی میری امید ہے بلکہ میری امید سے بھی بلند و بالا ہے میں تیری بارگاہ میں یہ سوال کرتی ہوں کہ میرے محبوں اور میری اولاد کے محبوں کو آتش دوزخ میں عذاب نہ دینا''۔

اللہ تعالیٰ وحی کرے گا: '' اے فاطمہؑ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! زمین وآسمانوں کی خلقت سے دوہزار سال قبل میں اپنے ساتھ قسم کھا چکا ہوں کہ میں تجھ سے محبت کرنے والوں اور تیری اولاد سے محبت کرنے والوں کو آگ میں عذاب نہیں دوں گا۔

زہد فاطمہؑ کی ایک جھلک

سید ابن طاؤس نے ابوجعفر احمد قمیؒ کی کتاب زھد النبی سے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

جب سورہ حجر کی یہ دو آیات نازل ہوئیں۔

وان جهنم لمو عدهم اجمعینo لها سبعة ابواب لکل باب منهم جزء مقسومo اور جہنم ایسے تمام لوگوں کی وعدہ گاہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک حصہ تقسیم کردیا گیا ہے۔(الحجر۔۴۳۔۴۴)

یہ آیات سن کر پیغمبر اکرمؐ بہت زیادہ روئے۔ آنحضرتؐ کو روتے دیکھ کر صحابہ بھی رونے لگے۔ صحابہ کو رونے کی وجہ کا کوئی علم نہیں تھا۔ پیغمبر اکرمؐ اتنے غمگین ہوئے کہ کسی کو آپ سے پوچھنے کا یارانہ ہوتا تھا۔

حضرت رسول خداؐ کی یہ عادت تھی کہ آپ جب بھی اپنی لخت جگر کو دیکھتے تھے تو خوش ہوجاتے تھے اسی لئے ایک صحابی حضرت سیدہؑ کے گھر کی طرف چل پڑا تا کہ اس رنجیدہ ماحول کو کسی طرح سے ختم کیا جاسکے۔ جب وہ حضرت سیدہؑ کے دروزے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ چکی پیس رہی ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہی ہیں۔[1] "وما عند اللّٰہ خیر و ابقیٰ" اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہ بہتر ہے اور وہ زیادہ باقی رہنے والا ہے۔(القصص۔۶۰۔الشوریٰ ۳۶)

اس صحابی نے آپؑ پر سلام کیا اور آپؑ کو رسول خداؐ کے رونے کی خبر دی۔

یہ خبر سنتے ہی حضرت سیدہؑ بلا تاخیر اٹھیں آپؑ نے اپنی وہ پرانی چادر سر پر رکھی جس میں لیف خرما کی بارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور اپنے بیت الشرف سے باہر آئیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت سیدہؑ کو اس حالت میں دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی اور رو کر کہا: ہائے افسوس! قیصر و کسریٰ تو سندس و حریر کا لباس پہنیں لیکن پیغمبر خداؐ کی بیٹیؑ ایک

۱۔ علامہ اقبال نے لکھا تھا:

آں ادب پروردہ صبر و رضا ۔ آسیا گردان و لب قرآن سرا

وہ صبر و رضا کی ادب پروردہ شہزادی ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں اور ان کے لب قرآن پڑھا کرتے تھے۔ (از مترجم اردو)

بوسیدہ چادر پہنے جس میں متعدد گرہیں لگی ہوئی ہوں۔

الغرض حضرت سیدہؑ، پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! سلمانؓ میرے لباس پر تعجب کر رہا ہے جب کہ مجھے اس خداوند عالم کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ہمیں تو پورے پانچ سال ہو چکے ہیں کہ ہمارے بچھانے کا گدا بس ایک پوست گوسفند پر مشتمل ہے جس پر ہم رات کو آرام کرتے ہیں اور دن کے وقت ہمارا اونٹ اس پوست پر گھاس کھاتا ہے اور ہمارا تکیہ لیف خرما سے بھرا ہوا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے سلمانؓ سے فرمایا: " ان ابنتی لفی الخیل السوابق ": بے شک میری بیٹی سبقت حاصل کرنے والوں کی صف سے تعلق رکھتی ہے۔

پھر حضرت سیدہؑ نے عرض کی: اباجان! آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟

اس کے جواب میں رسول خداؐ نے سورۂ حجر کی مذکورہ دو آیات تلاوت فرمائیں جب حضرت سیدہؑ نے جہنم کا نام سنا تو چہرے کے بل زمین پر گریں اور فرمانے لگیں: "الویل ثم الویل لمن دخل النار": ہائے! افسوس پھر افسوس اس پر جو دوزخ میں چلا جائے۔

جب سلمانؓ نے ان آیات کو سنا تو کہا: کاش میں ایک گوسفند ہوتا میرے خاندان والے مجھے ذبح کرتے اور میری کھال اتار لیتے لیکن میں نے دوزخ کا نام نہ سنا ہوا ہوتا۔

ابوذرؓ نے کہا: کاش میری ماں بانجھ ہوتی کہ میں پیدا نہ ہوا ہوتا اور آگ کا نام نہ سنا ہوتا۔

مقدادؓ نے کہا: اے کاش میں بیابان کا ایک پرندہ ہوتا کہ نہ میرا حساب ہوتا نہ مجھ پر عِقاب ہوتا۔اور میں نے آگ کا نام نہ سنا ہوتا۔

حضرت علیؑ نے کہا: اے کاش جنگل کے درندوں نے میرے جسم کو پھاڑ لیا ہوتا، اے کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور میں نے دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔ پھر حضرت علیؑ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور رو رو کر کہنے لگے: " وابعد سفراہ، واقلة زادہ فی سفر

القیامة......" ہائے طول سفر اور ہائے سفر قیامت کے لئے زادراہ کی کمی۔

ہائے (گناہ گار) لوگ آگ کی طرف جارہے ہوں گے اور آگ ان کو گھیرے میں لے لے گی۔ وہ ایسے بیمار ہیں جن کی عیادت کرنے والا کوئی نہیں اور وہ ایسے زخمی ہیں جن کے زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ ایسے قیدی ہیں جنہیں بند آتش سے آزاد کرنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ ایسے قیدی ہیں جن کے زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں۔ ان کی خوراک اور ان کا پانی آگ کا ہوگا اور وہ آگ کے شعلوں میں غوطے کھانے والے ہوں گے۔ جب کہ وہ دنیا میں کپاس سے بنا ہوا لباس پہنتے تھے اور دوزخ میں آگ کی لپٹیں ان کا لباس ہوں گی۔ دنیا میں وہ لوگ اپنی بیویوں سے ہم آغوش ہوتے تھے لیکن دوزخ میں شیاطین کے ہم آغوش ہوں گے۔

پیغمبرؐ اور بنتؑ پیغمبر کا زہد

پیغمبر اکرمؐ کا دستور تھا کہ جب آپؐ کسی سفر کے سلسلہ میں باہر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہؑ سے الوداع کہتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہؑ سے ملاقات کرتے تھے اور اس طرح سے جدائی کے لمحات کو کم سے کم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک سفر جنگ سے آنحضرتؐ واپس مدینہ تشریف لائے تو حسب عادت اپنی نور نظر کے گھر گئے جب دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ پر مخصوص پردہ لگا ہوا ہے اور آپ نے اپنے نواسوں حسنؑ وحسینؑ کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں چاندی کے دست بند تھے۔

پیغمبر اکرمؐ یہ دیکھتے ہی وہاں سے چلے گئے اور گھر میں تشریف نہ لائے۔ حضرت سیدہؑ کو اپنے والد کے اس عمل کا پتا چلا تو آپ سمجھ گئیں کہ وہ اس پردہ اور حسنینؑ کے دست بند کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ آپ نے وہ پردہ اتارا اور اپنے شاہزادوں کے ہاتھوں سے چاندی کے دست بند اتارے اور اپنے شاہزادوں کے ہاتھ وہ پردہ اور دست بند رسول خداؐ کے حضور روانہ فرمائے۔

رسول خداؐ نے حسنینؑ سے پردہ اور چاندی کے دست بند لے لئے اور اپنے ایک غلام جس کا نام ثوبان تھا، سے فرمایا کہ یہ دست بند فلاں جگہ لے جا کر فروخت کردو اور اس کی قیمت میں سے میری بیٹی فاطمہؑ کے لئے چوب عصب کا ایک گلو بند اور حسنینؑ کے لئے چوب عاج کے دست بند خرید کرو۔

فان هولاء اهل بيتى ولا احب ان ياكلوا طيباتهم فى حياتهم الدنيا: کیونکہ یہ میرے اہل بیتؑ ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنی نیکیوں کا بدلہ اس دنیا میں ہی حاصل کرلیں۔[1]

سیدہؑ اور نوشتۂ پیغمبرؐ کا احترام

شیخ جلیل ابو جعفر طبری اپنی کتاب ''الدلائل'' میں ابن سعود کی سند سے رقم طراز ہیں:

ایک شخص حضرت سیدہؑ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور اس نے کہا: کیا آپ کے پاس رسول خداؐ کی کوئی نشانی بطور یادگار موجود ہے جس کی میں زیارت کرکے ثواب حاصل کرسکوں؟

حضرت سیدہؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا: وہ لکھی ہوئی تختی لے آؤ۔

کنیز نے تلاش شروع کی لیکن اسے تختی کہیں دکھائی نہ دی۔ حضرت سیدہؑ نے کنیز سے فرمایا: ''**ويحك اطلبيها فانها تعدل عندى حسنا وحسينا**'' تجھ پر افسوس اسے تلاش کر کیونکہ وہ تختی میری نظر میں حسنؑ وحسینؑ کے مساوی ہے۔

کنیز ڈھونڈھنے لگی اور بالآخر اس نے اسے تلاش کرلیا اور وہ مذکورہ تختی حضرت سیدہؑ کے سامنے لے کر آئی۔ اور اس تختی پر یہ عبارت تحریر تھی۔

رسول خداؐ نے فرمایا: وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا ہمسایہ اس کی اذیت سے محفوظ نہ ہو۔ جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کو نہ ستائے۔ جو خدا اور روز آخرت

۱۔ مسند احمد اور کشف الغمہ قرآن میں سورہ احقاف کی ۲۰ ویں آیت کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں کہ روزِ قیامت کافروں کو آگ میں لے جایا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا: **اذهبتم طيباتكم فى حياتكم الدنيا**۔ تم لذائذِ دنیا کے مزے خوب لوٹ چکے۔ (مترجم فارسی)

پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائی طلب کرنے والے، بردبار اور صلہ رحمی کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر گالی بکنے والے بدزبان، بے شرم اور زیادہ سوال کرنے والے اور سوال میں اصرار کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کا مقام جنت ہے اور گالی دینا بے شرمی ہے اور بے شرمی کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔[1]

مصائب زہراؑ کی پیش گوئی

شیخ صدوقؒ نے ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں پیغمبر اسلام نے اپنے اہل بیت پر مصائب وارد ہونے کا تفصیلی تذکرہ کیا۔ وہ طویل روایت جس کا تعلق مصائب زہراؑ سے ہے یہ ہے:

بہر نوع میری دختر فاطمہؑ اولین وآخرین کی خواتین کی سردار ہے اور وہ میرا پارہ تن ہے اور میری آنکھوں کا نور ہے۔ میرا میوہ دل ہے اور وہ میری روح ہے جو کہ میرے پہلو میں دھڑکتی ہے۔ وہ انسانی روپ میں حور ہے، وہ جب بھی محراب عبادت میں خدا کی عبادت کے لئے کھڑی ہوتی ہے تو اس کا نور اہل آسمان کے لئے ایسے چمکتا ہے جیسا کہ اہل زمین کے لئے ستاروں کا نور چمکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے فرشتو! تم میری کنیز کو دیکھو جو کہ تمام کنیزوں کی سردار ہے۔ وہ اس وقت میری عبادت کے لئے میرے سامنے کھڑی ہے۔ دیکھو میرے خوف سے اس کے جسم کے اعضاء کس

۱۔ اس تختی کی عربی میں تحریر یہ تھی:

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم . قال محمد النبی (ص) ليس من المومنين من لم يؤمن جاره بوائقه، ومن كان يومن باللّٰه واليوم الاخر فلا يوذی جاره. ومن كان يومن باللّٰه واليوم الاخر فليقل خيرا او يسكت. ان اللّٰه تعالی يحب الخير الحليم المتعفف و يبغض الفاحش البذاء السال المحلف. ان الحياء من الايمان والايمان من الجنة وان الفحش من البذآء والبذآء فی النار.

طرح سے لرز رہے ہیں اور وہ پورے دل کی توجہ سے میری طرف متوجہ ہے۔ میں تمہیں گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے شیعوں کو آتش دوزخ سے آزاد کیا ہے۔ (یعنی میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ اس کے شیعہ دوزخ سے امان میں ہوں گے) مؤلف کہتا ہے اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

میں جب بھی فاطمہؑ کو دیکھتا ہوں تو میں اس کے ان مصائب و آلام کو یاد کرتا ہوں جو میرے جانے کے بعد اس پر وارد ہوں گے۔ میں گویا اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ اس کے گھر کو پریشانی نے آلیا ہے اور میرے بعد لوگ اس کا احترام نہیں کررہے۔ اس کا حق غصب کرلیا گیا ہے۔ اسے حق میراث سے محروم کردیا گیا ہے۔ اس کا پہلو شکستہ ہوچکا ہے۔ اس کا حمل ساقط ہوگیا ہے اور وہ اس وقت مجھے ''یامحمداہ'' کہہ کر مدد کے لئے پکار رہی ہے۔ لیکن اس کی آواز پر جواب دینے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ مدد طلب کررہی ہے لیکن کوئی اس کی مدد کو نہیں آتا۔ وہ میرے بعد ہمیشہ غمگین اور محزون ہے وہ کبھی سلسلہ وحی کے منقطع ہونے پر روتی ہے اور کبھی میری جدائی کو یاد کرکے روتی ہے اور آدھی رات کے وقت وہ گھبرا جاتی ہے کیونکہ اسے میری تلاوت قرآن کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اور ان لمحات کو یاد کرتی ہے کہ وہ اپنے والد کی زندگی میں کس قدر محترم تھی لیکن اب اس کا احترام ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔

اس وقت خدا اپنے فرشتوں کو اس کا مونس قرار دے گا اور فرشتے اس سے باتیں کریں گے جیسا کہ وہ مریمؑ سے کیا کرتے تھے اور وہ اسے آواز دے کر کہیں گے: ''**یا فاطمة ان اللّٰه اصطفاکِ وطهركِ واصطفاکِ علیٰ نساء العالمین. یا فاطمة اقنتی لربکِ واسجدی وارکعی مع الراکعین.**'' اے فاطمہؑ! اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک و پاکیزہ بنایا ہے اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں سے ممتاز کیا ہے۔ اے فاطمہؑ اپنے پروردگار کی عبادت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

پھر میں گویا یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ میری بیٹی دردمند ہے اور بیمار

ہے اور اسے تیماردار کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مریمؑ بنت عمران کو اس کی تیمارداری کے لئے روانہ کرتا ہے اور وہ اس کی تیمارداری کرتی ہے۔اس وقت میری بیٹی بارگاہ احدیت میں یوں رازونیاز کررہی ہے۔

''خدایا! میں زندگی سے سیر ہوچکی ہوں، میں تھک چکی ہوں اہل دنیا سے میں نے بہت سے دکھ اٹھائے ہیں اب مجھے میرے والد کے ساتھ ملحق فرما۔''

اللہ اسے مجھ سے ملحق کرے گا وہ میرے خاندان میں سب سے پہلے میرے پاس غمگین اورمحزون حالت میں آئے گی کہ اس کا حق غصب کیا جاچکا ہوگا اور اسے مارڈالا گیا ہوگا۔ اور میں اس وقت خدا کے حضورعرض کروں گا۔

''خدایا جن لوگوں نے اس پرظلم کیا ہے انہیں اپنی رحمت سے دور فرما اور جن لوگوں نے اس کا حق غصب کیا ہے ان سے پورا بدلہ لے۔جن لوگوں نے اسے پریشان کیا ہے انہیں ذلیل وخوار فرما اور جنہوں نے اس کے پہلو کو زخمی کیا ہے اور جنہوں نے اس کے حمل کو ساقط کیا ہے انہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل فرما''۔

اس وقت فرشتے میری دعا کی قبولیت کے لئے آمین کہیں گے۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا عقد

سیدہؑ کا حق مہر

بحار میں کتاب امالی شیخ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خداؐ نے حضرت زہراؑ کی حضرت علیؑ سے شادی کی۔ ایک دن آپ فاطمہؑ کے پاس گئے تو انہیں روتے ہوئے پایا۔ آپؐ نے فرمایا: تم کیوں رو رہی ہو؟ خدا کی قسم میرے خاندان میں کوئی مرد علیؑ سے بہتر ہوتا تو میں علیؑ کی بجائے تمہارا نکاح اسی سے کرتا۔ میں نے تمہیں علیؑ کی زوجیت میں دیا اور تمہارا حق مہر دنیا کا خمس قیامت تک قرار دیا گیا ہے۔

سیدہؑ کا جہیز

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا: اٹھو اور اپنی زرہ بیچ دو۔ میں اٹھا اور میں نے اپنی زرہ فروخت کردی، اس کی رقم لے کر آنحضرتؐ خدمت میں حاضر ہوا اور ساری رقم میں نے آپ کے دامن میں ڈال دی۔ رسول خداؐ نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ رقم کتنی ہے اور نہ ہی میں نے رقم کی مقدار ان کی گوش گزار کی۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس میں سے کچھ رقم اٹھائی اور بلال حبشیؓ کے حوالے کرکے فرمایا: اس رقم سے فاطمہؑ کے لئے عطر اور خوشبو خرید کرو۔

پھر آپؐ نے اس رقم میں سے دو مٹھیاں بھریں اور وہ حضرت ابوبکر کے حوالے کیں اور

فرمایا: اس رقم سے فاطمہؑ کے لئے مناسب لباس اور خانہ داری کے لئے ضروری اشیاء خرید کرو۔

آنحضرتؐ نے مدد کے لئے عمار یاسرؓ اور کچھ صحابیوں کو بھی ان کے ساتھ بھیجا۔ یہ لوگ بازار میں آئے اور جو جو چیز انہیں پسند آتی وہ حضرت ابوبکر کو اس کی نشاندہی کرتے اور اگر وہ مناسب سمجھتے تو اسے خرید کر لیتے تھے۔ان لوگوں نے بازار سے حسب ذیل اشیاء کی خریداری کی۔

۱۔ ایک جوڑا لباس۔ سات درہم کا

۲۔ ایک دوپٹہ۔چار درہم کا

۳۔ ایک سیاہ خیبری چادر (یا سیاہ عبا)

۴۔ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی ایک چارپائی۔

۵۔ دو عدد لحاف مصری جن میں سے ایک میں پشم اور دوسری میں لیف خرما بھری ہوئی تھی۔

۶۔ طائف کے دباغت شدہ چمڑے سے بنے ہوئے چار عدد تکیے جن میں خشک گھاس بھری ہوئی تھی۔

۷۔ باریک اونی پردہ

۸۔ ''ہجر'' کے علاقہ کی بنی ہوئی چٹائی

۹۔ ہاتھ سے چلنے والی ایک چکی

۱۰۔ ایک تانبے کا تھال

۱۱۔ پانی کا ایک مشکیزہ

۱۲۔ مٹی کا ایک پیالہ

۱۳۔ پانی کو ٹھنڈا رکھنے والی مخصوص مشک

۱۴۔ مٹی کا آفتابہ جس کے بیرونی حصہ پر رنگ ملا ہوا تھا۔

۱۵۔ سبز رنگ کا ایک لوٹا (مٹی کا)

۱۶۔ مٹی کے چند کوزے

جب ان اشیاء کی تکمیل ہوگئی تو ان میں سے کچھ چیزیں حضرت ابوبکر نے اٹھائیں اور کچھ سامان ان کے ساتھیوں نے اٹھایا اور یوں تمام سامان رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ نے تمام اشیاء کو الٹ پلٹ کر اچھی طرح سے دیکھا اور فرمایا: "**بارک اللّٰہ لاھل البیت**" اللہ تعالیٰ اسے اہل خانہ کے لئے مبارک کرے۔

سیدہؑ کی رخصتی اور ولیمۂ عروسی

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نکاح کو ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ میں روزانہ آنحضرتؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس چلا جاتا تھا۔ اس پورے عرصہ میں نے آنحضرتؐ سے رخصتی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

ایک ماہ گزرنے کے بعد ازواج پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ نہیں چاہو گے کہ ہم فاطمہؑ کی رخصتی کے لئے رسول خداؐ سے کچھ عرض کریں؟

میں نے کہا: آپ بات کریں۔

ازواج جمع ہوکر رسول خداؐ کے پاس گئیں اور ام ایمنؓ [1] (بعض روایات کے مطابق ام سلمہ) نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! ہم آپ کے پاس ایک ایسے کام کے سلسلے میں حاضر ہوئی ہیں کہ اگر آج خدیجہؑ زندہ ہوتیں تو اس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی۔ بات یہ ہے

۱۔ ام ایمنؓ ایک صاحب ایمان اور باعظمت خاتون تھیں۔ وہ رسولؐ کی آزاد کردہ کنیز تھیں رسول خدا کی والدہ حضرت آمنہؑ کی وفات کے بعد انہوں نے آپؐ کی سرپرستی کی تھی اسی لئے آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میری ماں کے بعد ام ایمنؓ میری ماں ہے۔

بعض مورخین کے بیان کے مطابق ام ایمنؓ حضرت خدیجہؑ کی بہن کی کنیز تھیں اور انہوں نے اسے رسول خداؐ کو ہبہ کیا تھا۔ (از مترجم فارسی)

کہ علیؑ اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہیں۔ آپؐ فاطمہ زہراؑ کی آنکھوں کو علیؑ کے دیدار جمال سے منور فرمائیں اور ہماری آنکھوں کو بھی ٹھنڈک بخشیں''۔

رسول خداؐ نے فرمایا: علیؑ خود یہ تقاضا کیوں نہیں کرتے جب کہ ہمیں تو توقع تھی کہ وہ خود ہی اس سلسلہ میں اقدام کریں گے؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! مجھے یہ درخواست کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی اسی لئے میں کوئی درخواست نہ کرسکا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: اب یہاں کون کون موجود ہے؟

ام سلمہ نے عرض کی: میں حاضر ہوں، زینب حاضر ہے اور فلاں فلاں حاضر ہیں۔

رسول خداؐ نے فرمایا: ہمارے گھر کے قریب ایک کمرہ کو خیمہ عروسی کے طور پر تیار کرو۔

ام سلمہ نے عرض کی: یا رسول اللہ کون سے کمرے کو سجائیں؟

رسول خداؐ نے فرمایا: تم اپنے کمرے کو سجاؤ۔

پھر آنحضرتؐ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ حضرت سیدہؑ کو دلہن بنانے کے لئے آراستہ کریں۔

ام سلمہ نے حضرت سیدہؑ سے کہا: کیا آپ کے پاس کوئی مناسب خوشبو موجود ہے؟

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: جی ہاں! پھر حضرت سیدہؑ ایک عطر کی شیشی لے آئیں اور اس میں سے کچھ عطر حضرت ام سلمہؓ کی ہتھیلی پر ڈالا۔ حضرت ام سلمہؓ کے بقول میں نے اتنا خوشبودار عطر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ نے جناب سیدہؑ سے پوچھا کہ اتنا اچھا عطر تم نے کہاں سے حاصل کیا؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: وحیہ کلبی میرے اباجان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ میرے والد مجھے فرماتے تھے کہ اپنے چچا کے لئے فرش لاؤ۔ میں فرش لاتی تھی اور بچھاتی تھی اور وہ اس پر بیٹھ جاتے تھے۔ جب وہ فرش سے اٹھتے تھے تو ان کے لباس کے اندرونی حصے سے

ایک چیز گرتی تھی۔ میرے والد مجھ سے فرماتے تھے کہ میں اسے جمع کرتی جاؤں۔ اور یہ وہی خوشبو ہے۔[1]

واضح رہے کہ ایک بار حضرت علیؑ نے بھی رسول خداؐ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا گرتا ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جبرئیل کے پروں سے عنبر کے ٹکڑے گرتے ہیں۔

پھر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اپنی شادی کے لئے اچھے سے ولیمہ کا انتظام کرو۔ ولیمہ کے لئے گوشت اور روٹی ہم فراہم کریں گے اور گھی اور خرما تمہارے ذمہ ہے۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ کا فرمان سن کر میں گیا، گھی اور خرما خریدا اور رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی آستینیں چڑھائیں اور خرما اور گھی کو ملانے لگے پھر آپ نے ایک موٹا تازہ گوسفند اور بہت سی روٹیاں ہمارے پاس بھیجیں۔

پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تم جسے بلانا چاہو ولیمہ کے لئے بلالو۔

میں مسجد میں گیا وہاں بہت سے اصحاب جمع تھے۔ مجھے شرم محسوس ہوتی تھی کہ کچھ کو دعوت دوں اور کچھ کو نہ دوں۔ بہر حال میں بلند جگہ پر کھڑا ہوگیا اور بلند آواز سے کہا "اجیبوا الی ولیمة فاطمة" (لوگو فاطمہؑ کی شادی کی دعوت ولیمہ قبول کرو)۔ یہ آواز سن کر سب لوگ دعوت ولیمہ کے لئے چل پڑے۔ جب میں نے لوگوں کی کثرت اور کھانے کی قلت کو دیکھا تو میں شرمندہ ہوا۔

رسول خداؐ نے میری اس کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا: میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی دعا کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ تمام لوگوں نے سیر ہوکر کھانا

۱۔ وحیہ بن خلیفہ کلبی رسول خدا کے مشہور صحابی تھے اور وہ سابقین اولین کے ایک فرد تھے اور وہ انتہائی خوبصورت شخص تھے۔ کبھی کبھی جبرئیل امین وحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ سے گفتگو کرتے تھے۔ دیکھنے والے یہ سمجھتے تھے کہ رسول خدا وحیہ کلبی سے ہم کلام ہورہے ہیں اور اس روایت میں بھی اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں ۴۸ھ میں حضرت وحیہ کی وفات ہوئی۔

اسد الغابہ، جلد دوم، صفحہ ۱۳۰۔ استیعاب جلد اول صفحہ ۶۲۳ (از مترجم فارسی)

کھایا اور ہمارے حق میں دعا کی کہ خدا ہمیں برکت دے۔ شرکائے ولیمہ کی تعداد چار ہزار افراد سے زیادہ تھی۔ سب نے جی بھر کے کھانا کھایا مگر کھانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی پھر آنحضرتؐ نے اپنی ازواج کے لئے کاسے پُر کر کے انہیں بھیجے۔ اور آخر میں آپ نے ایک کاسہ خوراک سے بھرا اور فرمایا: یہ فاطمہؑ اور اس کے شوہر کے لئے ہے۔

رخصتی

سورج ڈوب گیا تو پیغمبر اکرمؐ نے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو یہاں لے آؤ۔ ام سلمہؓ، حضرت فاطمہؑ کو دلہن بنا کر آنحضرتؐ کے پاس لے آئیں اس وقت سیدہؑ کی چادر کا پلو زمین پر خط کھینچ رہا تھا انہیں شرم وحیا کے مارے پسینہ آ رہا تھا اور ان کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت کی لغزش سے محفوظ رکھے''۔

جب سیدہؑ رسول خداؐ کے سامنے کھڑی ہوئیں تو آپؐ نے ان کے رخ اطہر سے نقاب ہٹائی حضرت علیؑ نے ان کے جمال کا دیدار کیا۔ پھر آپ نے سیدہؑ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: بارک اللّٰہ لک فی ابنۃ رسول اللّٰہ ...

دختر پیغمبر کو اللہ تمہارے لئے مبارک کرے۔ اے علیؑ! فاطمہ بہترین بیوی ہے۔ اور اے فاطمہؑ! علیؑ بہترین شوہر ہے۔ اب تم اپنے گھر جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔

حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہؑ کو کمرے کے ایک کونے میں بٹھایا اور خود کمرے کے دوسرے کونے میں بیٹھ گیا اور ہم دونوں شدت شرم کی وجہ سے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

پیغمبر اکرمؐ کی آمد اور زوجین کو مبارک باد

کچھ دیر بعد رسول خداؐ گھر کے دروازے پر تشریف لائے اور فرمایا: یہاں کون ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تشریف لائیں۔ آپ کی آمد پر ہم آپ کو مرحبا کہتے ہیں۔

رسول خداؐ گھر میں تشریف لائے اور آپؐ نے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: فاطمہؑ اٹھو اور تھوڑا سا پانی لاؤ۔

یہ سن کر فاطمہؑ اٹھیں اور پانی کا پیالہ بھر کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرتؐ نے اس میں سے کچھ پانی ہاتھ میں لے کر منہ میں ڈالا اور کلی کرکے کلی والا پانی اس پیالے میں ڈالا اس کے بعد آپؐ نے اس میں سے کچھ پانی فاطمہ زہراؑ کے سر پر ڈالا اور فرمایا۔ میری طرف منہ کرو۔ جب فاطمہ زہراؑ نے آنحضرتؐ کی طرف منہ کیا تو آپؐ نے کچھ پانی ان کے سینہ پر ڈالا اور کچھ پانی آپ نے ان کے شانوں کے درمیان چھڑک دیا اور یہ دعا فرمائی:

پروردگارا! یہ میری بیٹی ہے اور مجھے یہ تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے اور پروردگار یہ (علیؑ) میرا بھائی اور تمام مخلوق میں سے مجھے سب سے پیارا ہے۔ خدایا! اسے اپنا ولی اور مددگار بنا اور اس کے اہل کو اس کے لئے مبارک فرما۔

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کرکے فرمایا: علیؑ اب تم اپنے اہل کے قریب جاؤ۔ اور خدا تمہارے لئے تمہاری بیوی بابرکت بنائے اور تم پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں کہ وہ لائق حمد وستائش ہے۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے:

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: فاطمہ زہراؑ کی رخصتی کے بعد تین دن تک رسول اکرمؐ ہمارے پاس نہ آئے اور بدھ کی صبح آپؐ ہمارے گھر میں تشریف لائے اس وقت اسماء بنت عمیسؓ ہمارے گھر میں موجود تھیں، رسول خداؐ نے فرمایا:

اس گھر میں جب ایک مرد موجود ہے اس کے باوجود تم یہاں کیوں ٹھہری ہوئی ہو؟

اسماءؓ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! جب کوئی عورت دلہن بن کر شوہر کے گھر جاتی ہے تو اسے ایک عورت کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ضروریات کا خیال رکھ سکے میں اسی لئے یہاں ٹھہری ہوئی ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے اسماءؑ! خداوند عالم تمہاری دنیا و آخرت کی جملہ حاجات پوری فرمائے۔[1]

امیر المؤمنین علیؑ کا بیان ہے: اس دن بڑی سردی تھی۔ میں نے اور فاطمہؑ نے اپنے آپ کو عباء سے چھپایا ہوا تھا اسی اثناء میں ہم نے رسول اکرمؐ کی آواز سنی۔ ہم نے چاہا کہ کھڑے ہو جائیں مگر آپؐ نے فرمایا: تمہیں میرے حق کی قسم! میرے آنے تک جدا نہ ہونا۔

آنحضرتؐ تشریف لائے اور ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور آپؐ نے اپنے پاؤں گرم کرنے کے لئے عبا میں داخل فرمائے اور میں اور فاطمہؑ دونوں مل کر آپؐ کے پاؤں گرم کرنے لگے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: پانی کا کوزہ لاؤ۔ میں نے پانی کا کوزہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھ کر اس پر تین بار دم کیا اور مجھے حکم دیا کہ تم یہ اپنی پی لو اور اس میں سے تھوڑا سا پانی بچانا۔

میں نے آپؐ کے فرمان پر عمل کیا۔ آپؐ نے باقی ماندہ پانی میرے سر اور سینے پر چھڑک کر فرمایا: ''**اَذھب اللّٰہَ عنکَ الرجس یا ابا الحسن وطھرکَ تطھیرًا**'' یعنی اے ابوالحسن! اللہ تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی طہارت عطا کرے جیسا کہ طہارت کا حق ہے۔

۱۔ اس روایت میں اسماء بنت عمیس کا ذکر موجود ہے۔ اس وقت حضرت اسماء جناب جعفر بن ابی طالبؑ کے حبالہ عقد میں تھیں اور اس وقت حضرت جعفرؓ حبشہ میں نجاشی کے دربار میں موجود تھے۔ اسی لئے بعض حضرات کا خیال ہے کہ نام میں تسامح ہوا ہے۔ اس وقت اسماء کی بجائے ان کی بہن سلمٰی بنت عمیس حضرت حمزہؓ کی زوجہ موجود تھیں اور انہوں نے یہ فرائض انجام دیئے تھے۔ (اعیان الشیعہ، جلد اول، طبع ارشاد، از مترجم فارسی)

عرض مترجم اردو: حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات کو یہ خواہ مخواہ اشتباہ ہوا ہے روایت اتنی مشہور اور مستند ہے کہ اس میں کسی طرح کی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں ہے اس کے لئے آیت اللہ محمد کاظم قزوینی کی کتاب ''فاطمۃ الزہراءؑ من المھد الی اللحد'' کا مطالعہ فرمائیں اور مذکورہ کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں خاکسار نے ''فاطمہ زہراؑ از ولادت تا شہادت'' کے نام سے کیا ہے۔ اہل تحقیق مذکورہ کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ اور تازہ پانی لاؤ میں برتن میں پانی لے آیا تو آپؐ نے اس پر قرآن مجید کی تین آیات پڑھیں اور تین بار دم کیا۔ پھر آپؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: کہ وہ اس پانی میں سے تھوڑا سا بچا کر باقی پی لیں۔ چنانچہ فاطمہؑ نے ایسا ہی کیا۔ آنحضرتؐ نے باقی ماندہ پانی ان کے سر اور سینہ پر چھڑکا اور فرمایا: ''اَذھب اللّٰہ عنکِ الرجس و طھرکِ تطھیرًا'' اللہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں ایسی طہارت عطا کرے جیسا کہ طہارت کا حق ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی سیدہؑ کو چند نصیحتیں

حضرت علیؑ نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: پیغمبر اکرمؐ نے ہماری ملاقات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ تم کچھ دیر کے لئے باہر چلے جاؤ۔ میں باہر چلا گیا پھر آپ زہراؑ کے ساتھ گھر میں تنہا بیٹھ گئے اور باپ بیٹی میں اس طرح کی خصوصی گفتگو ہوئی۔

پیغمبر اکرمؐ: پیاری بیٹی! تمہارا کیا حال ہے اور تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟

فاطمہؑ: اباجان! میں نے اپنے شوہر کو بہترین شوہر پایا ہے لیکن قریش کی چند عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور انہوں نے مجھے طعنہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ رسول خداؐ نے ایک غریب و مفلس شخص سے تمہاری شادی کی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ: میری پیاری بیٹی! نہ تو تیرا باپ غریب ہے اور نہ ہی تیرا شوہر غریب ہے۔ اللہ تعالٰی نے تمام سونے اور چاندی کے ذخائر میرے اختیار میں دیئے لیکن میں نے ان کے بدلے میں جزائے خداوندی کو منتخب کیا ہے۔

دختر عزیز! جو کچھ تمہارے والد کو معلوم ہے اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے تو تم بھی میری طرح سے دنیا کو حقیر اور ناچیز سمجھو گی۔ خدا کی قسم! میں نے تمہاری خیر خواہی میں کوئی کمی روا نہیں رکھی۔ تمہارا شوہر اسلام کی طرف سبقت کرنے میں سب سے مقدم ہے۔ اور علم کے لحاظ سے وہ سب سے بڑا عالم ہے اور حلم میں وہ تمام لوگوں سے بڑا حلیم ہے۔

پیاری بیٹی! جب اللہ نے اہل زمین پر خصوصی توجہ کی تو اس نے پوری روئے زمین میں سے دو افراد کا انتخاب کیا۔ ایک کو تمہارا والد قرار دیا اور دوسرے کو تمہارا شوہر قرار دیا۔

دختر عزیز! تمہارا شوہر بہترین شوہر ہے۔ تمام امور میں اس کی اطاعت کرنا۔

پیغمبر اکرمؐ کی حضرت علیؑ کو نصیحت

حضرت علیؑ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: پھر پیغمبر اکرمؐ نے مجھے صدا دی۔ میں داخل ہوا تو فرمایا: اپنی بیوی سے محبت اور مہربانی کرتے رہنا کیونکہ فاطمہؑ میرے بدن کا حصہ ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے بھی ناراض کیا اور جس نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا۔ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کو تمہارا محافظ قرار دیتا ہوں۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے: **فو اللّٰہ ما اغضبتها ولااکر هتها علیٰ امر حتی قبضها اللّٰہ عزوجل الیه والا اغضبتنی ولا عصت لی امرا ولقد کنت انظرالیها فیکشف عنی الهموم ولاحزان.**

خدا کی قسم! میں نے انہیں کبھی ناراض نہیں کیا تھا اور نہ کسی کام پر مجبور کیا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف بلا لیا۔ اور انہوں نے مجھے کبھی ناراض نہیں کیا اور کسی معاملہ میں میری نافرمانی نہیں کی۔ میں جب بھی ان کی طرف دیکھتا تو میرے تمام رنج والم دور ہو جاتے تھے۔

کنیز کا تقاضا اور تسبیح کی تعلیم

پھر رسول اللہؐ جانے کے لئے اٹھے تو فاطمہ زہراؑ نے گھر کے کام کاج کے لئے ان سے کنیز کا تقاضا کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم کنیز سے بہتر چیز چاہتی ہو؟

تو میں نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم ہاں کہہ دو۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی: ابا جان! میں کنیز سے بہتر چیز کی خواہش مند ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: روزانہ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر کہو۔ زبان پر یہ سو الفاظ دکھائی دیتے ہیں لیکن میزان اعمال میں ایک ہزار جزا کے موجب ہیں۔

فاطمہؑ! اگر روزانہ یہ تسبیح صبح سویرے کرو گی تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی اور اخروی امور میں کفایت کرے گا۔

شیخ طوسیؒ کی کتاب مصباح المتھجد میں منقول ہے۔

حضرت فاطمہؑ کی رخصتی ماہ ذی الحجہ کی یکم تاریخ کو ہوئی تھی۔ اور بعض راویوں سے یہ بھی روایت ہے کہ چھ ذی الحجہ کو حضرت سیدہؑ کی رخصتی ہوئی تھی۔

حصہ سوم

روداد سقیفہ بعد رحلت پیغمبرؐ

شیخ طوسی تلخیص الشافی، علامہ طبرسی کتاب الاحتجاج اور مشہور سنی عالم ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں احمد بن عبدالعزیز جوہری کی کتاب السقیفہ کے حوالہ سے سقیفہ کی جو روداد نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

اجتماع انصار

حضرت رسول اکرمؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد انصار مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور وہ بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو خلافت رسول کے عہدہ پر نامزد کرنے کے لئے ان کے گھر سے باہر لائے۔ اس وقت سعد بن عبادہ بیمار تھے اسی لئے ان کے لئے سقیفہ میں بستر بچھادیا گیا۔ انہوں نے سقیفہ میں حاضرین سے خطاب کیا اور انہیں دعوت دی کہ وہ زمام امور ان کے ہاتھوں میں دیدیں۔

تمام انصار جو کہ اس وہاں موجود تھے انہوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ پھر انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر مہاجرین نے یہ کہا کہ ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ ہجرت کی اور ہم ان کے پرانے رفیق ہیں اور ہمارا تعلق بھی رسول خدا کے خاندان سے ہے۔ اس کے باوجود تم نے

ہم سے خلافت وامارت میں جھگڑا کیوں کیا، تو اس سوال کا ہم کیا جواب دیں گے؟

اس سوال کے جواب میں ایک انصاری نے کہا: اگر مہاجرین نے ہم سے یہ بات کی تو ہم ان سے کہیں گے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا "منا امیر ومنکم امیر" ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ اس تجویز کے علاوہ ہم اور کوئی تجویز قبول نہیں کریں گے۔

جب سعد بن عبادہ نے انصار سے یہ گفتگو سنی تو ان سے کہا: "ھذا اول الوھن" یہ تمہاری طرف سے سستی اور مخالفت کی ابتدا ہے۔[1]

شیخین کی سقیفہ آمد اور حضرت ابوبکر کی تقریر

حضرت عمر کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ آپ گھر سے باہر آئیں اور فوراً مجھ سے ملاقات کریں۔

حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ فی الحال میں مصروف ہوں۔

حضرت عمر نے انہیں دوبارہ پیغام بھیجا کہ ایک اہم واقعہ ہو چکا ہے اس کے لئے آپ کا یہاں آنا بہت ضروری ہے۔ آپ لازمی طور پر آئیں۔

یہ پیغام سن کر ابوبکر اٹھے اور حضرت عمر سے ملاقات کی۔

حضرت عمر نے ان سے کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو چکے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ خلافت کی باگ ڈور سعد بن عبادہ کے سپرد کریں۔ ان میں سے ایک نیک ترین شخص نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ایک امیر ہم نے منتخب کرلیا ہے اور ایک امیر مہاجرین منتخب کرلیں۔

حضرت ابوبکر یہ سن کر سخت پریشان ہوئے اور وہ حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن جراح کو ساتھ لے کر فوراً سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ سقیفہ میں پہنچے تو وہاں بہت بڑا مجمع پہلے سے موجود تھا۔

حضرت عمر کا بیان ہے: جب ہم سقیفہ پہنچے تو میں نے چاہا کہ میں کھڑا ہو کر تقریر

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ششم، ص۶۔

کروں لیکن ابوبکر نے مجھ سے کہا: خاموش رہو میں گفتگو کروں گا اور میری تقریر کے بعد تمہیں جو کچھ کہنا ہو کہہ دینا۔

حضرت ابوبکر نے تقریر کی۔ اور حضرت عمر کے بقول ان کی تقریر اتنی جامع تھی کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا انہوں نے وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔

حضرت ابوبکر نے حمد پروردگار کے بعد کہا:

''اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ کو اپنی نبوت و رسالت اور لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور اللہ نے انہیں اپنی امت پر شاہد مقرر کیا تاکہ ان کی امت خدائے واحد کی عبادت کرے اور ہر قسم کے شرک سے دوری اختیار کرے۔ آنحضرتؐ اس دور میں مبعوث ہوئے جب کہ لوگوں نے اپنے لئے بہت سے خدا تراش رکھے تھے اور لوگ ان کی پوجا کرتے تھے اور وہ انہیں اپنا معبود تصور کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے تراشے ہوئے معبود ان کی شفاعت کریں گے اور انہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ حالانکہ وہ معبود پتھر اور لکڑی سے تراشے ہوئے تھے۔''

پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''**ویعبدون من دون الله مالا یضرهم ولا ینفعهم**'' (سورۂ یونس آیت ۱۸) اور وہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ دے سکتے ہیں۔

''اہل عرب کو اپنے آباء اجداد کا دین چھوڑنا مشکل دکھائی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین کو آنحضرتؐ کی تصدیق کا امتیاز عطا فرمایا وہ آپؐ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے اس راستہ میں بڑے ایثار سے کام لیا۔ آپ کی حمایت کی اور بدترین حالات اور مشرکین کی اذیت و تکالیف پر صبر و استقامت سے کام لیا۔

مہاجرین وہ پہلے افراد ہیں جنہوں نے زمین پر اللہ کی عبادت کی اور خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ مہاجرین پیغمبر خدا کے اصحاب اور ان کے رشتہ دار ہیں اور مہاجرین ہی پیغمبر خدا کی رحلت کے بعد لوگوں کی رہنمائی کی صحیح اہلیت رکھتے ہیں اور اس کے متعلق جو بھی ان کی

مخالفت کرے وہ ظالم ہے۔

گروہ انصار! تم بھی دین میں ان کی برتری اور امتیاز کا انکار نہیں کرسکتے اور ان کی سبقت اسلام کو رد نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالی نے تمہیں دین اور پیغمبر کے مددگار کے طور پر قبول کیا ہے۔ اور رسول خدا کی ہجرت بھی تمہاری طرف ہوئی۔

آنحضرتؐ کی بہت سی ازواج اور بہت سے اصحاب کا تعلق بھی تم سے ہے اور مہاجرین اولین کے علاوہ کوئی بھی شخص تمہارے مقام کو حاصل نہیں کرسکتا۔

''فنحن الامراء وانتم الوزراء'' ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہوگے۔ ہم تم سے مشورہ میں کوئی مضائقہ نہیں کریں گے اور تمہاری شرکت کے بغیر ہم کوئی فیصلہ نہیں کریں گے''۔

چند دیگر افراد کی گفتگو

حضرت ابوبکر کی اس تقریر کے بعد حباب بن منذر بن جموح انصاری نے اٹھ کر کہا۔
''گروہ انصار! اپنے معاملہ پر اچھی طرح سے ڈٹ جاؤ کیونکہ یہ لوگ تمہارے ہی زیر سایہ رہ رہے ہیں اور کسی کو تمہاری مخالفت کی جراُت نہیں ہے اور کسی میں یہ جراُت نہیں ہے کہ تمہاری مرضی کے بغیر زمام امور کو سنبھال سکے۔ تم عزت دار اور عظمت وجمعیت اور قوت رکھنے والے لوگ ہو۔ اس وقت لوگوں کی نظریں تمہارے ہی فیصلوں پر مرکوز ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے امور تباہ ہوجائیں گے اگر اس کہنے سننے کے باوجود بھی یہ لوگ ہماری بات کو تسلیم نہ کریں تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایک رہبر ہم میں سے اور ایک رہبر ان میں سے منتخب ہونا چاہئے''۔

یہ سن کر حضرت عمر نے کہا: ''ہیہات! دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ عرب اس بات پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ ان کا امیر انصار میں سے ہو۔ کیونکہ پیغمبر کا تعلق تمہارے قبیلہ سے نہیں تھا۔ البتہ عرب اس بات کو ماننے پر آمادہ ہوجائیں گے کہ ان کے رہبر کا تعلق ان

کے پیغمبر کے قبیلہ سے ہو۔ کس میں یہ جرأت ہے کہ وہ رسول خدا کی جانشینی کے لئے ہم سے جھگڑا کرے کیونکہ ہم پیغمبر کے اصحاب اور ان کے اہل خاندان ہیں۔"

حضرت عمر کی تقریر کے بعد حباب بن منذر اٹھے اور انہوں نے کہا: اے گروہ انصار! اپنے فیصلے پر قائم رہو اور اس شخص اور اس کے ساتھیوں کی باتوں کو قبول نہ کرو۔ یہ لوگ تم سے مقام رہبری ہتھیانا چاہتے ہیں اور اگر یہ لوگ تمہاری مخالفت کریں تو انہیں اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔ کیونکہ تم لوگ ہی مقام خلافت کے زیادہ حق دار ہو۔ شہر سے نکلنے پر تمہاری تلواریں انہیں مجبور کرسکتی ہیں۔لوگ اس امر میں تمہارے ہم نوا ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک محکم اور خلل ناپذیر ستون کی طرح مضبوطی سے جمع ہوا ہوں اور میں اس لکڑی کی طرح کھڑا ہوں جو کہ اونٹوں کے باڑوں کے ساتھ نصب کی جاتی ہے اور خارشی اونٹ اس سے اپنے جسم کی خارش مٹاتے ہیں اور میں اس درخت خرما کی طرح قائم ہوں جو کسی دیوار یا ستون سے وابستہ ہو اور میں شیر کی طرح کسی سے نہیں ڈرتا اور میں شیر جیسا جگر رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری خواہش ہو تو میں اس (عمر) کے سینگ کاٹ سکتا ہوں۔

عمر بن خطاب نے کہا: "اس شکل میں خدا تجھے قتل کردے گا۔"

حباب نے کہا: "خدا تجھے ہلاک کرے گا۔"[1]

اس وقت ابوعبیدہ بن جراح نے کھڑے ہوکر کہا: "اے گروہ انصار! مدینہ میں رسول خداؐ کی مدد کرنے والے تم پہلے لوگ ہو اور اب نظام اسلام میں تغیر وتبدل کرنے میں پہل نہ کرو۔"

بشیر بن سعد جو کہ نعمان بن بشیر کا باپ تھا، وہ اٹھا اور اس نے کہا: "اے گروہ انصار! آگاہ رہو کہ محمد مصطفیٰؐ قریش میں سے تھے اور ان کے رشتے دار ان کے زیادہ قریب ہیں۔ خدا کی قسم تم مجھے رہبری کے مسئلے میں ان سے جھگڑتے ہوئے نہیں دیکھو گے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۶۔ص ۸ اور ۱۰

بیعت ابوبکر

پھر حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور کہا: یہ عمر اور ابوعبیدہ یہاں موجود ہیں تم لوگ ان دونوں میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو۔

عمر اور ابوعبیدہ نے کہا: خدا کی قسم ہم حصول خلافت کے لئے آپ پر سبقت نہ کریں گے۔ آپ مہاجرین کی بہترین شخصیت ہیں۔آپ نماز قائم کرنے میں رسول خدا کے جانشین ہیں جو کہ دین کا بہترین حکم ہے! آپ ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور ابوعبیدہ کے لئے اپنا ہاتھ دراز کیا تو بشیر بن سعد نے ان دونوں سے سبقت کرتے ہوئے ان کی بیعت کی۔

حباب بن منذر انصاری نے چیخ کر کہا: بشیر! وائے ہو تجھ پر! تو نے اپنے چچا زاد کی حکومت پر حسد کیا۔

قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر نے اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کرکے کہا: اگر تم نے ابوبکر کی بیعت نہ کی تو قبیلہ خزرج تم پر برتری حاصل کرلے گا۔ یہ سن کر اسید کے ساتھی اٹھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی اور یوں قبیلہ اوس کی مخالفت کی وجہ سے سعد بن عبادہ شکست کھا گئے اور خلیفہ منتخب نہ ہوسکے۔

پھر تمام اطراف سے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ سعد بن عبادہ جو کہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے وہ لوگوں کے پیروں تلے پامال ہونے لگے، انہوں نے پکار کر کہا: تم نے مجھے مار ڈالا۔

حضرت عمر نے کہا: سعد کو قتل کردو۔ خدا اسے قتل کرے۔[1]

۱۔ یہ عبارت شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید جلد ا صفحہ ۱۷۴ سے لی گئی ہے

سعد کی تند و تیز گفتگو اور بیعت سے انکار

اس وقت سعد کے فرزند قیس بن سعد اٹھے، انہوں نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا: فرزند ضحاک! تو جنگوں میں بھاگتا رہا اور بزدلی دکھاتا رہا لیکن حالت امن و امان میں آج لوگوں میں شیر بن بیٹھا۔ اگر سعد کے سر کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو میں تیرے چہرے پر ایسا زخم لگاؤں گا کہ تیرے چہرے کی ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: سکون سے کام لو اور مدارات اختیار کرو کیونکہ مدارات سے کام سنور سکتے ہیں۔

سعد بن عبادہ نے حضرت عمر سے کہا: فرزند ضحاک!(ضحاک حضرت عمر کی ایک دادی تھیں جن کا تعلق حبش سے تھا) خدا کی قسم! اگر آج میں کھڑا ہونے کے لائق ہوتا اور بیمار نہ ہوتا تو آج تم اور ابوبکر مدینہ کی گلیوں میں ہی مجھے شیر کی طرح گرجتا ہوا پاتے اور میری گرج کی ہیبت سے تم مدینہ سے باہر چلے جاتے اور میں تم دونوں کو تمہاری قوم سے ملحق کر دیتا جہاں تم دونوں ذلیل و تابع ہوا کرتے تھے۔ جہاں دوسرے لوگ تم پر حکومت کرتے تھے۔اے گروہ خزرج! مجھے شور شرابہ کی جگہ سے لے چلو۔

ان کی قوم نے انہیں بستر سے اٹھایا اور انہیں ان کے گھر لے گئے۔ بعد میں حضرت ابوبکر نے سعد کو پیغام بھیجا کہ لوگ میری بیعت کر چکے ہیں تم بھی میری بیعت کرو۔

سعد نے جواب میں کہلا بھیجا: خدا کی قسم! میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا جب تک میرے ترکش میں تیر ہوگا وہ تمہاری طرف روانہ کروں گا اور اپنے نیزے کی انی کو تمہارے خون سے رنگین کروں گا اور جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی میں تم سے جنگ کرتا رہوں گا اور تمہیں یہ بھی علم ہونا چاہئے کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے میں میرا ہاتھ کوتاہ نہیں ہے میں اپنے خاندان اور پیروکاروں سمیت تم سے جنگ کروں گا۔

خدا کی قسم! اگر تمام جن وانس جمع ہوکر مجھے تمہاری بیعت کے لئے مجبور کریں گے تو بھی میں تم دو گناہگاروں کی بیعت نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے خدا سے ملاقات کروں اور اپنے مقدمہ خدا کے حضور پیش کروں۔

جب ابوبکر کے سامنے سعد کا جواب پیش کیا گیا تو حضرت عمر نے کہا: اب اس سے بیعت لینے کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں ہے۔

بشیر بن سعد نے حضرت عمر سے کہا: عمر! سعد ہرگز بیعت نہیں کریں گے اگرچہ انہیں قتل بھی ہونا ہو پھر بھی وہ بیعت نہیں کریں گے اور اگر انہیں قتل کیا گیا تو وہ اکیلے قتل نہیں ہوں گے ان کے ساتھ اوس وخزرج کے قبیلے بھی قتل ہوں گے۔ آپ انہیں ان کے حال پر رہنے دیں ان کی علیحدگی آپ کو کوئی نقصان نہیں دے گی۔

حضرت عمر اور ان کے ہم نوا افراد نے بشیر بن سعد کے مشورہ کو قبول کیا اور سعد کو ان کے حال پر رہنے دیا۔

سعد بن عبادہ نماز میں ان کے ساتھ شرکت نہیں کرتے تھے، تنازعات کے لئے ان سے فیصلہ طلب نہیں کرتے تھے۔ اگر انہیں مددگار میسر آجاتے تو وہ ان سے ضرور جنگ کرتے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں وہ اسی طرح سے رہے اور حضرت عمر کے عہد خلافت میں بھی ان کی پرانی روش جاری رہی۔ وہ حضرت عمر کے سامنے جانا پسند نہیں کرتے تھے اسی لئے وہ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد خلافت عمر کے دوران مقام ''حوران'' میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے شیخین میں سے کسی کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن میں نہیں ڈالا۔

ان کی موت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ رات کے وقت انہیں نا معلوم مقام سے تیر لگا جس کی وجہ سے وہ قتل ہوگئے اور یار لوگوں نے یہ مشہور کردیا کہ انہیں رات کی تاریکی میں قوم جنات نے تیر مار کر ہلاک کردیا۔[۱]

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید۔ جلد ۲۔ صفحہ ۷۔ اور ۸۲۶۔ قاموس الرجال جلد ۴۔ صفحہ ۳۲۸

افسانہ طرازی

مشہور مورخ بلاذری نقل کرتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب نے خالد بن ولید اور محمد مسلمہ انصاری کو اشارہ کیا تھا کہ وہ سعد بن عبادہ کو قتل کردیں۔ دونوں نے سعد پر تیر برسائے اور وہ تیر لگنے سے قتل ہوگئے۔ پھر لوگوں میں یہ بات مشہور کردی گئی کہ سعد کو قوم جنات نے قتل کیا ہے اور ایک شعر بھی بنا کر مشہور کردیا کہ جنات نے قتل کے بعد یہ شعر پڑھا تھا:

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ

فرميناه بسهمين فلم يخطافواده

ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا۔ ہم نے اس پر دو تیر برسائے اور وہ ٹھیک ٹھیک دل کے نشانے پر جا کر لگے۔

سقیفہ کے متعلق ابن ابی الحدید کی ایک اور روایت

مشہور سنی عالم ابن الحدید اپنے اسناد سے رقم طراز ہیں: جب پیغمبر اکرمؐ نے وفات پائی تو انصار نے سعد بن عبادہ کے پاس اجتماع کیا۔ اور بعد میں ابوبکر وعمر ابوعبیدہ ان کے پاس گئے۔ حباب بن منذر انصاری نے کہا'' منا امير ومنكم امير'' ایک سربراہ ہم میں سے ہے اور ایک تم میں سے ہونا چاہئے۔ اور اس نے مزید کہا: خدا کی قسم اے گروہ مہاجرین! ہم تمہاری قیادت اور رہبری پر حسد نہیں کرتے لیکن ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ ہم نے اسلامی غزوات میں جن کفار اور قریش کے افراد کو قتل کیا ہے، کل کو ان کے بیٹے اور بھائی حکمران بن جائیں گے اور وہ ہم سے انتقام لیں گے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نقیب ابوجعفر یحیٰی بن محمد علوی کے سامنے پڑھی تو انہوں نے کہا: '' میں حباب بن منذر کی فہم وفراست کی تصدیق کرتا ہوں اس نے جس

خطرہ کی پیشن گوئی کی تھی وہ آخر کار سچ ثابت ہوئی۔ یزید بن معاویہ نے ۶۳ ھ میں جنگ حرہ کے ذریعہ سے مقتولین بدر کا انتقام انصار مدینہ سے لیا تھا''۔

(واقعہ حرہ میں یزیدی افواج نے دس ہزار مسلمانان مدینہ کو قتل کیا تھا، ہزاروں خواتین کی عصمت دری کی گئی اور مسجد نبوی میں تین دن تک گھوڑے بندھے رہے۔ یقیناً حباب بن منذر کا اندیشہ درست ثابت ہوا)۔

پھر ابوجعفر یحییٰ بن علوی نے مجھ سے کہا: ''رسول خداؐ کو اندیشہ تھا کہ ایسے ظالم افراد برسر اقتدار آئیں گے جو ان کے اہل بیت اور ان سے وابستہ افراد پر ظلم وستم کریں گے۔ رسول اکرمؐ کے زمانے میں بہت سے مشرکین قتل ہوئے تھے اسی لئے آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ مقتولین کے رشتہ دار برسر اقتدار آگئے تو وہ اپنے مقتولین کا انتقام ان کی صاحبزادی اور ان کی اولاد سے لیں گے۔ اسی خطرہ کو بھانپ کر آپ نے اپنے ابن عمؑ کی خلافت ورہبری کا اعلان کیا تھا تاکہ وہ اور ان کی اولاد مستقبل کے خطرات سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ اگر پیغمبر اکرمؐ کی عترت زمام امور کو اپنے ہاتھوں میں لیتی تو یہ حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کی باتوں کی حفاظت کے لئے بہتر ہوتا۔ بہ نسبت اس کے کہ بیگانے حاکم ہوں۔ لیکن قضا وقدر نے ان کی مدد نہ کی اور حالات نے دوسرا رخ اختیار کرلیا اور اولاد رسولؐ کا جو انجام ہوا اس سے تم بخوبی آگاہ ہو''۔[1]

۱۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے صرف اپنے اہلبیت کے مستقبل کو محفوظ رکھنے کے لئے ہی حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان نہیں کیا بلکہ حضرت علیؑ کی صلاحیتوں یعنی ان کے علم، حلم، شجاعت، تقویٰ، دیانت اور صداقت اور حکم خداوندی کو مدنظر رکھ کر ان کی جانشینی کا اعلان کیا تھا۔ (مترجم فارسی)

کچھ حوادث اور سقیفہ کے عواقب

علیؑ اور بنی ہاشم کی سقیفہ سے لاتعلقی

شیخ مفید المتوفی ۴۱۳ھ کتاب ارشاد میں رقم طراز ہیں۔

رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ رسول خدا کے غسل وکفن ودفن میں مصروف تھے اور اس عظیم صدمہ کی وجہ سے بنی ہاشم لوگوں سے جدا تھے۔ لوگوں نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اس موقع کو مسند خلافت اور تعیین خیفہ کے لئے موزوں ترین وقت سمجھتے ہوئے حضرت ابوبکر کو خیفہ مقرر کرلیا۔ انصار میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا اور مکہ کے طلقاء اور مؤلفۃ القلوب قسم کے افراد نے خیال کیا کہ مسئلہ خلافت کو تاخیر میں ڈالنا مناسب نہیں ہے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اگر بنی ہاشم فارغ ہوگئے تو پھر ان کی طرف کوئی دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ اسی لئے انہوں نے بنی ہاشم کی مصروفیت کے دوران حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر سقیفہ میں موجود تھے اور ان کی خلافت وامارت کے لئے وہاں تمام لوازم موجود تھے جس کے تحت ان کا انتخاب آسان تھا۔ ان لوازم واسباب کی تفصیل اس کتاب میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس کی تفصیل ہم دوسری جگہ پر بیان کریں گے۔

روایت ہے: جب حضرت ابوبکر کی بیعت مکمل ہوگئی تو ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ بیلچہ سے قبر رسولؐ کی مٹی ہموار کر رہے تھے، اس نے آپ سے کہا: لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی ہے اور رہبری و قیادت کے مسئلہ میں انصار کو شکست ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے خود ان میں اختلاف ہوگیا تھا اور طلقاء نے آگے بڑھ کر اس شخص کی بیعت کرلی انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں خلافت آپ کے پاس نہ آجائے۔

حضرت علیؑ نے بیلچہ زمین پر رکھ دیا اور اس کا دستہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اور آپ نے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔ الٓم۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنونo ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللّٰہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبینo ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء مایحکمون۔ (سورۂ عنکبوت: آیات ۱ تا ۴)

بنام خدائے رحمان ورحیم۔الٓم۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کررکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔ بے شک ہم نے ان سے پہلے والوں کا بھی امتحان لیا ہے اور اللہ تو بہر حال جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون سچے لوگ ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ اور کیا برائی کرنے والوں کا خیال ہے کہ ہم سے آگے نکل جائیں گے یہ بہت غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔

ابوسفیان کی پیش کش کو ٹھکرانا

وفات پیغمبر کے بعد ابوسفیان در پیغمبر پر آیا۔ حضرت علی اور عباسؓ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ ابوسفیان نے یہ اشعار پڑھے:

بنی هاشم لاتطمعواالناس فیکم ولاسیماتیم بن مرة او عدی

فما الامر الافیکم والیکم ولیس لها الا ابوحسن علی

ابا حسن فاشدد بھاکف حازم فانک بالامرالذی ترتجی ملی

اے بنی ہاشم! اپنی خلافت کے متعلق لوگوں کو کسی طرح کی طمع کا موقع نہ دو اور بالخصوص تیم، بن مرہ اور قبیلہ عدی کے افراد کو ہرگز خلافت کی طمع کا موقع نہ دو۔

امر خلافت کا تعلق صرف تم سے ہے اور اس کا حق دار صرف ابوالحسن علیؑ ہے۔

ابوالحسنؑ! خلافت کے ذریعہ سے اپنے پنجہ کو محکم اور مضبوط کرو۔ کیونکہ آپ جس خلافت کے امیدوار ہیں آپ ہی اس کے صحیح مستحق اور حقدار ہیں۔

پھر اس نے آواز دے کر کہا: بنی ہاشم، اولادِ عبدمناف! کیا تم لوگ اس بات پر راضی ہو کہ اونٹ کا باپ جو کہ خود پست اور جس کا باپ پست ہے، وہ تمہارا حاکم بن جائے؟

خدا کی قسم! اگر آپ چاہیں تو میں مدینہ کی گلیوں کو پیادہ اور سواروں سے بھردوں جو کہ انہیں مشکل میں ڈال دیں۔

(ابوسفیان کی اس پیشکش کے مقاصد سے بخوبی آگاہ تھے) امیر المومنینؑ نے ابوسفیان سے فرمایا:

واپس چلا جا! خدا کی قسم جو کچھ تو کہہ رہا ہے خدا کی رضا کے لئے نہیں کہہ رہا۔ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دیتا رہا۔ ہم رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین میں مصروف تھے اور ہر شخص اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔ اللہ رنج اٹھانے والوں کا ولی اور یاور ہے۔

ابوسفیان مایوس ہوکر مسجد نبوی میں گیا وہاں اس نے دیکھا کہ بنی امیہ جمع ہیں۔ اس نے بنی امیہ کو خلافت حاصل کرنے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے اس کی پیروی نہ کی اور یوں وہ فتنہ برپا ہوا جس نے تمام افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، شیطان نے تسلط قائم کرلیا اور ظالم آپس میں متحد ہوگئے اور مومن پریشان اور بے حال ہوگئے اور یوں قرآن مجید کی اس آیت ''واتقوا

فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ'' (سورۂ انفال آیت ۲۵)(اس فتنہ سے بچو جو صرف ظلم کرنے والوں کو ہی اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا) کی باطنی تفسیر سامنے آئی۔

مشورۂ ابلیس

عظیم عالم شیخ اجل واقدم عبید اللہ بن عبداللہ اسد آبادی ''المُقنع فی الامامۃ'' میں رقم طراز ہیں:

فصل: ہم یہاں واقعہ سقیفہ کے چند گوشوں کو بے نقاب کریں گے۔ تاکہ ... ہوجائے کہ لوگوں نے آخر ایک حقدار کو محروم کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔

مورخین اور سیرت نگاروں نے بالاتفاق لکھا کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی تو امیرالمومنین رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین میں مصروف ہوگئے۔ مہاجرین انصار کے علاوہ قبیلۂ قریش کے افراد حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے فیصلہ کے منتظر تھے کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ اتنے میں ابلیس لعین مغیرہ بن شعبہ جو کہ بنی ثقیف کا مکار ترین فرد تھا، کی صورت میں وہاں ظاہر ہوا اور لوگوں سے کہا: تم کس بات کے منتظر ہو؟

لوگوں نے کہا: ہم انتظار کررہے ہیں کہ بنی ہاشم رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو جائیں۔

ابلیس نے کہا: ''جاؤ اور اپنے کام کو وسعت دو تاکہ تمہیں بھی وسعت نصیب ہو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے بنی ہاشم کی فراغت کا انتظار کیا تو تم ان کے تسلط میں آجاؤ گے اور پھر معاملہ خلافت، قیصر وکسریٰ کے دستور کے مطابق ہمیشہ بنی ہاشم میں مرتکز ہوجائے گا۔''

اس واقعہ سے قبل قریش کے چند افراد نے آپس میں یہ تحریری معاہدہ کیا تھا کہ اگر رسول خداؐ کی وفات ہوئی یا وہ شہید ہوگئے تو وہ بنی ہاشم کی قیادت وامامت سے انحراف کریں گے تاکہ نبوت وخلافت ایک ہی گھر میں جمع نہ ہوسکیں۔ اور انہوں نے یہ معاہدہ ابوعبیدہ بن

جراح کے سپرد کیا تھا۔(اور غالباً اسی لئے انہیں "امین الامۃ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے)۔

مہاجرین کے بعد وہ انصار کے پاس گیا اور انہیں زمام اقتدار سنبھالنے کی دعوت دی اور ان کی نظر میں اس فعل کو مزین کرکے دکھایا۔ جس کے نتیجے میں انصار سقیفہ بن ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ابوذویب ہذلی کی عجیب روایت

عالم مذکور عبید اللہ اسد آبادی مزید لکھتے ہیں:

ابوالحسن بن زنجی لغوی جو کہ بصرہ کے رہنے والے تھے انہوں نے مجھے ۴۳۳ھ میں بتایا......ابوذویب ہذلی نے کہا:

جب ہمیں رسول خداؐ کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ بیمار ہیں تو اس خبر سے ہم بہت پریشان و سرگرداں ہوئے۔(اس وقت ہم مدینہ سے دور تھے) میرے لئے وہ رات میں بڑی کٹھن تھی۔ میں نے وہ تمام رات بے چینی اور بے تابی میں بسر کی اور ساری رات پریشان کن خیالات میں غرق رہا۔ صبح قریب ہوئی تو میں نے ایک ہاتف غیبی کی صدا سنی جو کہہ رہا تھا:

خطب جلیل فتّ فی الاسلام   بین النّخیل ومقعد الاصنام

قُبِضَ النبی محمد فعیوننا   تذری الدموع علیہ بالاشجان

اسلام میں ایک عظیم حادثہ نے رخنہ پیدا کیا ہے اور کھجوروں کے جھنڈ اور بت کدے کے درمیان یہ سانحہ ہوا ہے جس نے اسلام کو لرزہ براندام کردیا ہے۔ محمد مصطفیؐ کی وفات ہوگئی اور ہماری آنکھیں اس غم و مصیبت کی وجہ سے آنسو بہارہی ہیں۔

ابوذویب کا بیان ہے کہ یہ آواز جونہی میرے کانوں میں پڑی تو میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی اور میں نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی تو مجھے مشہور ستارہ "سعد ذابح" کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں نے "سعد ذابح" ستارہ کو دیکھ کر یہ فال لی کہ عرب میں ذبح اور قتل کے واقعات

رونما ہوں گے۔ اور مجھے معلوم ہوگیا کہ آج رات رسول خداؐ کی وفات ہوئی ہے یا اگر ان کی وفات ابھی تک نہیں ہوئی تو وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکیں گے۔

میں اٹھا اور اپنے اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ کی طرف چل پڑا اور رات کا بقیہ حصہ سفر میں گزارا۔ آخر کار شب بیتی اور صبح ہوئی تو میں نے اپنے گردوپیش پر نظر ڈالی تا کہ مجھے کوئی چیز دکھائی دے جس سے میں فال لے سکوں۔ پھر اچانک میں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک نر خار پشت (خاردار جنگلی چوہا) چھوٹے سے سانپ کو منہ میں لئے جا رہا ہے اور سانپ ادھر ادھر حرکت کر رہا ہے لیکن خار پشت اسے کھاتا جاتا ہے۔

یہ واقعہ دیکھ کر میں نے یہ فال لی کہ بہت بڑا حادثہ ظہور پذیر ہو چکا ہے خار پشت کے منہ میں سانپ کا ہلنا جلنا اس بات کی علامت ہے کہ لوگ حق سے منحرف ہو چکے ہیں اور رسول خداؐ کے حقیقی جانشین سے منہ موڑ چکے ہیں۔ پھر میرے ذہن میں سانپ کے نگلے جانے کی یہ تفسیر آئی کہ لوگ امر خلافت کو کھا جائیں گے (اور اسے بیگانے ہاتھوں میں دے دیں گے)۔

اس کے بعد میں تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑاتا ہوا مدینہ پہنچا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو وہاں کہرام بپا تھا اور لوگ یوں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے جیسا کہ حاجی احرام باندھ کر روتے ہیں۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟

لوگوں نے مجھے بتایا: رسول خداؐ کی وفات ہوگئی ہے۔ یہ خبر سن کر میں مسجد کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد خالی پڑی ہے اور کوئی شخص بھی اس میں موجود نہیں ہے۔ پھر میں پیغمبر اکرمؐ کے دروازے پر آیا تو دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ وہاں مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول خداؐ دنیا سے رحلت کر چکے ہیں اور ان کے جسم اطہر کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ان کے اہل بیت جنازہ کے گرد بیٹھے ہیں اور غسل و کفن کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

میں نے پوچھا کہ لوگ کہاں چلے گئے ہیں؟

مجھے بتایا گیا کہ لوگ سقیفہ بن ساعدہ کی طرف گئے ہیں کیونکہ وہاں انصار کا اجتماع ہو رہا ہے۔

پھر میں نے اپنے آپ کو سقیفہ بن ساعدہ میں پہنچایا۔ وہاں میں نے ابوبکر، عمرؓ غیرہ، ابوعبیدہ بن جراح اور قریش کی جماعت کو دیکھا اور انصار میں سے سعد بن دلہم اور ان کے شعراء بالخصوص حسان بن ثابت کو میں نے وہاں موجود پایا۔ میں نے سقیفہ میں شامل افراد سے مسئلہ خلافت کے متعلق گفتگو کی لیکن کسی سے بھی حق کی بات نہ سنی۔ پھر لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی.... اس کے بعد ابوذویب اسی بیابان کی طرف واپس چلے گئے جہاں سے آئے تھے اور وہیں رہے یہاں تک کہ زمانۂ خلافت حضرت عثمانؓ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شعراء کی طرف سے سقیفہ کی مذمت

عبید اللہ اسد آبادی آگے لکھتے ہیں:

نابغہ بُعدی[1] اپنے گھر سے نکلا اور پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد اس نے لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لئے سوال کیا تو (سقیفہ کے اجتماع میں) عمران بن حصین نے کہا:

إن كنتُ ادری فعلیّ بَدنةٌ   مِن كثرة التَّخليط انی مَن انا

اگر اس ہنگامہ دارو گیر شور میں میں اپنے آپ کو پہچان سکوں تو مجھ پر ایک قربانی لازم آئے گی۔ (مقصد یہ ہے کہ شوروغوغا کی وجہ سے تو مجھے اپنا پتہ تک نہیں ہے میں بھلا لوگوں کے متعلق کیا بتا سکوں گا)۔

قیس بن صرمہ نے نابغہ سے کہا:

اصحبتِ الامة فی امرٍ عجبٍ   والملک فیهم قدغدا لمن غلب

قد قلتُ قولاً صادقا غیرکذب   اِنَّ غدا يُهلکُ اعلام العرب

---

[1] اس کا اصل نام قیس بن کعب تھا اور نابغہ کے لقب سے مشہور تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت کا مشہور و معروف شاعر تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام لانے پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک طویل عمر پائی۔
سفینۃ البحار جلد دوم صفحہ ۵۲۹۔ (مترجم فارسی)

امت ایک عجیب مخمصہ میں پہنچی ہے۔ حکومت اسی کی ہے جو غالب آجائے۔ میں نے بالکل سچی بات کہی جس میں جھوٹ نہیں کہ کل کو عرب کے عظیم افراد ہلاک کئے جائیں گے۔

نابغہ نے پوچھا: ابوالحسن علیؑ کیا کر رہے ہیں؟

دو اشخاص نے اسے بتایا کہ وہ رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین میں مصروف ہیں۔

نابغہ نے یہ شعر پڑھے:

قولا لا صلع هاشم ان انتما   لا قيتماه لقد حللت اروقها
واذاً قريش بالفخارتساجلت   كنت الجدير به وكنت زعيمها
وعليک سلّمت الغداة بامرةٍ   للمؤمنين فما رعت تسليمها
نكثت بنو تيم بن مرة عهدها   فتبوئت نيرانها وجحيمها
وتخاصمت يوم السقيفة والذى   فيه الخصام غدا يكون خصيمها

بنی ہاشم کے اس مرد ''اصلع'' (جس کے سر کے اگلے حصے کے بال اڑ گئے ہیں یعنی علیؑ) سے کہو اگر تمہاری اس سے ملاقات ہو کہ تم نے خلافت کی چمکدار رسی کو چھوڑ دیا ہے۔

اور جب قریش دیگر قبائل پر اپنا فخر بیان کریں تو اس افتخار کے قابل تم ہی ہو اور تم ہی قریش کے سردار ہو۔

ان لوگوں نے کل تو آپ کو امیرالمؤمنین کہہ کر غدیر میں سلام کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کی لاج نہیں رکھی۔

تیم بن مرہ کی اولاد نے اپنا عہد توڑ دیا اور وہ آتش دوزخ کے مستحق قرار پائے۔ ان لوگوں نے سقیفہ میں ان سے دشمنی کی اور کل قیامت کے دن علیؑ ان کا دشمن ہوگا۔

سقیفہ کے دن کی روداد لکھ کر علمدار انصار نعمان بن زید نے یہ اشعار کہے اور اسلام کی غربت پر اشک افشانی کی۔ اس نے لوگوں کی روش پر اپنے دکھ درد کا اظہار اپنے ان اشعار سے کیا:

يا ناعى الاسلام قم وانعه   قدمات عرف واتى منكر

ما لقريش لا علىٰ كعبها　　من قُدّموا اليوم ومن أخّروا

مثل عليٍّ من خفي امره　　عليهم والشمس لا تستر

وليس يطوى علم باهر　　سام يد الله له ينشر

حتىٰ يزيلوا صدع ململمة　　والصدع في الصخرة لا يجبر

كبش قريش في وغا حربها　　فاروقها صديقها الاكبر

وكاشف الكرب اذا خطبه　　اعيى علىٰ واردها المصدر

كبّرلله وصلّى وما　　صلّى ذووا العيث ولا كبروا

تدبير هم ادوا الى ما اتوا　　تبالهم يابئس مادبّروا

اے اسلام کی موت کی خبر دینے والے! اٹھو اور اسلام کے لئے سوگ میں بیٹھو کیونکہ نیکی مر گئی اور اس کی جگہ برائی نے لے لی۔

قریش اور قبیلۂ کعب کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کو آج آگے لائیں یا کسی کو پیچھے کریں۔

علیؑ جیسی شخصیت ان پر مخفی نہیں تھی کیونکہ آفتابِ وجودِ علیؑ چھپایا نہیں جاسکتا تھا۔

اور وہ پرچم کبھی لپیٹا نہیں جاسکتا جو کہ بلند وبالا ہو اور جسے خدا کے ہاتھ نے لہرایا ہو۔

یہ لوگ اس خرابی کے شگاف کو بند نہ کر پائیں گے کیونکہ چٹان میں شگاف پڑ جاتے تو وہ قابل تلافی نہیں ہوتا۔ (یعنی وہ چاہتے تھے کہ نور علیؑ کو چھپا کر خود تاریکی میں چلے جائیں حالانکہ یہ ان کے بس سے باہر تھا)۔

جنگ ونبرد میں علیؑ قریش کا سپہ سالار ہے اور علیؑ ہی فاروق اعظم (حق وباطل کو جدا کرنے والا) اور صدیق اکبر ہے۔

جب مشکلات گھیر لیں اور جب کسی تنگنائے میں سے نکلنا ناممکن ہوجائے تو علیؑ قریش کی مشکلات دور کرنے والا ہے۔

تمام نشیب وفراز میں علیؑ نے خدا کی تکبیر کہی اور نماز پڑھی جب کہ نقصان دینے

والے افراد (منافقین) نے نہ تو تکبیر کہی اور نہ ہی نماز قائم کی۔

ان کی صلاح اندیشی نے ان سے یہ فعل کرایا ان کی اس تدبیر اور صلاح اندیشی پر ہلاکت ہو۔

عتبہ بن ابوسفیان بن عبدالمطلب نے سقیفہ کی کاروائی کی ان الفاظ سے مذمت کی تھی۔

وکان ولی الامر من بعد احمد علی وفی کل المواطن صاحبه

وصی رسول الله حقا وصهره واول من صلّی ومن لان جانبه

محمد مصطفیؐ کے بعد ان کا قائم مقام علیؑ ہے اور وہ تمام نشیب وفراز میں حضور کا ساتھی رہا ہے۔

وہ رسول اللہؐ کا حقیقی وصی ہے اور وہ ان کا داماد ہے اور سب سے پہلے نماز پڑھنے والا وہی ہے اور اپنے پہلو کو رسول خداؐ کے لئے نرم کرنے والا وہی ہے۔

رسول اکرمؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب نے سقیفہ کی کاروائی کی مذمت اپنے ان اشعار سے کی تھی:

عجبت لقوم امروا غیرهاشم علی هاشم رهط النبی محمد

ولیس ابا کفاء لهم فی عظیمة ولا نظرآ ء فی فعال وسؤدد

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جنہوں نے غیر ہاشمی کو رسول خدا محمدؐ کے خاندان بنی ہاشم پر حاکم مقرر کردیا۔

حالانکہ غیر ہاشمی عظمت مقام اور کردار وسیادت میں بنی ہاشم کی نظیر اور مثال نہیں ہیں۔

عتبہ بن ابی لہب نے کہا تھا:

تولت بنو تیم علی هاشم ظلما وذادوا علیا عن امارته قدما

ولم یحفظوا قربی نبی قریبة ولم ینفسوا فیمن تولاهم علما

بنی تیم نے بنی ہاشم پر ظلم کر کے حکومت حاصل کرلی اور انہوں نے علیؑ کو اس اقتدار سے ہٹا دیا جو کہ پہلے سے طے شدہ تھا۔

ان لوگوں نے علیؑ کی محمد مصطفیٰؐ سے قرابت کا کوئی خیال تک نہ کیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے مقام علم (جو کہ رہبری کی پہلی شرط ہے) کی طرف توجہ نہ کی۔

عبادہ بن صامت نے سقیفہ کی ان الفاظ سے مذمت کی تھی۔

ما للرجال اخروا علیا عن رتبته کان لهم مرضیا
الیس کان دونهم وصیا ......الی اخره

آخر ان لوگوں نے علیؑ کو اس مرتبہ سے پیچھے کیوں ہٹایا جو کہ علیؑ کے شایان شان تھا اور کیا علیؑ دوسروں کی نسبت اس مقام کا استحقاق نہ رکھتا تھا؟

عبدالرحمن حنبل نے جو کہ بنی جمح کے حلیف تھے، کہا تھا:

لعمری لئن بایعتم ذاحفیظة علیٰ الدین معروف العفاف موفقا
عفیفا عن الفحشاء ابیض ماجد صدوقا للجبار قدما مصدقا
ابا حسن فارضوابه وتبا یعوا فلیس کمن فیه الذی العیب مرتقا
علیا وصی المصطفیٰ ووزیره واول من صلی لذی العرش واتقیٰ
رجعتم الی نهج الهدی بعدزیغکم وجمعتم من شمله ماتمزقا
وکان امیرالمؤمنین بن فاطم بکم ان عریٰ خطب ابروارفقاً

مجھے اپنی جان کی قسم چاہئے تھا کہ تم لوگ علیؑ کی بیعت کرتے جو کہ دین کا محافظ ہے اور جو عفت اور پاکدامنی میں مشہور ہے۔

جو تمام قسم کی فحش باتوں سے پاک وپاکیزہ ہے جو سردار ہے اور ہمیشہ سچ بولنے والا ہے اور جو ازل سے اللہ کی تصدیق کرنے والا رہا ہے۔

تم لوگ ابوالحسن کی ذات پر راضی ہوجاؤ اور ان کی بیعت کرلو کیونکہ ان کے وجود میں کسی طرح کا کوئی عیب نہیں پایا جاتا۔

علیؑ، مصطفیٰؐ کے وصی اور ان کے وزیر ہیں اور انہوں نے عرش کے مالک خدا کی

سب سے پہلی نماز پڑھی اور خدا کا تقویٰ اختیار کیا۔

اگر تم علیؑ کی بیعت کرلو تو تم اپنے کئے گئے پن کے بعد ہدایت کے راستے پر گامزن ہوسکو گے اور اس سے تمہارا متفرق شیرازہ (پھر) جمع ہوسکے گا۔

امیرالمومنینؑ جوکہ فاطمہ بنت اسد کے فرزند ہیں اگر تم پر کوئی مصیبت نازل ہوئی تو وہ تم پر زیادہ شفیق اور مہربان ثابت ہوں گے۔

زفر بن حارث بن حذیفہ انصاری نے کہا تھا:

فحوطوا علیا وانصروه فانه   وصی وفی الاسلام اوّل اوّل

فان تخذلوه والحوادث جمّة   فلیس لکم فی الارض من متحوّل

تم لوگ علیؑ کے ارد گرد جمع ہوجاؤ اور اس کی مدد کرو کیونکہ وہ رسول خداؐ کا وصی ہے اور سابقین اولین کا پہلا فرد ہے۔

اگر تم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا تو پھر بہت سے حوادث جنم لیں گے اور ان حوادث کو تم سے دور کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ نے یہ اشعار کہے تھے:

بنی هاشم مابال میراث احمد   تنقل عنکم فی لقیط وجابل

اعبدمناف کیف ترضون ما اری   وفیکم صدود المرهفات الاواصل

فدی لکم امّی اثبتوا وثقوا بنا   وبالنصر مناقبل فوت المحاتل

متیٰ کانت الاحساب تغدوبنا لکم   متیٰ قرنت تیم بکم فی المحافل

یُحاذی بها تیم عدیا وانتم   احق واولی بالامور الاوائل.

اے بنی ہاشم! تم سے احمدؐ کی میراث کیونکر چھین لی گئی اور رذیل اور جاہل قبائل میں کیونکر منتقل ہوگئی؟

اولاد عبدمناف! مجھے تعجب ہے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم اس سے راضی کیسے ہوئے

جبکہ تمہارے اندر برجستہ شخصیات اور کاٹ دار تلواریں موجود ہیں۔

میری ماں تم پر فدا ہو معاملات کی باگ دوڑ سنبھالنے کے لئے ثابت قدم رہو اور ہم پر اور ہماری مدد پر بھروسہ کرو اس سے قبل کہ پرفریب وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

وہ کون سے صاحبان مقام ہیں جو تمہاری برابری کر سکتے ہیں اور کس محفل میں تیم کا قبیلہ تمہارے برابر ہوا ہے؟

البتہ تیم اور عدی ایک جیسے قبائل ہیں۔ (اور ان کے افراد بھی ایک جیسے ہیں) جب کہ تم لوگ اہم امور میں ان سے زیادہ حقدار اور بہتر ہو۔

یہ اشعار بھی ابوسفیان کے ہیں:

واضحت قريش بعد عِزُّ ومنعة خضوعاً لتيم لا بضرب القواضب

فيا لهف نفسي للذى ظفرت به ومازال فيهافائز بالرغائب

عزت وارجمندی کے بعد قریش، تیم قبیلہ کے سامنے بغیر کسی شمشیر زنی کے جھک گئے۔

ہائے افسوس بنی تیم نے خلافت حاصل کر کے قریش کو کامیابیوں سے محروم کر دیا۔

خزیمہ بن ثابت نے سقیفہ کے روز یہ اشعار کہے تھے:

ماكنت احسب هذا الامر منتقلا عن هاشم ثم منها عن ابى حسن

اليس اول من صلى بقبلتكم واعلم الناس بالقرآن والسنن؟

وآخر الناس عهدا بالنبى ومن جبريل عوناله فى الغسل والكفن

ماذاالذى ردَّكم عنه فنعرفه هاانَّ بيعتكم من اغبن الغبن

مجھے تو یہ گمان بھی نہ تھا کہ خلافت بن ہاشم اور بالخصوص حضرت علیؑ سے منتقل ہو جائے گی۔

تو کیا علیؑ وہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے تمہارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور کیا وہ قرآن اور سنتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے؟

اور کیا علیؑ ہی وفات پیغمبر کے وقت آخر تک نبی اکرمؐ کے ساتھ نہ رہا تھا اور کیا نبیؐ

کے غسل وکفن میں جبرئیل اس کا مددکار نہ تھا؟

آخر وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں علیؑ سے منحرف کر دیا۔ کچھ بتاؤ تاکہ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔ آگاہ رہو تمہاری یہ بیعت بدترین نقصان ہے۔

بعض افراد مندرجہ بالا اشعار کی نسبت عتبہ بن ابی لہب کی طرف دیتے ہیں۔

خزیمہ بن ثابت نے ام المؤمنین عائشہ سے خطاب کرکے کہا تھا:

اعایش خلی عن علی وعتبة بما لیس فیه انما انت والدة

وصی رسول الله من دون اهله وانت علی ما کان من ذاک شاهدة

اے عائشہ! علیؑ کو رہنے دے اور جو چیز اس میں موجود ہی نہیں اس کی عیب جوئی نہ کر اور تو فقط ماں ہے۔

علی ہی رسول خداؐ کی وصی ہیں جب کہ دوسرے افراد خاندان وصی پیغمبر نہیں ہیں اور تو خود اس واقعہ کی گواہ ہے کہ رسول نے انہیں اپنا وصی بنایا تھا۔

عمرو عاص کو ملامت کرتے ہوئے نعمان بن عجلان انصاری نے واقعات سقیفہ کی یوں مذمت کی:

وقلتم حرام نصب سعد ونصبکم عتیق بن عمرو کان حلاً ابابکر

فاهل ابابکرلها خیر قائم وان علیا کان اجدرُ بِالامر

فکان هوانا فی علیٍّ وانه لآهل لها یا عمرو من حیث لاتدری

تم کہتے ہو کہ سعد بن عبادہ کو خلافت کے لئے منصوب کرنا حرام ہے۔ لیکن تم نے ابوبکر عتیق بن عمرو کو خلیفہ بنالیا تو کیا یہ حلال ہے؟

تم نے خلافت کے لئے ابوبکر کو بہتر جانا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے علیؑ ہی ہر لحاظ سے خلافت کا مستحق ہے۔ یہ علیؑ کی ایک طرح کی توہین ہے۔ صرف علیؑ ہی حقدار خلافت ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے عمرو تو نہیں جانتا۔

علیؑ کی طرف سے انصار کا دفاع

عالمِ مذکور (عبید اللہ اسد آبادی) اپنی کتاب ''المقنع فی الامامۃ'' میں مزید رقم طراز ہیں:

جب حضرت ابوبکر کی حکومت مستحکم ہوگئی اور سقیفہ سے مسجد پہنچے تو عمرو بن العاص نے حضرت ابوبکر کی حمایت میں تقریر کی، انصار کو سخت سست کہا اور ان کی تحقیر کی۔ اس طرح وہ کینہ وعناد جو وہ زمانِ پیغمبرؐ میں اسلام کے بارے میں چھپائے رکھتا تھا ان فرصت کے لمحات کا فائدہ اٹھائے ہوئے اس نے انہیں ظاہر کردیا۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر انصار کی خدمات کا اعتراف کیا اور انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل فرمائی تھیں، آپ نے ان کی تلاوت فرمائی اور حاضرین سے فرمایا:

تمہارے لئے ضروری ہے کہ انصار کا حق پہچانو اور ان کا احترام کرو۔

انصار کو حضرت علیؑ کے اس اقدام سے خوشی ہوئی اور انہوں نے اپنے شاعر حسان بن ثابت سے کہا کہ وہ حضرت علیؑ کے فضائل اور ان کی اسلامی خدمات کو نظم کی صورت میں بیان کرے پھر انصار نے سقیفہ میں حضرت علیؑ کی مدد نہ کرنے پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ چنانچہ حسان بن ثابت نے انصار کی ترغیب وتحریک پر یہ اشعار کہے:

جزی اللّٰہ خیراوالجزابکفّہ — اباحسن عنّاومن کابی حسن

سبقت قریشا بالذی انت اھلہ — فصدرک لمشروح و قلبک ممتحن

تمنت رجال من قریش اعزۃ — مکانک ھیھات الھزال من السّمن

وانت من الاسلام من کل موطن — بمنزلۃالدلو البطین من الرسن

غضبت لنا اذکان عمرو بخطبۃ — امات بھا التقویٰ واحییٰ بھا المحن

وکنت المرجّی من لوی بن غالب — لماکان فیہ والذی بعد لم یکن

حفظت رسول اللّٰہ فینا واھلہ — الیک ومن اولیٰ بھا منک من ومن

الست اخاه فی الهدی ووصیّه   واعلم منهم بالکتاب وبالسّنن
فحقّک مادامت بنجد وشیحة   عظیم علینا ثم بعد علیٰ الیمن

اللہ ہماری طرف سے ابوالحسن کو جزائے خیر عطا کرے۔ جزائے خیر خدا کے ہاتھ میں ہے اور ابوالحسن جیسا (جہان میں) کون ہے؟

آپ نے اپنی عمدہ صفات کی وجہ سے قریش پر سبقت حاصل کی۔ آپ کا سینہ کشادہ اور آپ کا دل امتحان شدہ ہے۔

قریش کے بہت سے افراد نے آپ کے مقام ومنزلت کی تمنا کی ہے لیکن ایک لاغر و کمزور کجا اور فربہ وتندرست کجا؟ (ایک فرومایہ نے خود کو ایسے مقام پر بٹھادیا جو کمالِ علم وفضیلت کا مقام ہے)۔

آپ ہر مقام اور ہر جگہ پر حمایت اسلام کے لئے وہ ڈول ثابت ہوئے جو پانی سے لبریز ہو اورآپ اس کے کھینچنے کی طناب ثابت ہوئے۔(اسلام کمالات سے بھرپور پانی کے کنوئیں کی مانند ہے اور آپ اس کا ڈول اورطناب ہیں کہ ان کے لئے کھینچتے ہیں اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں)۔

آپ نے ہم انصار کے مخالفین پر ناراضگی کا اظہار کیا جب کہ عمرو بن العاص اپنے خطبہ میں فضائل وتقویٰ کو قتل کررہا تھا اور درد والم کو زندہ کررہا تھا۔

لوی بن غالب کی اولاد میں سے آپ ہی لوگوں کی امید ہیں۔ حالات حاضرہ اور آنے والے تمام حالات میں لوگوں کی امیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔

آپ نے رسول خداؐ اور ان کے خاندان کا تحفظ کیا ہے اور آنحضرتؐ نے ہم سے جوعہد کیا تھا آپ نے اس عہد کی نگہداری کی ہے۔ آنحضرتؐ کا عہد آپ سے تھا اور آپ سے بہتر مقام رہبری وقیادت کے لائق کون ہے؟

کیا آپ ہدایت خلق میں برادر رسولؐ نہیں ہیں اور کیا آپ وصی پیغمبرؐ نہیں ہیں اور

تمام لوگوں سے زیادہ کتاب وسنت کے عالم نہیں ہیں؟

اسی لئے جب تک نجد ویمن میں ایک ذرہ بھی باقی ہے آپ کا ہم پر بہت بڑا حق باقی رہے گا۔

ام ایمنؓ کے اشعار

عالم مذکور " المقنع فی الامامة " میں چند واقعات تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

سیرت نگاروں نے ابو الاسوددوئلی سے روایت کی ہے کہ حضرت ام ایمنؓ (جو پیش رسول خداؐ اور زہرائے اطہر بہت محترم خاتون تھیں) نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی، اس رات میں نے کسی ہاتف سے یہ اشعار سنے۔ اور شعر پڑھنے والا مجھے دکھائی نہیں دیا۔

لقد ضعضع الاسلام فِقدان احمد　　وابکی علیه فیکم کل مسلم

واحزنة حزنا تمالواصحبة　　الغواة علی الهدی الرضی المکرم

وصی رسول الله اول مسلم　　واعلم من صلی وزکی بدرهم

اخی المصطفی دون الذین تامّروا　　علیه وان بزوه فضل التقدم

احمدؐ کی موت نے اسلام کو ہلا کر رکھ دیا اور ہر مسلمان کو رونے پر مجبور کر دیا۔

غم بالائے غم تو یہ ہے کہ لوگوں نے گمراہوں کی صحبت کو محترم ہدایت یافتہ افراد کی صحبت پر ترجیح دی ہے۔

علیؑ وصی رسولؐ ہے اور وہ مسلم اول ہے اور تمام نماز پڑھنے اور درہم (ودینار) کی زکوۃ دینے والوں سے زیادہ صاحب علم ہے۔

علیؑ ہی مصطفیٰؐ کا بھائی ہے وہ لوگ نبیؐ کے بھائی نہیں ہیں جنہوں نے اقتدار پر قبضہ کرلیا ہے اور جنہوں نے علیؑ سے شرف تقدم چھین لیا ہے۔

درج بالا شعر و نثر کے نمونوں سے ہر عقلمند یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ وفات پیغمبر کے بعد لوگوں نے حضرت علیؑ سے کیا سلوک کیا تھا۔ اور اس کے مطالعے سے ہر صاحبِ عقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ امت مصطفیؐ نے حضرت علیؑ سے وہی سلوک کیا تھا جو امت موسیٰؑ نے ان کی غیبت کے دوران حضرت ہارونؑ سے کیا تھا۔

واقعات کی مطابقت کو مدنظر رکھ کر محمد بن نصر بن بسام نے کیا ہی خوب لکھا تھا:

ان علیا لم یزل محنة لرابح الدین ومغبون
انزله من نفسه المصطفیٰ منزلة لم تک بالدون
صیره هارون فی قومه لعاجل الدنیا وللدین
فارجع الی الاعراف حتیٰ تریٰ ما فعل القوم بهارون

علیؑ پوری زندگی دین کے مفاد کے لئے کام کرتے رہے لیکن وہ ذاتی طور پر خسارے میں رہے (اور نااہلوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے رہے) رسول خداؐ نے ان کو اپنے نفس کے طور پر متعارف کروایا تھا اور ان کو بہت عظیم مقام پر قرار دیا تھا کہ جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ رسول خداؐ نے انہیں دنیا و دین میں اپنی قوم کے لئے مثال ہارونؑ قرار دیا تھا۔

سورۂ اعراف کی تلاوت کرو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ لوگوں نے ہارون کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ (یعنی جو سلوک امت موسیٰ نے ہارونؑ کے ساتھ کیا تھا بعینہ وہی سلوک امت مسلمہ نے ہارون محمدیؐ سے روا رکھا)۔

حضرت ابوبکر کا اسامہ کے نام خط اور اس کا جواب

وہ لوگ جو حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تائید اس خط سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوبکر نے اپنے برسر اقتدار آنے کے بعد اسامہ بن زید کے نام تحریر کیا تھا اور اس کے جواب میں اسامہ نے جن حقائق کا اظہار کیا تھا۔ اس سے اسی مفہوم

کی وضاحت ہوتی ہے۔(اسامہ بن زید رسول اللہ کی جانب سے لشکر کے سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے تا کہ سرزمین شام جائیں اور دشمن کے بے قابو ہونے کی بناء پر اس کی گرفت کریں۔ پیغمبر نے فرمایا تھا کہ جو کوئی اسامہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ مجرم ہے۔ یاد رہے کہ وقتِ رحلت پیغمبرؐ اور سقیفہ کی کاروائی کے روز اسامہ مدینے میں نہیں تھے بلکہ لشکر کے ہمراہ سرزمین' جرف' (نزدیک مدینہ) تھے تا کہ شام روانہ ہوں)۔

حضرت ابوبکر نے اسامہ بن زید کو لکھا:

رسول خداؐ کے جانشین ابوبکر کی طرف سے اسامہ بن زید کے نام۔

امابعد۔ مسلمانوں نے میری پناہ لی ہے اور امور خلافت کی سرپرستی کے لئے انہوں نے مجھے منتخب کیا ہے اور رسول خداؐ کے بعد مجھے اپنا سردار تسلیم کیا ہے۔ (خط طویل ہے یہاں تک کہ کہا:)..... جب میرا خط تجھے پہنچے تو تجھے چاہئے کہ میرے پاس آ کر دوسرے مسلمانوں کی طرح سے میری بیعت کرے اور عمر بن خطاب کو لشکر کے پیچھے رہنے کی اجازت دے دے کیونکہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد جس جنگ کے لئے رسول خداؐ نے تجھے تیار کیا تھا، چلا جا۔

جب یہ خط اسامہ کو ملا تو اس نے اس کے جواب میں یہ عبارت تحریر کی:

''رسول خداؐ کے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اسامہ کی جانب سے ابوبکر بن ابی قحافہ کے نام! امابعد، تمہارا خط موصول ہوا جس کا ابتدائی حصہ آخری حصہ کی تردید کرتا ہے۔ تم نے خط کی ابتداء میں لکھا کہ میں جانشین رسولؐ ہوں اور اس کے بعد تم نے لکھا کہ مسلمانوں نے تم پر اجماع کرلیا اور تمہیں خلیفہ منتخب کیا ہے۔

اگر واقعیت یہی ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ سقیفہ کے بجائے مسجد میں تمہاری بیعت کرتے۔

پھر تم نے مجھ سے عمر بن خطاب کے لئے پیچھے رہنے کی درخواست کی ہے۔ اس سلسلہ میں اصل حقیقت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے اجازت لئے بغیر ہی لشکر سے تخلف کیا ہے۔ مجھے کسی کو مستثنیٰ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ لشکر میں نے نہیں رسول خداؐ نے

تشکیل دیا تھا۔ اسی لئے تمہارے اور عمر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ تم دونوں نے لشکر سے ازخود علیحدگی اختیار کرلی ہے اور رسول خداؐ کی زندگی اور وفات کے بعد تخلف کرنے میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ (حکم پیغمبر سے انحراف جیسا حیات پیغمبرؐ میں حرام ہے ویسا ہی وفات کے بعد بھی حرام ہے) تمہیں اس بات کا علم ہے کہ رسول خداؐ نے تمہیں اور عمر دونوں کو میری زیر قیادت جنگ کرنے پر مامور کیا تھا۔ اور رسول خداؐ کی رائے تمہاری ذاتی رائے سے بہر طور بہتر ہے۔ تمہارا مقام رسول خداؐ سے مخفی نہ تھا مگر اس کے باوجود رسول خداؐ نے تمہیں میری سرپرستی میں دیا تھا اور پیغمبر کی مخالفت منافقت اور دوغلا پن ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ میں نے مذکورہ خط کی تفصیل اپنی کتاب ''اعیون البلاغه فی انس الحاضر ونقلة المسافر'' میں نقل کی ہے اور یہاں صرف اسی مقدار پر قناعت کی ہے۔

واقعات سقیفہ کی مزید تحقیق

اکثریت پیغمبرؐ کے جنازے میں شریک نہ تھی

اہل سنت کے مشہور عالم ابن عبدالبر اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب'' میں رقم طراز ہیں:

جس دن رسول خداؐ کی وفات ہوئی۔ اس دن سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت عمل میں آئی لیکن عمومی بیعت وفات کے دوسرے دن یعنی منگل کے دن وقوع پذیر ہوئی البتہ سعد بن عبادہ اور خزرج قبیلہ کے ایک گروہ اور قریش کی ایک جمعیت نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی مخالفت کی۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ (بزرگ شیعہ عالم متوفی ۴۱۳ھ، کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں: مہاجرین وانصار کے بہت سے افراد مسئلہ خلافت کے باہمی اختلاف کی وجہ سے رسول خداؐ کی تدفین میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اسی اختلاف اور کش مکش کی وجہ سے بہت سے افراد رسول خداؐ کی نماز جنازہ سے بھی محروم رہے تھے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس حال میں صبح کی کہ انہوں نے صدا دے کر کہا: ''واسوء صباہ'' ہائے یہ دن کتنا برا ہے آج میرے والد جہاں سے رخصت ہوئے ہیں۔

عظیم عالم دین سید ابن طاؤس المتوفی ۶۶۴ھ کتاب ''کشف المحجه'' میں اپنے

فرزند کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اہل سنت کی کتابوں میں جو عجیب ترین چیز میں نے ملاحظہ کی ہے اور جسے طبری نے اپنے تاریخ میں منتقل کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے:

پیغمبر اسلامؐ نے پیر کو رحلت فرمائی اور بدھ کے دن یا رات کے وقت ان کی تدفین ہوئی۔ یعنی تین دن تک جنازہ مبارک گھر میں رکھا رہا۔

ایک اور روایت میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت کا جنازہ تین دن تک گھر میں رکھا رہا بعد میں دفن ہوا۔ (سید ابن طاؤس نے اپنے بیٹے سے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے مزید لکھا):

ابراہیم ثقفی نے کتاب ''المعرفۃ'' کی جلد چہارم میں بیان کیا ہے:

بالتحقیق رسول خداؐ کا جنازہ تین دن تک گھر میں رکھا رہا بعد میں آپ کے جنازے کو دفن کیا گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ حضرت ابوبکر کی خلافت اور بیعت میں مصروف ہو گئے تھے۔ تیرے جد علی یہ نہیں کر سکتے تھے کہ رسولؐ کے جنازے کو چھوڑ کر چلے جائیں اور نہ ہی یہ کر سکتے تھے کہ قوم کے نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے آنحضرت کو دفن کر دیں اور وہ اس سے محفوظ نہ تھے کہ اگر آنحضرتؐ کو دفن کر دیں تو ان کو قتل کر دیا جائیگا یا رسول اللہؐ کی قبر کو کھول کر آپؐ کا جنازہ باہر نکالا جائے گا اس بہانہ کہ علی نے آنحضرتؐ کو وقت دفن سے پہلے دفن کر دیا یا اس بہانے کہ جہاں آنحضرت کو دفن کرنا چاہئے تھا وہاں نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے جنہوں نے پیغمبر اسلام کو بستر علالت پر چھوڑ دیا تھا۔ اور رہبر متعین کرنے لگ گئے تھے۔ جب کہ امامت و قیادت کی اصل بنیاد تو نبوت و رسالت تھی اور ان لوگوں کی اس جلدی کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ کہیں اقتدار اہل بیت کے پاس نہ چلا جائے۔

فرزند عزیز! خدا کی قسم! مجھے ان صحابہ کی مروت وعقل اور مردانگی پر تعجب ہے جنہوں

نے رسول خداؐ کے عظیم ترین احسانات کا اس شکل میں بدلہ دیا اور آنحضرتؐ کے متعلق اس طرح کی جسارت کی۔

امام زین العابدینؑ کے فرزند حضرت زید شہید نے کیا ہی خوبصورت جملہ کہا تھا:

"واللّٰه لو تمكن القوم ان طلبوا الملک بغير التعلق باسم رسالته كانوا اقدعدلوا عن نبو ته" خدا کی قسم! اگر رسول اللہؐ کی بنوت کے تعلق کے حوالہ کے بغیر حکومت حاصل کرنا ممکن ہوتی تو یہ لوگ آنحضرتؐ کی نبوت کا ہی سرے سے انکار کردیتے۔

اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے سید ابن طاؤس مزید لکھتے ہیں:

رحلت کے بعد پیغمبر اکرمؐ کے حقوق ہیں اور خاص طور پر رحلت کے دن آنحضرتؐ کا امت پر یہ حق تھا کہ آنحضرتؐ کی وفات کی خبر سن کر تمام مسلمان خاک بلکہ ریت پر بیٹھتے اور مصیبت زدہ افراد جس طرح سے سیاہ لباس استعمال کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح کا لباس پہن کر اپنی سوگواری کی کیفیت کا اظہار کرتے اور آنحضرؐت کی وفات کے دن شدت غم سے کھانے پینے سے احتراز کرتے اور تمام مرد و زن ملکر آنحضرؐت کی نوحہ خوانی کرتے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند کرتے کیونکہ اس دن سے زیادہ مصیبت کا دن نہ پہلے آیا اور نہ ہی بعد میں آئے گا۔

سقیفہ — براء بن عازب صحابی پیغمبر کی نظر سے[1]

ابن ابی الحدید اور سُلیم بن قیس نے براء بن عازب سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا: مجھے ہمیشہ سے بنی ہاشم کے دوستوں اور خیرخواہوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو اس خوف سے کہ کہیں منصب خلافت کسی دوسری جگہ نہ چلا جائے میں بڑا حیران و

۱۔ براء بن عازب کا تعلق انصار کے قبیلے اوس سے تھا اور وہ آنحضرتؐ کے وفادار صحابی تھے۔ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت علیؑ کے خاص اصحاب میں ان کا شمار کیا جاتا تھا۔ ۲۴ھ میں ان کی زیر قیادت رے فتح ہوا۔ زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے کوفہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں ان کی وفات ہوئی۔ اسد الغابہ جلد اول ص ۱۷۱ (مترجم فارسی)

پریشان تھا چنانچہ رسول خداؐ کے گھر جاتا اور آنحضرتؐ کے خاندان کو غسل وکفن کی تیاریوں میں دیکھتا اور پھر وہاں سے دوڑ کر سقیفہ جاتا اور وہاں جاکر دیکھتا کہ لوگ تعیین خلیفہ میں مصروف ہیں۔ انصار مہاجرین پر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے اور مہاجرین انصار پر مسلط ہونا چاہتے تھے۔ اسی مباحثہ میں کافی وقت گزر گیا۔ مجھے مشاہیر قوم اور ابوبکر وعمر دکھائی نہ دیئے کہ اچانک میں نے سنا کہ تمام لوگ سقیفہ میں جمع ہو چکے ہیں۔ اور ایک دوسرے شخص نے پکار کر کہا لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے ابوبکر وعمر وابوعبیدہ بن جراح کو ایک جماعت کے ساتھ دیکھا انہوں نے صنعانی لباس پہنے ہوئے تھے اور انہیں راستے میں جو بھی ملتا اسے فریب دے کر خوشی وناخوشی پکڑ کر لاتے اور اس کا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیتے اور اس سے بیعت لے لیتے۔

یہ منظر دیکھ کر میری عقل جواب دے گئی پھر میں ڈھیروں غم لئے ہوئے خانہ پیغمبرؐ کی طرف آیا اور یہاں آکر میں نے دیکھا کہ بنی ہاشم نے جنازۂ پیغمبر کے غسل وکفن کے لئے گھر کا دروازہ بند کیا ہوا تھا میں نے زور سے دروازے پر دستک دی اور چیخ کر کہا: لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی ہے۔

یہ سن کر رسول خداؐ کے چچا عباسؓ نے کہا: ''**تربت ایدیکم الی آخرالدھر**'' تمہارے ہاتھ ہمیشہ کے لئے خاک آلود ہو گئے (اب تم کبھی بھی اچھائی نہ پاسکو گے کیونکہ لوگوں نے نبی اکرمؐ کے فرمان پر توجہ نہیں کی اور مقام رہبری سے انحراف کیا)۔

بیعت بنی ہاشم

علامہ طبرسی نے کتاب الاحتجاج اور ابن قتیبہ دینوری نے الامامۃ والسیاسۃ میں نقل کیا ہے: ''جب امیر المؤمنینؑ، رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے تو غمگین اور سوگوار چہرہ لئے ہوئے مسجد میں آکر بیٹھ گئے۔ بنی ہاشم ان کے اردگرد بیٹھ گئے اور زبیر بن عوام بھی آپ کے

قریب بیٹھ گئے۔ مسجد کے دوسرے کونے میں بنی امیہ حضرت عثمان کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اور کونے میں بنی زہرہ عبدالرحمٰن بن عوف کے گرد حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور یوں مسجد میں اس وقت کئی حلقے بنے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ بن جراح مسجد میں داخل ہوئے اور کہا کہ تم علیحدہ علیحدہ گروہ بنا کر کیوں بیٹھے ہو۔ اٹھو اور ابوبکر کی بیعت کرو کیونکہ انصار اور دوسرے لوگوں نے ان کی بیعت کرلی ہے۔

یہ سنتے ہی عثمان اور عبدالرحمٰن اپنے ساتھیوں سمیت اٹھے اور انہوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی۔

حضرت علیؑ اور بنی ہاشم مسجد سے نکل کر حضرت علیؑ کے گھر میں جمع ہوگئے زبیر بھی ان کے ساتھ تھے۔

حضرت عمر ایک جماعت لے کر حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے جس میں حضرت ابوبکر کی بیعت کرنے والے افراد تھے جن میں اسید بن خضیر اور سلمہ بن سلامہ نمایاں تھے۔

جب یہ لوگ دروازۂ علیؑ پر آئے تو دیکھا وہاں بنی ہاشم جمع تھے۔ آنے والوں نے بنی ہاشم سے کہا: لوگ ابوبکر کی بیعت کرچکے ہیں تم بھی ان کی بیعت کرو۔ یہ سن کر زبیر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی تلوار بلند کی۔

حضرت عمر نے کہا: اس پر حملہ کرو اور اس کے شر سے ہمیں محفوظ رکھو۔

سلمہ بن سلامہ دوڑ کر زبیر کے پاس گیا اور ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی حضرت عمر نے سلمہ کے ہاتھ سے تلوار لے کر اسے زمین پر اتنا مارا کہ وہ ٹوٹ گئی۔[1]

بعد ازاں ان لوگوں نے بنی ہاشم کا محاصرہ کرلیا اور انہیں پکڑ کر مسجد میں حضرت ابوبکر کے پاس لے گئے اور ان لوگوں سے کہا گیا:

لوگ ابوبکر کی بیعت کرچکے ہیں تم بھی ان کی بیعت کرو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ششم، ص ۴۸۔ تاریخ طبری

سرتابی کی تو تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔

جب بنی ہاشم نے حالات کی نزاکت ملاحظہ کی تو وہ ایک ایک کرکے ابوبکر کے پاس آئے اور ان کی بیعت کی۔

خانۂ علیؑ وبتولؑ پر یلغار

علامہ طبرسی نے احتجاج میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل کیا ہے۔ اس نے کہا:

عمر بن خطاب نے اپنے دامن کو مضبوطی سے باندھا اور مدینہ میں گھومنے لگے اور بلند آواز میں کہنے لگے:

لوگ ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں۔ تم لوگ بھی تیزی سے ابوبکر کی بیعت کرو۔ لوگ خوف زدہ ہوکر ابوبکر کی بیعت کرنے لگے۔

حضرت عمر کو اطلاع ملتی کہ ایک گروہ اپنے گھروں میں چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی جماعت کو لے کر ان پر یلغار کرتے اور انہیں بزور طاقت مسجد میں لے کر آتے اور ان سے حضرت ابوبکر کی بیعت لیتے۔

کئی روز تک یہی حالات رہے پھر عمر ایک بڑی جماعت لے کر حضرت علیؑ کے دروازے پر آئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ گھر سے نکل کر ابوبکر کی بیعت کریں۔

حضرت علیؑ نے ان کا مطالبہ مسترد کر دیا۔

عمر نے لکڑیاں اور آگ لانے کا حکم دیا اور کہا: **والذی نفس عمر بیده لیخرجن اولاحرقنه علی مافیه** ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے یا تو یہ لوگ گھر سے باہر نکلیں گے یا میں اس گھر کو اس کے مکینوں سمیت جلا دوں گا۔[1]

بعض حاضرین نے عمر سے کہا: ''اس گھر میں رسول خداؐ کی بیٹی فاطمہؑ اور ان کے

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی۔ جلد ششم۔ ص ۴۸۔ تاریخ طبری

نواسے حسنؑ وحسینؑ اور آثار رسولؐ بھی ہیں۔''

حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم نے کیا سوچا ہے تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ایسا کام کروں گا میرا مقصد انہیں ڈرانا ہے جلانا نہیں۔

حضرت علیؑ نے پیغام بھیجا: ''میرا گھر سے باہر آنا ممکن نہیں کیونکہ میں قرآن مجید کو جمع کرنے میں مصروف ہوں جب کہ تم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور تم دنیا سے دل لگا چکے ہو۔ میں قسم کھا چکا ہوں جب تک قرآن مجید جمع نہ کرلوں گا اس وقت تک نہ تو گھر سے باہر نکلوں گا اور نہ ہی اپنے کاندھوں پر عبا ڈالوں گا۔ اس وقت حضرت فاطمہؑ بنت پیغمبر اٹھیں اور دروازے کی اوٹ کے قریب کھڑی ہوئیں اور لوگوں سے کہا: میں نے تم جیسی بے وفا قوم نہیں دیکھی۔ تم نے رسول خداؐ کے جنازے کو چھوڑ دیا اور اپنے معاملات خود ہی حل کر لئے اور تم نے ہم سے مشورہ تک نہ کیا اور تم نے ہمارے حق کو فراموش کردیا ہے۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ گویا تمہیں روز غدیر کے واقعہ کا علم تک نہیں ہے۔ خدا کی قسم! رسول خداؐ نے اس دن علیؑ کی ولایت اور دوستی کا لوگوں سے عہد لیا تھا تاکہ خلافت کے متعلق تمہاری امید کو ختم کیا جاسکے۔ لیکن تم نے پیغمبر اکرمؐ سے اپنے تمام تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ واللہ حسیب بیننا وبینکم فی الدنیا والاخرۃ اللہ دنیا وآخرت میں ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

بیعت علیؑ اور علمائے اہلسنت

بیعت ابن قتیبہ دینوری کی نظر میں

ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کا شمار اہل سنت کے بڑے علماء میں سے کیا جاتا ہے۔ غیبت صغریٰ کے دور میں انہوں نے زندگی بسر کی اور ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ وہ حضرت علیؑ کی بیعت کے متعلق الامامۃ والسیاسۃ میں یوم رقم طراز ہیں:

پھر علیؑ کو ابوبکرؓ کے پاس لے آئے جب کہ علیؑ یہ کہہ رہے تھے۔

انا عبداللّٰه واخو رسول اللّٰه: میں اللہ کا بندہ اور رسول خداؐ کا بھائی ہوں۔

ایک شخص نے ان سے کہا: ابوبکر کی بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں خلافت وامامت کے لئے تم سے زیادہ حق دار ہوں میں تمہاری بیعت نہیں کرتا۔ تمہیں میری بیعت کرنی چاہئے کیونکہ تم نے خلافت اس بنیاد پر انصار سے حاصل کی ہے اور انصار کے مقابلہ میں تمہاری دلیل یہ تھی کہ تم رسول خداؐ کے رشتہ دار ہو۔ پھر تم نے اس خلافت کو ہم اہل بیت سے غصب کیا ہے۔ کیا تم نے انصار کے سامنے یہ دلیل پیش نہ کی تھی کہ تم محمد مصطفیؐ کی قرابت کی وجہ سے مقام رہبری کے حقدار ہو۔ اسی لئے انصار نے مقام رہبری وخلافت تمہارے سپرد کردیا تھا اور اپنا دعویٰ واپس لے لیا تھا۔ اب میں تمہارے سامنے وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے پیش کیا تھی۔ میں رسول خداؐ کی زندگی

اور ان کی وفات کے بعد بھی ان سے زیادہ قرابت رکھتا ہوں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کا سلوک کرو ورنہ اس علم و آ گاہی کی وجہ سے تم ظالموں میں سے قرار پاؤ گے۔

حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: ہم تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک تم ابوبکر کی بیعت نہ کرو گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: **احلب حلبالک شطره وشدله الیوم یرددہ علیک غدا.**

اس ناقہ خلافت کا دودھ اچھی طرح سے دوہ لے اس میں تیرا بھی حصہ ہے۔آج ابوبکر کی خلافت کو مستحکم کرلے تاکہ کل وہ یہ حکومت تجھے لوٹائے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے عمر! خدا کی قسم! میں تیری بات قبول نہیں کروں گا اور اس کی بیعت نہیں کروں گا۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اگر تم بیعت نہیں کرتے تو میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کرتا۔

ابوعبیدہ بن جراح نے کہا: چچا کے فرزند! تم جوان ہو اور یہ تمہاری قوم کے بزرگ ہیں اور تمہیں معاملات کا ان کی طرح سے تجربہ نہیں ہے۔ میری نظر میں ابوبکر تمہاری نسبت اس مقام کے لئے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اور ان میں قوت برداشت اور معاملہ فہمی تمہاری نسبت زیادہ ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ امر خلافت پر ان کا حق تسلیم کرلو۔ ہاں اگر تم زندہ رہے اور خدا نے تمہیں طویل زندگی عطا کردی تو پھر تم بھی اپنی فضیلت، دین، علم اور قرابت رسول کی وجہ سے اس عہدہ کے سب سے زیادہ مستحق قرار پاؤ گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: **اللّٰہ اللّٰہ یا معشر المهاجرین لاتخرجوا سلطان محمدٍ فی العرب من داره وقعربیته الی دورکم وقعور بیوتکم وتدفعون اهله عن مقامه فی الناس وحقه.**

گروہ مہاجرین خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو۔ محمد مصطفیٰؐ کی حاکمیت کو عرب میں ان کے گھر سے مت نکالو، آنحضرتؐ کی حکومت کو اپنے گھروں میں مت لے جاؤ، خاندان محمدؐ کو ان

کے مقام سے محروم نہ رکھو اور ان کے حق کو پامال نہ کرو۔

گروہ مہاجرین! خدا کی قسم تمہارے درمیان مقام خلافت کے ہم ہی زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم اہل بیت پیغمبر ہیں اور امر خلافت کے لئے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

انصار سے نصرت طلبی

ابن قتیبہ ان واقعات کو تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت علیؑ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ کو رات کے وقت سواری پر بٹھا کر انصار کی مجالس میں لے جاتے تھے اور حضرت فاطمہؑ انصار سے اپنے شوہر کی مدد کا مطالبہ کرتی تھیں۔

وہ لوگ جواب میں کہتے تھے: دختر پیغمبرؐ! اب تو ہم اس شخص کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپؑ کے شوہر ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس پہنچ جاتے تو ہم ان کی بات کو تسلیم کرتے اور ان کی رہبری کو قبول کر لیتے۔

حضرت علیؑ ان کے جواب میں فرمایا کرتے تھے:

کیا میں رسول خداؐ کا جنازہ ان کے گھر میں غسل وکفن کے بغیر چھوڑ کر اور انہیں دفن کئے بغیر تمہارے پاس آتا اور لوگوں سے حکومت کے لئے جھگڑے کرتا پھرتا؟

حضرت فاطمہؑ فرماتی تھیں:

ابوالحسن کے لئے رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین زیادہ ضروری تھی۔ لیکن مہاجرین و انصار نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور دے گا۔[1]

ابن قتیبہ بیعت علیؑ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہاں تک کہ ابوبکر نے بیعت نہ کرنے والوں کی تلاش کی تو انہیں علیؑ کے نزدیک پایا۔ عمر کو ان کے پاس بھیجا۔ عمر، علیؑ کے دروزے پر آئے اور آواز دے کر کہا بیعت کے لئے باہر آؤ۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ششم، ص۱۳، جلد یازدہم، ص۱۴۔

ان لوگوں نے علیؑ کے گھر سے نکلنے سے انکار کردیا۔

عمر نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے یا تو تم لوگ باہر آجاؤ ورنہ میں اس مکان کو اس میں موجود افراد سمیت جلادوں گا۔

حاضرین میں سے بعض نے عمر سے کہا: ''مگر اس گھر میں تو حضرت فاطمہؑ بھی موجود ہیں۔''

عمر نے کہا: ''وان'' وہ ہے تو بے شک ہوتی رہے۔

اس دھمکی کی وجہ سے گھر میں پناہ گزین افراد کو مجبوراً باہر آنا پڑا اور انہوں نے ابوبکر کی بیعت کی۔ مگر علیؑ باہر نہ آئے کیونکہ ان کے متعلق گمان تھا کہ وہ قسم کھا چکے ہیں کہ وہ اس وقت تک باہر نہ نکلیں گے جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کرلیں۔

حضرت فاطمہؑ دروازہ کی اوٹ میں آکر کھڑی ہوگئیں اور انہوں نے مہاجرین سے خطاب کرکے کہا: میں تم سے زیادہ وعدہ خلاف قوم کو نہیں جانتی۔ تم نے رسول خداؐ کا جنازہ ہمارے پاس رہنے دیا اور اپنے کام کے پیچھے چل پڑے۔ تم نے ہمارے بغیر ہی اپنے کام کی تکمیل کا اعلان کردیا۔ ہمیں امر خلافت سے دور کردیا، ہمارا حق پامال کیا اور اسے غصب کرلیا۔

جب عمر نے حضرت فاطمہؑ کی یہ باتیں سنیں تو ابوبکر کے پاس گئے اور اس سے کہا: آیا تو اس شخص (حضرت علیؑ) کو جو کہ بیعت کی مخالفت کررہا ہے اپنے پاس کیوں طلب نہیں کرتا؟

ابوبکر نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام ''قُنفُذ'' سے کہا:

تو علیؑ کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ وہ ہمارے پاس آئیں۔

قُنفُذ حضرت علیؑ کے پاس آیا تو حضرت علیؑ نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟

قُنفُذ نے کہا: خلیفہ رسول آپ کو بلاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم نے کتنی جلدی رسول خداؐ پر جھوٹ تراش لیا ہے (کہ اپنے آپ کو جانشین رسول کہنے لگ گئے)۔

قنفذ واپس آیا اور حضرت علیؑ کی گفتگو حضرت ابوبکر کو پہنچائی۔

حضرت علیؑ کی بات سن کر ابوبکر نے سخت گریہ کیا۔

عمر نے دوبارہ ابوبکر سے کہا: اس اختلاف کرنے والے شخص کو مہلت نہ دے۔

ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ علیؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ امیرالمؤمنین آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ آ کر بیعت کریں۔

قنفذ آیا اور اس نے ابوبکر کا پیغام حضرت علیؑ کا پہنچایا۔

حضرت علیؑ نے بلند آواز سے کہا:

''**سبحان اللہ لقد ادعی مالیس لہ**'' تعجب ہے وہ اس مقام کا دعویٰ کرنے لگا ہے جس کا وہ اہل نہیں ہے۔

قنفذ واپس گیا اور حضرت علیؑ کے جواب سے انہیں مطلع کیا۔

یہ جواب سن کر ابوبکر بہت روئے۔

اب کی بار عمر اٹھے، ایک جماعت کو اپنے ساتھ لیا اور دروازہ فاطمہؑ پر پہنچ گئے اور دستک دی۔ جب فاطمہ زہراؑ نے ان کی بات سنی تو انہوں نے بلند آواز سے اپنے والد سے کہا: ''اباجان ! اے رسول خداؐ! آپ کے بعد خطاب اور ابوقحافہ کے بیٹوں نے ہم پر کیسے ظلم کئے ہیں۔''

جب عمر کے ساتھیوں نے سیدہؑ کے رونے کی آواز سنی تو وہ بھی مغموم ہوئے اور رونے لگے اور وہ اتنا روئے کہ شدت گریہ سے ان کے دل پھٹنے کے قریب ہوگئے اور ان کے جگر میں سوراخ سا ہونے لگا۔ لیکن عمر چند افراد سمیت دربتول پر کھڑے رہے۔ انہوں نے علیؑ کو باہر نکالا کیا اور انہیں ابوبکر کے پاس لے گئے اور ان سے کہا کہ ابوبکر کی بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بیعت نہیں کرتا۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم تمہاری گردن اتار دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تم ایک بندۂ خدا اور برادر رسولؐ کے قاتل

قرار پاؤ گے۔

عمر نے کہا: عبداللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا بندہ خدا کی بات تو صحیح ہے لیکن ہم تمہیں رسول خداؐ کا بھائی نہیں مانتے۔

اس دوران ابوبکر بالکل خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی بات نہیں کررہے تھے، عمر نے ان سے کہا: علیؑ کو بیعت کا حکم نہیں دو گے؟

ابوبکر نے کہا: جب تک علیؑ کے گھر میں فاطمہؑ موجود ہیں میں ان پر کوئی جبر نہیں کروں گا۔

حضرت علیؑ قبر پیغمبرؐ کے نزدیک آئے اور روکر غمگین آواز میں کہا: یا بن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔(الاعراف۔۱۵۰)

ماں جائے! لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے۔

ابوبکر کی سیدہؑ سے گفتگو

عمر نے ابوبکر سے کہا: ہمیں فاطمہؑ کے پاس لے چلو ہم نے اسے غضبناک کیا ہے۔ عمر اور ابوبکر دونوں مل کر دروازہ زہراؑ پر گئے اور داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ سیدہؑ نے انہیں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ پھر وہ دونوں حضرت علیؑ کے پاس گئے اور اس سلسلہ میں ان سے گفتگو کی اور انہوں نے حضرت علیؑ کو اپنے اور حضرت سیدہؑ کے درمیان واسطہ بنایا۔

حضرت علیؑ نے حضرت سیدہؑ سے اجازت لے لی اور انہیں لے کر حضرت سیدہؑ کے پاس آئے۔ لیکن فاطمہ زہراؑ نے اُن سے اپنا رخ موڑ لیا۔ انہوں نے سلام کیا۔ فاطمہ زہراؑ نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔

ابوبکر نے کہا: رسول خداؐ کی محبوب ترین شخصیت! خدا کی قسم! رسول خداؐ کے رشتہ دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہیں اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ پیاری ہیں۔

میری تو حسرت رہی کہ رسول خداؐ زندہ رہتے، ان کی وفات کے دن میں مرجاتا اور ان کے بعد زندہ نہ رہتا۔ تو کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کے فضائل پہچان کر بھی آپ کو میراث سے محروم کرسکتا ہوں؟

میں نے آپؑ کے والد رسول خداؐ سے سنا وہ کہتے تھے:

''لا نورث ما ترکناه فهو صدقة'' ہم گروہ انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: اگر میں اپنے والد کی حدیث تمہارے سامنے بیان کروں تو کیا تم تسلیم کرو گے؟

دونوں نے کہا: جی ہاں تسلیم کریں گے۔

حضرت فاطمہؑ نے کہا: میں تم دونوں کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول خداؐ کو یہ کہتے نہیں سنا تھا: ''رِضَا فَاطِمَة مِن رِضَایَ وَسَخَطِ فَاطِمَة مِن سَخَطِی فَمَن اَحَبَّ فَاطِمَةَ اِبنَتِی اَحَبَّنِی وَمَن اَرضَی فَاطِمَةَ فَقَداَرضَانِی وَمَن اَسخَطَ فَاطِمَةَ فَقَد اَسخَطَنِی. یعنی فاطمہؑ کی رضامندی میری رضامندی اور فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ جس نے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے فاطمہؑ کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

یہ سن کر دونوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے یہ پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میں خدا اور اس کے فرشتوں کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے اور راضی نہیں کیا۔ میں تم دونوں کی اپنے والد رسول خداؐ سے شکایت کروں گی۔

ابوبکر نے کہا: میں خدا کی ناراضگی اور فاطمہؑ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

پھر ابوبکر اتنا روئے کہ قریب تھا کہ ان کی روح ان کے بدن سے نکل جاتی۔

پھر حضرت فاطمہؑ زہرا نے ان سے کہا: خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تجھ پر بددعا کروں گی۔

ابوبکر روتے ہوئے بتولؑ کے گھر سے نکلے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا: تم میں سے ہر شخص رات کو اپنی بیوی کے پہلو میں آرام کرتا ہے اور ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سوتا ہے اور اپنے خاندان کے ساتھ خوش ہے۔ لیکن تم نے مجھے ان مصائب میں پھنسا دیا ہے۔ مجھے تمہاری اس بیعت کی ضرورت نہیں ہے تم اپنی بیعت توڑ لو۔

لوگوں نے کہا: اے جانشین پیغمبر! تمہارے سوا خلافت کسی اور سے نہیں چل سکتی کیونکہ تم امور خلافت کو ہم سے بہتر جانتے ہو اور اگر تم نے امورِ خلافت سے ہاتھ کھینچ لیا تو اللہ کا دین تباہ ہو جائے۔

ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے دین کی رسی کمزور ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو جو کچھ میں فاطمہؑ سے سن کر آیا ہوں ایک رات بھی اس حالت میں بسر نہ کرتا کہ کسی مسلمان کے گلے میں میری بیعت کا قلادہ موجود ہو۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کی اور حضرت فاطمہؑ رسول خداؐ کی وفات کے بعد پچھتر دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ (انتہی کلامہ)

ابن عبدربہ اندلسی کا قول

احمد بن محمد قرطبی مروانی مالکی جوکہ ابن عبدربہ اندلسی کے لقب سے مشہور تھا (متوفی ۳۲۸ھ) اور وہ اہل تسنن کے بزرگ علماء میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''العقد الفرید'' ہے اور وہ بہت اچھی کتاب سمجھی جاتی ہے، اس کتاب کی جلد دوم میں اس نے بیعت علیؑ کا تذکرہ کیا اور اس کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت ابوبکر کی بیعت کی مخالفت مندرجہ ذیل افراد نے کی تھی۔

علیؑ ، عباسؓ اور زبیرؓ حضرت فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھ گئے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو ان کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں گھر سے نکالیں اور انہوں نے حضرت عمر سے کہا تھا: اگر یہ لوگ باہر آنے سے انکار کریں تو ان کے ساتھ جنگ کرنا۔

عمر اپنے ساتھ آگ لے کر گئے تا کہ خانۂ فاطمہؑ کو جلا ڈالیں۔ حضرت فاطمہؑ اس کے سامنے آئیں اور اس سے فرمایا:

فرزند خطاب! تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو آگ لگا دے؟

عمر نے کہا: جی ہاں! ورنہ دوسرے لوگوں کی طرح سے آؤ اور بیعت کرو۔

علیؑ گھر سے نکلے اور ابوبکر کے پاس گئے اور ان کی بیعت کی۔

مشہور مورخ مسعودی کی گفتگو

علی بن حسین مسعودی، عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے ''مروج الذھب'' نامی کتاب لکھی۔ان کی کتاب پُر معنی تصور کی جاتی ہے۔ وہ اپنی اس کتاب میں عبداللہ بن زبیر کے حالات میں لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں جتنے بھی بنی ہاشم تھے ان سب کو گرفتار کر کے شعب ابی طالب میں جمع کیا۔ ان کے اردگرد اس نے بڑی مقدار میں لکڑیاں جمع کرادی تھیں اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ اگر بنی ہاشم نے اس کی بیعت نہ کی تو وہ لکڑیوں کو آگ لگا دے گا۔ اور بنی ہاشم میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچے گا۔ ان قیدیوں میں حضرت علیؑ کے فرزند محمد حنیفہ بھی تھے۔

مسعودی آگے نقل کرتے ہیں: امیر مختار نے ابوعبداللہ جدلی کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اور وہ لشکر لے کر مکہ آیا اور اس نے بنی ہاشم کو اس ہلاکت سے نجات دلائی۔

مسعودی لکھتے ہیں: نوفلی نے اپنی کتاب میں حضرت عائشہ کے ایک عقیدت مند سے نقل کیا ہے کہ حماد بن سلمہ نے کہا عبداللہ بن زبیر کے اس فعل پر جب لوگ تنقید کرتے تھے تو اس کا بھائی عروہ بن زبیر اپنے بھائی کی وکالت کرتے ہوئے کہتا تھا:

لکڑیاں جمع کرنے سے عبداللہ کا مقصد بنی ہاشم کو خوفزدہ کرنا تھا اور انہیں جلانا مقصود نہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس طرح سے بنی ہاشم بیعت کریں۔ اور یہی عمل تو عمر بن خطاب نے بھی بنی ہاشم سے روا رکھا تھا اور اس نے بھی تو انہیں جلانے کے لئے لکڑیاں جمع تھیں کیونکہ وہ بیعت سے پس و پیش کر رہے تھے۔ (یعنی عبداللہ بن زبیر نے لکڑیاں جمع کر کے حضرت عمر کی سنت پر عمل کیا تھا)۔

پھر نوفلی نے لکھا: ان الفاظ کی شرح یہاں نہیں سما سکتی البتہ ہم نے مناقب اہل بیت اور ان کی سوانح حیات پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''حدائق الاذھان'' ہے۔ اس کتاب میں ہم نے ان الفاظ کا مقصد واضح کیا ہے۔

چند شیعہ علماء کی گفتگو

مذہب شیعہ کے بزرگ عالم سید مرتضیٰ علم الھدیٰ المتوفّی ۴۳۶ھ اپنی کتاب الشافی میں خانۂ فاطمہؑ کے جلانے کے سلسلے میں قاضی القضاۃ کے کلام کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

آگ لگانے کے واقعہ کو علمائے شیعہ کے علاوہ ایسے علمائے اہل سنت نے بھی بیان کیا ہے جو کہ اہل سنت کے نزدیک متہم نہیں ہیں اور کسی دلیل کے بغیر ان روایات کو رد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مشہور مورخ بلاذری اہل سنت کے قابل وثوق عالم ہیں اور علمائے اہل سنت ان کی بیان کردہ روایات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ بلاذری پر تشیع کا الزام بھی نہیں ہے، اس بلاذری نے مدائنی سے نقل کیا ہے:

حضرت ابوبکر نے ایک شخص کو علیؑ کے پاس بھیجا تا کہ ان سے جبری بیعت لی جائے مگر علیؑ نے بیعت نہ کی۔ بعد میں عمر آگ کی کچھ مقدار لے کر علیؑ کے گھر کی طرف آئے اور حضرت فاطمہؑ کو ایک کونے میں بیٹھا ہوا دیکھا۔

حضرت فاطمہؑ نے اس سے کہا: فرزند خطاب! میں خیال کرتی ہوں کہ تو ہمارے گھر کو جلانے کے لئے آیا ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟

حضرت عمر نے جواب میں کہا: یہ کام تمہارے والد کی شریعت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ اس وقت علیؑ گھر سے نکلے اور انہوں نے بیعت کی۔

اس روایت کو شیعہ راویوں نے مختلف اسناد وطرق سے بیان کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ اہل سنت کے بزرگ محدثین نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ابراہیم سعید ثقفی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

واللّٰہ مابایع علیؑ حتیٰ رای الدخان قددخل بیتہ

خدا کی قسم! علیؑ نے مجبور ہوکر اس وقت بیعت کی جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں دھواں داخل ہو چکا ہے۔

سید ابن طاؤس کی گفتگو

ملت شیعہ کے مایہ ناز عالم دین سید ابن طاؤس المتوفی ۶۶۴ھ اپنی کتاب ''کشف المحجہ'' میں حضرت ابوبکر کی زندگی کی شرح اور ان کے لشکر اسامہ سے پیچھے رہنے اور سقیفہ میں غصب خلافت کے واقعات کے ضمن میں اپنے بیٹے کو خطاب کر کے لکھتے ہیں: اس نے ان امور کو تو سرانجام نہ دیا اس کی بجائے اس نے عمر کو تیرے باپ علیؑ اور تیری ماں فاطمہؑ کے دروازے پر بھیجا۔ اور اس وقت عباسؓ اور بنی ہاشم کی ایک جماعت علیؑ وبتولؑ کے پاس موجود تھی اور یہ لوگ تیرے نانا جناب رسولؐ کے سوگ میں وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر نے آتے ہی حکم دیا کہ اگر یہ لوگ بیعت کے لئے گھر سے باہر نہ آئیں تو اس گھر کو جلا دو۔ جیسا کہ کتاب ''العقد الفرید'' کے مؤلف نے اپنی کتاب کی جلد چہارم میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور اہل سنت محدثین نے جو کہ کسی طور بھی تشیع کے الزام سے سے متہم نہیں ہیں اس کا تذکرہ کیا ہے اور جلانے کے متعلق جہاں تک میری تحقیق ہے آج تک کسی بھی بے رحم اور ظالم شخص نے انبیاء واوصیاء کو نہیں جلایا اور جلانے کا یہ کام صرف ان کے ہی مقدر میں آیا ہے۔ حد یہ ہے کہ آج تک کافر سلاطین کے بارے میں بھی یہ روایت نہیں پڑھی کہ انہوں نے بیعت نہ کرنے والے افراد کے گھر نذر آتش کئے ہوں۔ البتہ کافر سلاطین کی تاریخ میں دھمکیوں اور مار پیٹ اور قتل کرنے کے واقعات ضرور دکھائی دیتے ہیں لیکن جلانے کا کوئی واقعہ تاریخ میں دکھائی نہیں دیتا۔

اور اس سلسلے میں، میں تو یہ بھی کہتا ہوں:

ہمیں آج تک کسی ایسے پیغمبر یا حکمران کے متعلق یہ واقعہ کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا کہ اس نے لوگوں کو غربت و ذلت اور خسارہ سے نجات دی ہو اور انہیں دنیا و آخرت کی سعادت کی رہنمائی کی ہو اور اللہ نے اس کی نبوت کی برکت سے جباروں کی سلطنت کا خاتمہ کیا ہو اور پھر وہ پیغمبر یا حکمران دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی امت یا رعیت میں صرف ایک بیٹی چھوڑ کر گیا ہو اور وہ لوگوں سے یہ بھی کہہ کر گیا ہو:

یہ میری بیٹی دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور اس بیٹی کے دو لڑکے ہوں جن کی عمریں سات برس کے لگ بھگ ہوں، تو کیا اس پیغمبر کی امت یا ایسے کسی حکمران کی رعیت کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے محسن کا بدلہ چکانے کے لئے اس کی بیٹی اور اس کے نواسوں کو جلانے کے لئے آگ لے کر جائیں اور بالخصوص جب کہ وہ بیٹی اور اس کے بیٹے اس پیغمبر یا حکمران کے لئے روح و جان کا درجہ رکھتے ہوں؟

ایک عجیب داستان

علامہ طبرسی کتاب الاحتجاج میں احمد بن ہشام کی زبانی لکھتے ہیں:

میں حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں عبادہ بن صامت (ایک مشہور صحابی) کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا خلافت کے حصول سے قبل بھی لوگ حضرت ابوبکر کو دوسرے صحابہ سے افضل سمجھتے تھے؟

عبادہ بن صامت نے کہا: جب ہم کسی موضوع کے متعلق خاموش رہیں تو تمہیں بھی خاموش رہنا چاہئے اور خواہ مخواہ کا تجسس نہیں کرنا چاہئے۔ خدا کی قسم! حضرت علیؑ، ابوبکر کی بہ نسبت خلافت کے ایسے ہی حقدار تھے جیسا کہ محمد مصطفیؐ ابوجہل کی بہ نسبت نبوت کے حقدار تھے۔

مجھے وہ واقعہ اچھی طرح سے یاد ہے کہ ہم ایک دن پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ علیؑ اور ابوبکر وعمر دروازہ رسولؐ میں داخل ہوئے۔ پہلے ابوبکر داخل ہوئے، پھر عمر داخل ہوئے اور آخر میں علیؑ داخل ہوئے۔

یہ منظر دیکھ کر رسول خداؐ کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی پھر انہوں نے علیؑ سے فرمایا: کیا یہ دو اشخاص تجھے پشت کر کے چلے جب کہ خدا نے تجھے ان کا امیر مقرر کیا ہے؟!

ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہؐ میں بھول گیا تھا۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ مجھ سے غفلت اور غلطی ہوگئی۔

رسول خداؐ نے فرمایا: **لا نسیتما و لا سھوتما**......تم نہ تو بھولے ہو اور نہ ہی تم سے غفلت ہوئی ہے۔ میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مقام رہبری اس کے ہاتھ سے چھین لیا ہے اور قوت و اقتدار کے حصول کے لئے اس سے جنگ اور جھگڑا کر رہے ہو اور خدا و رسولؐ کے دشمن تمہارے مددگار بن چکے ہیں اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مہاجرین وانصار کو حصول دُنیا کی اتنی رغبت دلائی ہے کہ وہ آپس میں تلواریں لے

کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ میں اپنے اہلبیت کو مظلوم ومقہور دیکھ رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا خاندان زمین کے اطراف واکناف میں منتشر ہو چکا ہے اور یہ بات خدا کے علم میں ثابت ہوچکی ہے۔

پھر رسول خداؐ اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو ٹپکنے لگے اور آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علی الصبر الصبر حتی ینزل الامر و لاقوة الا باللّٰہ العلی العظیم ......

علیؑ! ان حالات میں صبر کرنا اور صابر رہنا یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ نازل ہو۔ خداوند بزرگ وبرتر کے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ اور صبر کی صورت میں اللہ تعالیٰ تجھے اتنا اجر عطا فرمائے گا جسے لکھنے والے دو فرشتے شمار نہیں کرسکیں گے اور جب تیرے ہاتھوں میں قوت وطاقت آجائے تو تلوار اٹھالینا اور اپنے مخالفین کو اس قدر مارنا کہ وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمان کی طرف واپس لوٹ آئیں کیونکہ تو حق پر ہے اور جو لوگ تیرے ساتھ باطل کے خلاف کھڑے ہوں گے وہ حق پر ہوں گے۔ اسی طرح تیرے بعد تیری اولاد قیامت تک حق پر ہوگی۔

خطبہ شقشقیہ

خلافت کا حقیقی آئینہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ابن عباسؓ کی سند سے نقل کیا کہ ہم حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں ان کے پاس بیٹھے تھے کہ خلافت کے معاملات کا ذکر چھڑ گیا تو آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: (ہم یہ خطبہ نہج البلاغہ سے نقل کر رہے ہیں)

اما واللّٰه لقد تقمصها ابن ابی قحافة وانه ليعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی.ينحدر عنی السيل ولا يرقیٰ الی الطير فسدلت دونها ثوبا وطويت عنها كشحا وطفقت ارتائی بين ان اصول بيد جذاء اواصبر علی طخيه عمياء. يهرم فيها الكبير ويشيب فيها الصغير ويكدح فيها مومن حتی يلقی ربه.

فرأيت ان الصبرعلی هاتا احجی فصبرت وفی العين قذی وفی الحلق شجا اریٰ تراثی نهبا حتیٰ مضیٰ الاول لسبيله فادلیٰ بها الیٰ ابن خطاب بعده.

(ثم تمثل بقول الاعشیٰ) شتان مايومی علیٰ كورها ويوم حيان اخی جابر.

فيا عجبا بينا هويستقيلها فی حياته اذ عقدها لآخر بعد وفاته لشد ماتشطرا ضر عيها فصيرها فی حوزةخشناء يغلظ كلامها ويخشن مسها ويكثر العثار فيها والاعتذار منها.فصاحبها كراكب الصعبة ان اشنق لهاخرم وان اسلس لهاتقحم.

فمنی الناس لعمر اللّٰه بخبط وشماس وتلون واعتراض فصبرت علیٰ طول المدة وشدة المحنة حتی اذا مضیٰ لسبیله جعلهافی جماعةزعم انی احد هم فیاللّٰه وللشوری متیٰ اعترض الریب فی مع الاول منهم حتیٰ صرت اقرن الی هذه النظائرلکنی اسففت اذ اسفوا وطرت اذاطاروا.فصغیٰ رجل منهم لضغنه ومال الآخر لصهره مع هن وهن.الیٰ ان قام ثالث القوم نافجا حضنیه بین نثیله ومعتلفه وقام معه بنوابیه یخضمون مال اللّٰه خضمة الابل نبتة الربیع الٰی ان انتکث فتله واجهز علیه عمله وکبت به بطنته.

فما راعی الا والناس کعرف الضبع الیَّ ینثالون علیَّ من کل جانب حتی لقد وطئی الحسنان وشق عطفای مجتمعین حولی کربیضة الغنم.فلمانهضت بالامر نکثت. طائفة ومرقت اخری وقسط اخرون کانهم لم یسمعوا کلام اللّٰه حیث یقول "وتلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوافی الارض ولافساداًوالعاقبة للمتقین".(سورۂ قصص آیت ۸۳)

بلیٰ واللّٰه لقد سمعوها ووعوها ولکنهم حلیت الدنیا فی اعینهم وراقهم زبرجها. اما والذی فلق الحبة وبرأ النسمة لولاحضور الحاضر وقیام الحجة بوجود الناصر وما اخذاللّٰه علیٰ العلمآ اِن لایقارّو اعلیٰ کظّة ظالم ولا سغب مظلوم لا لقیت حبلها علی غاربها ولسقیت اخرهابکاس اولها ولا لفیتم دنیاکم، هذه ازهد عندی من عفطة عنز.

''خدا کی قسم فرزند ابو قحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح سے جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔

میں وہ (کوہ بلند) ہوں جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو

تہی کرلی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے تنہا ہاتھوں سے (بغیر کسی مددگار کے) قیام کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کرلوں۔ جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہوجاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

مجھے اس اندھیرے پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم ورنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا۔"

پھر آپ نے بطور تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا: کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے۔ اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔[1]

تعجب ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد کو دوسروں کے لئے استوار کرگیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کو اونٹنی کے تھنوں کی طرح آپس میں بانٹ لیا تھا۔ اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے جس کو چھوکر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی جہاں بات بات پہ ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔

ا۔ حیان ابن سمین یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحب قلعہ و سپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے اور اعشیٰ جس کا اصلی نام میمون ابن قیس ہے، اس کی بزم ناؤ نوش میں ندیم و مصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام واکرام سے خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں یہ دن کہ جب رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام وچین سے گزر رہے تھے۔

امیر المؤمنینؑ کے اس شعر کو بطور تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا کہ وہ اپنے دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اس زمانے سے کہہ رہے ہیں جو پیغمبر کے دامان عاطفت سے گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل وغش سے پاک اور روحانی سکون کا سروسامان لئے ہوئے تھا۔ لیکن محل تمثیل اور مضمون شعر پر نظر کرتے ہوئے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے(تو اس کی منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔

اس کی وجہ سے خدا کی قسم! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوگئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا۔ اور خلافت کو ایک جماعت میں محدود کرگیا اور مجھے بھی اس جماعت کا فرد خیال کیا۔

اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق وفضیلت میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں میں میں بھی شامل کرلیا گیا ہوں مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا تھا کہ جب وہ زمین کے قریب ہوکر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہوکر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں۔[1]

ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہوگیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔

یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا

(گزشتہ سے پیوستہ)

یہ مقصود ہوتو بعید نہیں ہے کہ برسراقتدار افراد کی زمانہ رسولؐ میں بے وقعتی اور موجودہ حالات میں ان کے اقتدار واختیار کا فرق دکھلایا جائے یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسولؐ کے زمانے میں میرے سامنے ان کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امور مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

[1] حضرت عمر کی قائم کردہ شوریٰ ان افراد پر مشتمل تھی: حضرت علی، حضرت عثمانؓ۔ سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر۔ یہ لوگ ایک مقام پر اکٹھا ہوئے۔ زبیر نے اپنا حق علی کو دے دیا، طلحہ نے اپنا حق حضرت عثمان کو دے دیا، سعد بن وقاص نے اپنا حق عبدالرحمٰن کے حوالے کیا۔

ایک طویل خاموشی کے بعد عبدالرحمٰن نے علی سے کہا: میں اس بات پر آمادہ ہوں کہ اپنا حق آپ کے حوالے کردوں بشرطیکہ آپ کتابِ خدا، سنت پیغمبرؐ اور روشِ شیخین پر عمل کریں۔

حضرت علی نے فرمایا: بلکہ میں کتابِ خدا اور سنت پیغمبرؐ پر عمل کروں گا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی پیشکش عثمانؓ کے سامنے رکھی۔ تو عثمانؓ نے اسے قبول کیا اس طرح (عمرؓ کے پروگرام کے مطابق) عثمانؓ تک خلافت پہنچ گئی۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۱۔ صفحہ ۱۸۸) مترجم فارسی۔

ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اس کی رسی کے بٹے ہوئے بل کھل گئے اور اس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کردیااور شکم پری نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔

اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کردیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح سے لگاتار بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسن وحسین کچلے جارہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔

مگراس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کرلیا گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اسے سنا تھا اور یاد کیا تھا۔لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا تھا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا تھا۔

دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون وقرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کے اونٹ کی باگ ڈور اس کے کندھوں پر ڈال دیتااور اس کے آخر کو اس کے اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔''

لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا اور اس نے ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا۔ آپ اسے دیکھنے لگے۔

جب فارغ ہوئے تو ابن عباسؓ نے کہا: یا امیرالمؤمنین آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں۔

حضرت نے فرمایا: هیهات یا ابن عباس تلک شِقشِقۃُ هدرت ثم قرّت

اے ابن عباسؓ یہ تو شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی کے وقت نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے اس کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بنا پر ہوا کہ حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید کے استاد کی خوبصورت گفتگو

علامہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:

ہم سے ہمارے استاد مصدق بن شبیب واسطی نے ۶۰۳ھ میں فرمایا کہ میں نے اس خطبہ کو شیخ ابومحمد عبداللہ ابن احمد سے جو کہ ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباسؓ نے اس خطبہ کے نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے) تو ابن خشاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابن عباسؓ سے افسوس کے کلمات سنتا تو ان سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے ابن عم کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ انہوں نے تو نہ اگلوں کو چھوڑا ہے نہ پچھلوں کو۔ جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا اب افسوس کاہے کا کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔

ابن عباسؓ کے سامنے درد دل کا اظہار

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے کشف للیقین کے حوالے سے بحارالانوار میں ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے۔ میں حضرت علیؑ کے جلال کا دو مواقع پر مشاہدہ کیا کرتا تھا۔

جب وہ کسی چیز کو یاد کرتے۔ یا جب کوئی ہیجان برپا کرنے والی خبر سنتے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک شامی پیروکار نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ عمرو بن عاص، عتبہ بن ابی سفیان، ولید بن عقبہ اور مروان معاویہ کے دربار میں جمع ہوئے اور انہوں نے آپ پر دل کھول کر تنقید کی۔ اور لوگوں کو بتایا کہ علیؑ قتل عام کر کے محمد مصطفیؐ کے اصحاب کو کم کر رہا ہے اور ان لوگوں میں جو جو عیب تھے انہوں نے اپنے تمام عیوب کی نسبت آپؑ کی طرف دی۔

یہ خط حضرت کو اس وقت ملا جب آپ اپنے لشکر کو حکم صادر کر چکے تھے کہ وہ "نخیلہ" کی عسکرگاہ میں جمع ہوں جہاں سے معاویہ کے مقابلہ کے لئے صفین کی طرف روانگی ہونا تھی۔

لیکن حضرت علیؑ کے سپاہیوں نے سستی کی، ان کی کثرت کوفہ چلی گئی اور آپ کو انہوں نے تنہا چھوڑ دیا۔

اپنے سپاہیوں کے اس طرز عمل پر حضرت بہت خفا ہوئے۔ مجھے جب ان حالات کا علم ہوا تو میں رات کے وقت امیرالمؤمنین علیہ السلام کے دروازے پر پہنچا اور حضرت کے خادم قنبر سے پوچھا: امیرالمؤمنین کا کیا حال ہے؟

قنبر نے کہا: وہ اس وقت سوئے ہوئے ہیں۔

حضرت نے قنبر کی بات سن لی اور فرمایا: کون ہے؟

قنبر نے کہا: امیرالمؤمنین یہ ابن عباسؓ ہے۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ امامؑ نے مجھے داخل ہونے کی اجازت دی۔ میں اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ بستر کے ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے ہیں، اپنے جسم پر ایک کپڑا لپیٹا ہوا ہے اور انتہائی بے چین دکھائی دے رہے تھے۔

یہ حالت دیکھ کر میں نے ان سے کہا: امیرالمؤمنینؑ! آج رات آپ بہت پریشان محسوس ہوتے ہیں آپ کو نیند نہیں آئی؟

آپؑ نے فرمایا: ابن عباسؓ تجھ پر افسوس! جب دل ہی بے قرار ہو تو آنکھوں میں نیند

کہاں سے آئے۔ دل تمام اعضاء کا سلطان ہے۔ جب دل میں بے چینی ہو تو آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔

میں آج رات کے ابتدائی حصے سے فکر میں ڈوبا رہا۔ پہلے میں نے اس منظر کے متعلق سوچا کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد امت نے کس طرح سے اپنے عہد و پیان کو توڑ دیا اور انہوں نے کس طرح سے عہد شکنی کا ارتکاب کیا۔ حضرت رسول خداؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اصحاب کو حکم دیا تھا کہ وہ مجھے ''امیرالمؤمنین'' کہہ کر سلام کریں اور رحلت پیغمبرؐ کے بعد بھی میں نے کوشش کی کہ اہل ایمان کا اقتدار حاصل کروں۔

ابن عباس! میں رسول خداؐ کے بعد مومنین کا اولیٰ بالتصرف ہوں۔ لیکن لوگوں نے دنیا اور اقتدار سے اتنا دل لگالیا تھا کہ وہ اپنے عہد سے برگشتہ ہوگئے اور ان کے دل مجھ سے ہٹ گئے اسی لئے انہوں نے میری اطاعت نہ کی۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کی تفصیل بیان کرتے رہے حتیٰ کے آپ نے فرمایا:

ابن عباس! اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ لوگ ہند جگر خوار کے بیٹے معاویہ، عمرو بن العاص، عتبہ، ولید اور مروان کو بھی میرا ہمسر سمجھنے لگے ہیں اور ان حالات میں میں کب تک اس بات کا انتظار کرتا رہوں اور یہ دیکھتا رہوں کہ امر خلافت اور وراثت پیغمبرؐ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اپنے آپ کو لوگوں کا حکمران سمجھتے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دوستانِ خدا کا شکوہ کرتے ہیں اور دوستانِ خدا پر ناروا تہمتیں تراشا کرتے ہیں اور دروغ گوئی اور کینہ توزی سے اپنی سابقہ عداوت کا اظہار کرتے ہیں۔ اصحاب محمدؐ میں سے جو آنحضرتؐ کے محرم راز اور اپنے عہد کے محافظ ہیں وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میری مخالفت کرنے والے شیطان کی اطاعت کرر ہے ہیں اور جو لوگوں کو مجھ سے منحرف کرر ہے ہیں وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرر ہے ہیں اور اپنی آخرت کو تباہ کرر ہے ہیں۔ اللہ بے نیاز

مطلق ہے اور وہی صحیح راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

ابن عباس! اس پر ہلاکت وافسوس! جس نے مجھ پر ستم کیا اور جس نے مجھ سے میرا حق غصب کیا اور جس نے مجھ سے میرا مقام ومنصب چھینا۔

یہ لوگ اس وقت کہاں تھے کہ جب میرا بچپن تھا اور مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی تھی، اس وقت بھی میں رسول خداؐ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ یہ لوگ اس وقت بتوں کی پوجا کرنے میں مصروف تھے اور خدا کے فرمان سے منہموڑ کر آتش دوزخ کو بھڑکارہے تھے۔ جب کفر کو شکست ہوگئی تو ان لوگوں نے مجبور ہوکر اسلام قبول کیا لیکن اس وقت ان کے دلوں میں کفرونفاق کی آمیزش موجود تھی اور انہیں اس بات کی توقع تھی کہ وہ خدا کے نور کو خاموش کرسکیں گے۔ وہ رسول خداؐ کی دعوت اسلام کے خاتمہ کے لئے گھڑیاں گنا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا کینہ وحرص یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ انہوں نے رسول خداؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اور انہوں نے ''دارالندوہ'' مرکز میں رسول خداؐ کو قتل کرنے کے لئے اجلاس طلب کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشادفرمایا ہے: ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین. (سورۂ آل عمران: آیت۵۴)

یعنی انہوں نے اسلام کی نابودی کے لئے منصوبہ بنایا اور اللہ نے اس کے جواب میں تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اور ایسے ہی افراد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یریدون ان یطفئوا نوراللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون. (سورۂ توبہ: آیت۳۲)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

ابن عباس! پیغمبر خدا نے اپنی زندگی میں وحی الٰہی سے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں میری دوستی اور ولایت کا حکم دیا تھا لیکن شیطان نے انہیں منحرف کردیا تھا اور اس نے

انہیں مجھ سے حسد کی ترغیب دی۔ اس سے قبل اس نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا تھا اور خدا کے پیارے سے حسد کی وجہ سے درگاہ الٰہی سے مردود ہوا تھا اور تا ابد لعنت پروردگار میں گرفتار ہوا تھا۔ خدا نے چاہا تو قریش کے حسد سے مجھے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے گا۔

ابن عباسؓ! ان میں سے تمام افراد اس بات کے خواہش مند ہیں کہ وہ حاکم و مقتدر بن جائیں اور وہ اور ان سے وابستہ افراد پر دنیا مہربان ہوجائے۔ نفسانی خواہشات اور دنیا سے دل بستگی اور لوگوں کی طرف سے ان کی پیروی نے انہیں میرا حق غصب کرنے پر آمادہ کیا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد یہ ظالم افراد ثقل اصغر اہل بیت وعترت پیغمبرؐ کو تہس نہس نہیں کردیں گے اور شجرۂ علم کو قطع کردیں گے اور خدا کی مضبوط رسی کو کاٹ دیں گے، تو موت اور خدا کی ملاقات مجھے اس آب شیریں سے زیادہ گوارا ہوتی ہے جسے پیاسا پیتا ہے اور موت مجھے ایک تھکے ہوئے شخص کی نیند سے بھی زیادہ اچھی دکھائی دیتی۔

ان تمام تر حالات پر میں نے صبر کیا جب کہ میرا سینہ غموں سے لبریز تھا اور ذہن میں مختلف قسم کے وسوسے جاگزین تھے۔

فصبر جمیل و اللّٰہ المستعان علی ما تصفون. (سورۂ یوسف: آیت ۱۸)

صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اور اس کے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے۔

قدیم الایام سے ہی انبیاء پر ظلم ہوتا رہا اور اولیائے خدا قتل ہوتے رہے۔

وسیعلم الکفار لمن وعقبیٰ الدار. (سورۂ رعد: آیت ۴۲)

اور کافروں کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے۔

اس اثناء میں اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اذان کی آواز سن کر امیر المؤمنینؑ نے فرمایا:

ابن عباسؓ! میرے اور اپنے لئے استغفار کرنا مت بھولنا۔ خدا ہمارے لئے کافی ہے

اور وہی بہترین نگہبان ہے اور خدا کی قوت و طاقت کے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: رات کے ختم ہونے اور امیرالمؤمنین کے کلام کے منقطع ہونے سے میں سخت غمگین ہوا۔

بارہ افراد کی حضرت ابوبکر پر تنقید واحتجاج

علمائے شیعہ کی ایک جماعت نے اپنے تالیفات[1] میں روایت کی ہے:

جب حضرت ابوبکر کی خلافت قائم ہوئی تو بارہ افراد نے ان کے سامنے مسجد نبوی میں علی الاعلان احتجاج کیا جن میں چھ مہاجر اور چھ انصار تھے۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:

۱۔ خالد بن سعید عاص اموی ؓ ۲۔ سلمان فارسی ؓ ۳۔ ابوذر غفاری ؓ

۴۔ مقداد بن اسود ؓ ۵۔ عمار بن یاسر ؓ ۶۔ بریدہ اسلمی ؓ

۱۔ ابوالہیثم بن تیہان ؓ ۲۔ سہل بن حنیف ؓ ۳۔ عثمان بن حنیف ؓ

۴۔ خزیمہ بن ثابت ؓ ۵۔ ابی بن کعب ؓ ۶۔ ابوایوب انصاری ؓ

جب حضرت ابوبکر نے منصب خلافت سنبھالا تو مذکورہ افراد نے آپس میں مشورہ کیا، ان میں سے کچھ افراد کی رائے یہ تھی کہ ہمیں مسجد میں جا کر انہیں منبر سے بزور بازو اتار دینا چاہئے۔

اور بعض افراد نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم اپنی ہلاکت کا سامان اپنے ہاتھوں سے فراہم کرو گے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** (سورۃ البقرہ: آیت ۱۹۵) یعنی اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

ہمیں امیرالمؤمنین کے پاس جا کر ان سے مشورہ کرنا چاہئے۔

۱۔ بعض علمائے اہلسنت مثلاً احمد بن محمد حنبلی طبری نے بھی بارہ افراد کے احتجاج کو نقل کیا ہے۔ (تاریخ طبری)۔ (مترجم فارسی)

حضرت علیؑ سے مشاورت

مذکورہ افراد حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے عرض کی:

امیرالمؤمنین! آپ ہی امامت وخلافت کے حقیقی حقدار ہیں کیونکہ ہم نے رسول خداؐ سے سنا ہے:

علی مع الحق والحق مع علی یمیل مع الحق کیف مال. یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے جہاں حق ہوگا وہاں علی ہوگا۔

ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسجد میں جائیں اور ابوبکر کو منبر سے نیچے اتار دیں۔ ہم آپ سے اس سلسلہ میں مشورے کرنے کے سلسلہ میں حاضر ہوئے۔ ہم آپؑ کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے اور آپ جو حکم دیں ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔

امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے اور ان کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی اور تم سرمۂ چشم اور آٹے میں نمک کی مانند قلیل تعداد میں ہو۔ امت اپنے پیغمبر کے فرمان کو ترک کرنے پر اجماع کر چکی ہے اور انہوں نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں اپنے خاندان سے مشورہ کیا ہے اور انہوں نے مجھے چپ رہنے کا مشورہ دیا ہے اور انہوں نے یہ مشورہ اس بنیاد پر دیا ہے کہ وہ ہمارے مخالفین کی کینہ توزی اور خدا اور اہل بیت پیغمبر سے ان کی دشمنی سے آگاہ ہیں۔

ہمارے مخالفین کے دلوں میں زمانہ جاہلیت کا کینہ موجود ہے اور وہ اب اس کا ہم سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔لیکن تم لوگوں کو ابوبکر کے پاس جانا چاہئے اور جو کچھ تم نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے اس کے سامنے بیان کرنا چاہئے اور تم اس پر حجت تمام کرو اور اسے شبہ سے باہر نکالو اور اس سلسلہ میں اسے خدا کے عذاب سے خبردار کرو کیونکہ وہ پیغمبر خداؐ کی نافرمانی اور ان کی مخالفت کا مرتکب ہوا ہے۔

مذکورہ افراد مسجد میں گئے۔ جمعہ کا دن تھا اور پیغمبر اسلام کی وفات کو چار دن ہوئے تھے۔ یہ لوگ منبر رسولؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اور جیسے ہی حضرت ابوبکر منبر پر آئے تو ان افراد نے باری باری کھڑے ہوکر حضرت ابوبکر کے سامنے انتہائی عالمانہ استدلال سے گفتگو کی اور انہیں وہ احادیث یاد دلائیں جو پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے فضائل میں ارشاد فرمائی تھیں۔

(ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کی گفتگو تحریر کرنے سے قاصر ہیں)۔[1]

ان افراد میں سے سب سے پہلے خالد بن سعید بن عاص اموی نے استدلال پیش کیا۔ ان کے بعد باقی پانچ مہاجرین اور ان کے بعد چھ انصار نے اپنے اپنے دلائل پیش کر کے حجت تمام کی۔

روایت میں مذکور ہے کہ جب مذکورہ بارہ صحابیوں نے اپنی گفتگو مکمل کی تو حضرت ابوبکر سے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور انہوں نے ان کے جواب میں بس یہی الفاظ کہے:

ولیتکم ولستُ بخیرکم ، اقیلونی اقیلونی

میں تمہارا حاکم قرار پایا ہوں گو میں تم سے افضل نہیں ہوں۔ تم میری بیعت توڑ ڈالو۔

عمر بن خطاب نے چیخ کر کہا: **انزل عنھا یالکع** ......تو فرومایہ شخص ہے۔ منبر سے نیچے اتر آ۔ جب تو قریش کے استدلال کا جواب دینے کی قدرت ہی نہیں رکھتا تو پھر اس مقام پر کیوں بیٹھا ہے؟

خدا کی قسم اب میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ تجھے معزول کر کے ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ''سالم'' کو خلیفہ مقرر کروں۔

ابوبکر منبر سے نیچے آئے اور حضرت عمر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر چلے گئے اور مسلسل تین دن تک گھر میں بیٹھے رہے اور اس دوران مسجد نبوی میں نہ آئے۔

۱۔ مذکورہ گفتگو کی تفصیل کتاب ناسخ التواریخ (چاپ رحلی) ص۳۲ تا ۴۰ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ (مترجم فارسی)

چوتھے دن کی کشمکش

جب حضرت ابوبکر کو خانہ نشینی اختیار کئے ہوئے چوتھا دن ہوا تو خالد بن ولید ایک ہزار افراد کا لشکر لے کر حضرت ابوبکر کے دروزے پر آیا اور ان سے کہا: آپ گھر کیوں بیٹھ گئے۔ خدا کی قسم بنی ہاشم کی آنکھیں آپ کی خلافت پر لگی ہوئی ہیں۔

ادھر سالم ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام بھی ہزار افراد کا لشکر لے کر آ گیا اور معاذ بھی ایک ہزار کا دستہ لے کر بیٹھ گیا اور یوں ایک اچھا خاصہ لشکر بن گیا۔ ان لوگوں نے اپنی تلواروں کو نیام سے باہر نکالا اور حضرت عمر لشکر کی قیادت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر مسجد میں آئے اور اعلان کیا۔

اصحاب علیؑ ! خدا کی قسم! اگر تم میں سے کسی نے آج کے دن کل کی طرح سے کوئی بات کی تو میں اس کا وہ عضو قطع کردوں گا جس میں اس کی آنکھیں ہیں۔ یعنی میں اس کی گردن اتاردوں گا۔

خالد بن سعید اٹھے اور انہوں نے حضرت عمر سے کہا:

ضحاک حبشیہ کے فرزند ! تو اپنی تلواروں اور اپنی کثرت جمعیت سے ہمیں خوفزدہ کرنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم! ہماری تلواریں تیری تلواروں سے زیادہ تیز اور ہمای جمعیت تیری جمعیت سے زیادہ ہے۔ اگرچہ ہم ظاہری طور پر کم دکھائی دیتے ہیں (تو اس میں کوئی فکر کی بات نہیں ہے) کیونکہ حجت خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اسی لئے ہماری تعداد بڑھ جائے گی۔

خدا کی قسم! اگر ہم علیؑ کی اطاعت کو مقدم نہ سمجھتے تو ہم ان کی اجازت کے بغیر تلواریں نکال کر تم سے جہاد کرتے اور تم سے اپنے حق کو چھین کر اپنا فرض پورا کرتے۔

حضرت علیؑ نے خالد بن سعید سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے جذبہ دفاع کو دیکھ لیا ہے اور تیری اس کوشش کو قبول کرلیا ہے۔ اب بیٹھ جاؤ۔

یہ سن کر خالد بیٹھ گئے۔

سلمانؓ کی گفتگو اور ہلڑ بازی

پھر سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے اور کہا:

اللہ اکبر، اللہ اکبر! میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول خداؐ سے سنا تھا اور اگر میں نے نہ سنا ہوتا ہو تو خدا کرے میرے کان بہرے ہوجائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: ''ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ میرا بھائی اور میرا ابن عم اپنے دوستوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا ہوگا اس وقت دوزخ کے کتوں کا ایک گروہ اسے اور اس کے دوستوں کو قتل کرنے کیلئے آئے گا''۔

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم لوگ علیؑ اور اس کے دوستوں کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔

جب حضرت عمر نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے سلمانؓ پر حملہ کردیا۔ یہ دیکھ کر امیرالمؤمنین فی الفور اٹھے اور عمر کو لباس سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور اسے زمین پر چت کر دیا اور فرمایا:

یا بن الضحاک الحبشیه! لولا کتاب من اللّٰه سبق وعهد من رسول اللّٰه تقدم لاریتک اینا اضعف ناصرا واقل عددا. ضحاک حبشیہ کے فرزند! اگر خدا کا پہلے سے طے شدہ فیصلہ نہ ہوتا اور رسول خدا کا عہد نہ ہوتا تو میں تجھے (آج) ہی دکھا دیتا کہ ہم میں سے کمزور اور تعداد میں کم کون ہے؟

یعنی تجھے بتاتا کہ ہم میں سے غالب کون ہے اور مغلوب کون ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اب اٹھو اور چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔ خدا کی قسم! میں اب مسجد میں اپنے بھائیوں موسیٰؑ اور ہارونؑ کی طرح سے آؤں گا جن سے ان کی قوم نے کہہ دیا تھا: **فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون** (مائدہ۔۲۴) تو اور تیرا رب جا کر لڑائی کرو ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔

خدا کی قسم! میں مسجد میں قبرِ رسول خداؐ کی زیارت اور احکام خدا کے فیصلوں کے لئے آ ؤں گا۔ کیونکہ خدا کی جس حجت کو رسول خداؐ نے قائم کیا تھا، اسے معطل کرنا درست نہیں ہے اور لوگوں کو حیرت وسرگردانی میں ڈالنا صحیح نہیں ہے۔

امیر المؤمنینؑ کا خطبہ طالوتیہ [1]

عظیم محدث شیخ کلینی المتوفی ۳۲۸ھ نے اپنے استاد ابوالہیثم بن تیھان سے روایت کی کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے مدینہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

حمد وثنائے پروردگار اور درود شریف کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اما والذی فلق الحبة وبرأ النسمة لواقبستم العلم من معدنه وشربتم الماء بعذوبته وادخرتم الخیرمن موضعه واخذ تم الطریق من واضحه وسلکتم من الحق نهجه لنهجت بکم السبل وبدت لکم الا علام واضاء لکم الاسلام فاکلتم رغداً وما عال فیکم عائل ولا ظلم منکم مسلم ولا معاهدولکن سلکتم سبل الظلام فاظلمت علیکم دنیاکم برحبها وسدت علیکم ابواب العلم فقلتم باافواهکم واختلفتم فی دینکم فافتیتم فی دین اللّٰه بغیر علم واتبعتم الغواة فاغوتکم وترکتم الائمة فترکوکم، فاصبحتم تحکمون باهوائکم اذا ذکر الامر سالتم اهل الذکر فاذا افتوکم قلتم هو العلم بعینه فکیفٰ وقد ترکتموه ونبذتموه وخالفتموه؟ رویداعما قلیل تحصدون جمیع مازرعتم وتجدون وخیم مااجترمتم وما احتلبتم والذی خلق الجنة وبرأ السنمةلقد علمتم.

انی صاحبکم والذی به امرتم وانی عالمکم والذی بعلمه نجاتکم ووصی نبیکم خیرة ربکم ولسان نورکم والعالم بما یصلحکم فعن قلیل رویدا اینزل بکم ما

۱۔ اس خطبہ میں ایک جگہ آپ نے طالوت کا ذکر کیا ہے اسی مناسبت سے اسے خطبہ طالوتیہ کہا جاتا ہے۔

وعدتم وما نزل بالامم قبلکم وسیمألکم اللّٰہ عزوجل عن ائمتکم معھم تحشرون والیٰ اللّٰہ غدا تصیرون اما واللّٰہ لوکان لی عدۃ اصحاب طالوت اوعدۃ اھل بدروھم اعدادکم لضربتکم بالسیف حتی تؤلوالیٰ الحق وتنیبوا للصدق فکان ارتق للفتق واخذ بالرفق. اللھم فحکم بیننا بالحق وانت خیر الحاکمین.

اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا اگر تم علم وکمال کو اس معدن سے حاصل کرتے اور پانی اس وقت پیتے جب وہ صاف ستھرا اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک تھا اور تم نیکی کو ذخیرہ اس کے اصلی مقام سے کرتے اور راہ روشن کو اختیار کرتے اور جادۂ حق پہ گامزن رہتے تو نجات کی راہیں تم پر روشن ہوجاتیں، حق کی علامتیں واضح ہوجاتیں، تمہارے لئے اسلام کا آئین کھل کر سامنے آجاتا، تم اللہ کی نعمتوں میں سے بہت سے حصے حاصل کرتے اور تم میں سے ایک بھی مسلمان گھرانہ بلکہ تمہاری نگرانی میں رہنے والا ذمی گھرانہ بھی غربت وتنگدستی اور ظلم کا شکار نہ ہوتا۔

لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ ظالموں کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے، تمہاری دنیا اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تم پر تاریک ہوگئی ہے اور علم وکمال کے دروازے تم پر بند کردیئے گئے۔ اسی لئے تم نے اپنی خواہشات کے تحت بولنا شروع کردیا اور تم نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا اور تم علم کے بغیر فتاویٰ جاری کرنے لگے، تم نے گمراہ لوگوں کی پیروی کی اور انہوں نے تم لوگوں کو گمراہ کردیا۔ تم نے سچے اور حقیقی رہنماؤں کو چھوڑ دیا اور انہوں نے بھی تمہیں تمہارے اپنے حوالے کردیا اور تم نے اس حالت میں صبح کی کہ اپنی خواہشات کے تحت فیصلہ کرتے ہو اور جب کوئی (مشکل) مسائل پیش آتے ہیں تو اہل ذکر (اہل بیت) سے سوال کرتے ہو۔ اور جب ہم تمہیں فتویٰ دیتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ یہ واقعی علم ہے۔ (یعنی تمہیں مجبور ہوکر ہمارے علمی مرتبہ کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے)۔

لیکن یہ اقرار تمہیں کیا فائدہ دے سکتا ہے جب کہ تم میدان عمل میں تو ان کی پیروی

کرنے کے بجائے ان کی مخالفت کرتے ہو اور ان کے فرمان کو پس پشت ڈالتے ہو۔

مطمئن رہو! تم عنقریب اپنی بوئی ہوئی فصل کو کاٹو گے اور اپنے اعمال کا بدلہ پاؤ گے۔

اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جان کو پیدا کی، تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں ہی تمہارا ساتھی اور تمہارا رہبر ہوں۔ اور جس کی پیروی کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں اور میں ہی تمہارا وہ عالم ہوں جس کے علم کے پرَتو میں تمہاری نجات مضمر ہے۔

اور میں ہی تمہارے پیغمبر کا وصی اور تمہارے پروردگار کا برگزیدہ اور تمہارے نور کی زبان اور تمہارے مصالح سے آگاہ ہوں۔

عنقریب ہی تم پر وہ کچھ نازل ہوگا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اماموں کے متعلق سوال کرے گا اور قیامت کے دن تم اپنے ائمہ کے ساتھ محشور ہوکر اپنے خدا کے حضور جاؤ گے۔

خدا کی قسم! اگر مجھے طالوت[1] کے ساتھیوں جتنے ساتھی میسر ہوتے یا اہل بدر کی تعداد میں میرے مددگار موجود ہوتے تو میں انہیں اپنے ساتھ لے کر تلوار کے ساتھ حملہ کرتا اور تمہیں بزور شمشیر حق وصداقت کی طرف لے آتا اور اس حالت میں تلوار کا چلانا کفر ونفاق کی راہ مسدود کرنے کے لئے بہتر ہوتا اور ملائمت ونرمی سے زیادہ سودمند ہوتا۔

پروردگار! ہمارے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابوہیثم (راوی) کا بیان ہے کہ پھر امیر المؤمنین مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور کچھ دیر تک بیابان میں چلتے رہے۔ آپ نے وہاں تقریباً تیس بھیڑوں کو چرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا:

ا۔ طالوت طاقتور اور صالح جوان تھے جو اشموئیل پیغمبر کی طرف سے جالوت سے جنگ پر مامور کئے گئے تھے۔ وہ بنی اسرائیل کی قلیل تعداد کے ساتھ جالوت سے جنگ کے لئے گئے تھے اور فتح مند ہوئے۔ یہ واقعہ سورۂ بقرہ کی ۲۴۶ سے ۲۵۲ تک کی آیات میں بیان ہوا ہے۔

واللّٰہ لوان لی رجالا ینصحون للّٰہ عزوجل ولرسولہ بعددھذہ الشیاہ لآذلت ابن اکلة الزبان عن ملکه[1] ۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ان بھیڑوں کی تعداد میں بھی ایسے افراد ہوتے جو دل و جان سے خدا اور اس کے رسولؐ کے خیر خواہ ہوتے تو میں مگس خور کے فرزند کو حکومت سے معزول کر دیتا۔

دوستوں کا امتحان اور ان کی عدم توجہی

راوی کہتا ہے کہ جب وہ دن گزرا اور رات ہوئی تو تین سو ساٹھ افراد نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی (یعنی وہ مرتے دم تک آپ کی حمایت و نصرت کرتے رہیں گے)۔

آپؑ نے ان کے امتحان کے قصد سے فرمایا: تم لوگ کل سر منڈوا کر محلّہ "احجار الزیت" میں مجھے ملو۔

امیر المؤمنینؑ نے خود بھی سر منڈوایا اور اس مقام پر جا کر ان ۳۶۰ افراد کے انتظار میں بیٹھ گئے لیکن صرف پانچ افراد سر منڈوا کر وہاں آئے سب سے پہلے ابوذرؓ پھر مقدادؓ پھر حذیفہؓ بن یمان پھر عمار یاسرؓ اور آخر میں سلمان فارسیؓ۔

بیعت کرنے والوں کی یہ حالت دیکھ کر آپؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: **اللّٰھم ان القوم استضعفونی کما استضعفت بنو اسرائیل ھارون، اللّٰھم انک تعلم مانخفی ومانعلن وما یخفیٰ علیک شی فی الارض ولافی السماء توضنی مسلما والحقنی بالصالحین.**

پروردگار! لوگوں نے مجھے کمزور کر دیا جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارونؑ کو کمزور کر دیا تھا۔ خدایا! ہم جو کچھ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں تو اس سے واقف ہے اور زمین و آسمان کی کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مجھے فرمانبرداری کی حالت میں موت دینا اور مجھے صالحین کے ساتھ شامل کرنا۔

۱۔ روضۃ الکافی طبع جدید۔ صفحہ ۳۲

پھر آپ نے فرمایا: بیت اللہ کی قسم اور بیت اللہ تک پہنچانے کی قسم!

ایک اور نسخہ میں یہ لفظ ہیں ''مزدلفہ کی قسم اور ان اونٹوں کی قسم جو حاجیوں کو رمی جمرات کے لئے منیٰ میں حرکت کرتے ہیں'' اگر نبی اللہؐ نے مجھے وصیت نہ کی ہوتی تو میں مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیتا اور موت کی کڑکتی ہوئی بجلیوں کو ان پر گرادیتا اور انہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا۔[1]

مہاجرین وانصار سے نصرت طلبی اور معاویہ کی طعنہ زنی

اہل سنت کے مشہور عالم ابن ابی الحدید نقل کرتے ہیں:

حضرت علیؑ اپنی زوجہ کو رات کے وقت سواری پر بٹھا کر انصار کے دروازوں پر لے جاتے اور حضرت سیدہؑ انہیں حضرت علیؑ کی حمایت کی دعوت دیتی تھیں۔

اور اسی چیز کا طعنہ معاویہ نے حضرت علیؑ کو دیتے ہوئے ایک خط میں تحریر کیا:

مجھے تمہارا وہ ماضی ابھی تک نہیں بھولا جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی تو تم اپنی زوجہ کو گدھے پر سوار کرکے اور حسنؑ وحسینؑ کو ہاتھوں سے پکڑ کر اہل بدر اور سابقین اولین کے دروازوں پر گئے تھے اور تم نے انہیں اپنی خلافت کی دعوت دی تھی اور اس موقع پر تم لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ آؤ مددگار پیغمبر کی بیعت کرو۔

لیکن چار پانچ کے علاوہ کسی نے بھی تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا تھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اگر تم حق پر ہوتے تو لوگ تمہاری دعوت کو بھی قبول کرتے[2] لیکن تم نے غلط دعویٰ کیا تھا اور تم

۱۔ روضۃ الکافی طبع جدید۔ صفحہ ۳۲

۲۔ اگر لوگوں کی طرف سے دعوت کی عدم قبولیت، دعوت کے باطل ہونے کی دلیل ہے تو میں کہتا ہوں کہ قبل از ہجرت پیغمبرؐ کی دعوت کی عدم قبولیت بھی آپؐ کے دعویٰ کے بطلان کا سبب ہوتی۔ یا پیغمبران گرامی حضرت نوحؑ و حضرت ابراہیمؑ حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کی عدم قبولیت بھی اسی طرح بطلان کا سبب قرار پاتی ہے۔ کیا یہ سوچ صحیح ہے؟ ہاں البتہ معاویہ کے پاس ایسی کج فکری وافر مقدار میں تھی۔ (مترجم فارسی)

اپنی نادانی سے یہ بات زبان پر لائے تھے اورتم نے امامت کو اپنا ہدف قرار دیا تھا جسے حاصل کرنے سے تم عاجز رہے۔ اگر تمہیں یہ بات بھولی ہو تو بھولی ہو لیکن مجھے ابھی تک یہ بات اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب ابوسفیان نے تمہیں خلافت کے حصول کی ترغیب دی تھی تو تم نے کہا تھا:

''اگر چالیس مخلص افراد میرے ساتھ ہوتے تو میں ان لوگوں سے جنگ کرتا''

چنانچہ روز اول سے ہی مسلمانوں نے تمہیں مسترد کر دیا تھا۔[1]

مالک بن نویرہ کی تنقید

محقق فیض نے کتاب ''التھاب نیران الاحزان'' کے خلاصہ میں لکھا:

جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تو رسول خداؐ کا وفادار صحابی مالک بن نویرہ جو کہ مدینہ سے چند فرسخ پر رہائش پذیر تھا، مدینہ آیا۔ اس کی مدینہ آمد کا مقصد قریب سے حالات کا جائزہ لینا تھا اور وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد امور مسلمین کی باگ دوڑ کس کے ہاتھ میں ہے۔

مالک بن نویرہ جمعہ کے دن مسجد میں آیا اس نے حضرت ابوبکر کو رسول خداؐ کے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ تو اس نے پوچھا: کیا یہ شخص قبیلۂ تیم سے تعلق رکھتا ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں۔

مالک نے کہا: مگر رسول خداؐ کا وہ وصی کہاں ہے جس کی پیروی اور دوستی کے لئے رسول خداؐ نے ہمیں وصیت کی تھی؟

مغیرہ بن شعبہ نے کہا: تو غائب تھا اور ہم یہاں موجود تھے ایک واقعہ کے بعد دوسرے واقعہ نے جنم لے لیا۔ (یعنی واقعہ غدیر کے بعد واقعہ سقیفہ پیش آیا)۔

۱۔ اگرچہ معاویہ اس پوچ عبارت سے حضرت علیؑ کی تحقیر کرنا چاہتا تھا لیکن حضرت علیؑ کی یہی امداد طلبی آپ کی بہادری اور قوی ارادے کو ظاہر کرتی ہے کہ اس قحطِ رجال سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ جہاں تک ہوسکتا تھا احتجاج اور اعتراض کیا۔ یہاں تک کہ عملاً لوگوں کو دعوت دی کہ ان کی مدد کریں اور باطل کے اقتدار کا خاتمہ کریں۔

یہ سن کر مالک نے کہا: "واللّٰہ ماحدث شئ ولکنکم خنتم اللّٰہ ورسولہ"
خدا کی قسم! کوئی نیا واقعہ ہرگز پیش نہیں آیا اصل بات یہ ہے کہ تم نے خدا اور رسول سے خیانت کی ہے۔

پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا:
ابوبکر! تو رسول خداؐ کے منبر پر کیوں بیٹھ گیا جب کہ رسول خداؐ کا نامزد کیا ہوا وصی ابھی زندہ سلامت ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے اس بدو کو مسجد سے باہر نکال دو۔
اس حکم کے ملتے ہی عمر بن خطاب، خالد بن ولید اور قنفذ کھڑے ہوئے اور اسے خوب لاتیں رسید کیں اور اسے ذلیل وخوار کر کے مسجد سے نکال دیا۔

اس ہتک آمیز سلوک کے بعد مالک بن نویرہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوا اور جاتے وقت اس نے یہ شعر پڑھے:

اطعنا رسول اللّٰہ ماکان بیننا فیا قوم ماشانی وشان ابی بکر

اذامات بکر قام بکر(عمر) مکانہ فتلک وبیت اللّٰہ قاصمۃ الظھر

یذب ویغشاہ العشار کانما یجاھد جما او یقوم علی قبر

فلو قام بالامر الوصی علیھم اقمنا ولوکان القیام علی الجمر

جب تک رسول خداؐ ہمارے درمیان موجود رہے تو ہم ان کی اطاعت کرتے رہے۔
لوگو! میرا اور ابوبکر کا معاملہ کہاں تک انجام پائے گا۔ (میں کس دلیل کے تحت اس کی بیعت کروں)۔
جب ابوبکر کی وفات ہوگی تو عمر اس کا قائم مقام بن جائے گا۔ کعبہ کی قسم یہ بات تو کمر توڑنے والی ہے۔
عمر، ابوبکر کا دفاع کرتا ہے اور اس کی لغزشوں کو یوں چھپاتا ہے جیسا کہ وہ کسی گروہ

سے جہاد کررہا ہو یا کسی قبر کے کنارے سوگ میں مصروف ہو۔

اگر وصی رسول ان کے خلاف جنگ کا اعلان کردے تو ہم ان کے ساتھ ہم آواز ہوکر قیام کریں گے اگرچہ ہمیں اس کے لئے آگ کے شعلوں کو بھی پھلانگنا پڑے۔

(بعض لوگوں نے آخری شعر کا مصرع یوں پڑھا:

" فلو طاف فينا من قريش عصابة"

یعنی اگر قریش میں سے ایک طاقت ور گروہ ہمارے درمیان چکر لگائے تو ہم ان کی مدد کریں)۔

مالک بن نویرہ کا انجام

جب حضرت ابوبکر کی حکومت مستحکم ہوگئی تو انہوں نے خالد بن ولید سے کہا:

تم اس دن موجود تھے جب مالک بن نویرہ نے ہم پر اعتراض کیا تھا اور ہمارے خلاف اس نے شعر کہے تھے۔تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اس کے مکر اور حیلہ سے مطمئن نہیں ہیں۔ہمیں اس سے یہ خطرہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت ہماری حکومت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے حیلہ وبہانہ سے قتل کردو۔ اور اس کے ساتھی اگر تمہارے ساتھ جنگ کریں تو تم انہیں بھی موت کے گھاٹ اتاردو اور ان کی عورتوں کو قید کرلو کیونکہ یہ لوگ مرتد ہوچکے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے۔ میں تمہیں لشکر دے کر اس کی طرف روانہ کرتا ہوں۔

خالد لشکر لے کر سرزمین ''بطاح'' کی طرف روانہ ہوا جہاں مالک بن نویرہ کی رہائش تھی جب مالک بن نویرہ نے یہ سنا تو وہ بھی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر میدان میں آیا۔ مالک اپنے دور کا بہادر اور جری شخص تھا وہ ایک سو جنگجو افراد کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔

جب خالد نے دیکھا کہ مالک بھی آمادہ ہے تو اس نے اس مکاری کرتے ہوئے یہ عہدو پیان کیا کہ میں تم سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا اور میں تمہیں امان دیتا ہوں۔

مالک بن نویرہ بھی بڑا دانا تھا اس نے خالد کی امان پر اعتماد نہ کیا۔ چنانچہ خالد نے قسم کھا کر اس کو یقین دلایا کہ میں تم سے دھوکہ نہیں کروں گا اور میں تمہارے لئے کوئی برا ارادہ نہیں رکھتا۔

مالک نے خالد کی قسموں پر اعتبار کرلیا اور خالد کو اس کے لشکر سمیت اپنا مہمان بنالیا۔

جب رات کا ایک حصہ گزرا تو خالد اپنے ساتھ چند افراد کو لے کر چپکے سے اس کے گھر میں داخل ہوا اور اسے سوتے میں قتل کردیا۔ اور اس پر مزید ستم یہ ڈھایا کہ اس کی بیوی ''ام تمیم'' کو اپنی بیوی بنالیا اور اس سے زنا کیا۔ مالک کے سر کو ایک دیگ میں رکھا اور پھر اس دیگ میں اپنی شادی کا ولیمہ تیار کیا۔ پھر عجیب بات یہ ہوئی کہ خالد نے اپنے لشکر کو اسی دیگ میں پکا ہوا کھانا کھلایا۔ اس کے بعد خالد نے مالک کے تمام قبیلہ کی عورتوں کو جنگی کنیزیں بنالیا اور کہا کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور دین اسلام سے خارج ہیں۔

علیؑ کی زبانی مالک کا مرثیہ

جب امیرالمؤمنینؑ نے مالک بن نویرہ کے قتل اور ان کی مستورات کی قید کی خبر سنی تو آپ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے کلمہ استرجاع یعنی '' انا لله وانا اليه راجعون'' کی تلاوت کی۔ پھر آپ نے اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھے۔

اصبر قليلا فبعدالعسر تيسير وكل امر له وقت وتقدير

وللمهيمن في حالاتنانظر وفوق تدبيرنا لله تقدير

کچھ دیر صبر کرو کیونکہ دشواری کے بعد آسانی ہے اور ہر کام کے لئے ایک وقت اور ایک اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہمارے حالات پر نظر ہے اور ہماری تدبیر سے خدا کی تقدیر بلند و بالا ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مالک بن نویرہ کے قتل کے واقعہ کو تمام شیعہ سنی مؤرخین نے نقل کیا ہے۔[1]

---

[1] اس واقعہ کو تاریخ طبری، جلد سوم، ص ۲۴۱۔ تاریخ ابن اثیر، جلد سوم، ص ۱۴۹۔ اسد الغابہ، جلد چہارم، ص ۲۹۵ اور تاریخ ابن عساکر، جلد پنجم، ص ۱۰۵ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابوقتادہ کی ناراضگی اور شیخین کے نظریات

ابو قتادہ انصاری خالد کے لشکر میں موجود تھا۔ جب اس نے خالد کا یہ بھیانک جرم دیکھا تو اسے سخت غصہ آیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ آیا اور حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور تمام واقعہ من وعن سنایااور کہا کہ میں قسم کھاچکا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسے لشکر میں شمولیت اختیار نہیں کروں گا جس کا سالار خالد ہوگا۔

ابوبکر نے کہا: خالد نے فریب کرکے عربوں کا مال لوٹا ہے اور اس نے میرے فرمان کی مخالفت کی ہے۔ جب حضرت عمر نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ خالد سے قصاص لینا ضروری ہے۔ پھر چند دنوں بعد خالد مدینہ آیا تو اس نے نیا لباس پہنا ہوا تھا، اس پر آہنی زرہ لگائی ہوئی تھی اور اپنی دستار میں دو تیر پیوست کیے ہوئے تھے۔وہ اس ہیئت سے مسجد میں داخل ہوا۔

حضرت عمر نے اسے حالت میں دیکھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی دستار سے تیر نکال کر ان کے ٹکڑے کردیئے اور خالد سے کہا:

اے اپنی جان کے دشمن! تو نے ایک مسلمان پر چڑھائی کی اور اسے قتل کردیا پھر اس کی بیوہ کو اپنی بیوی بنالیا۔ خدا کی قسم ہم تجھے سنگسار کریں گے۔

خالد حضرت عمر کی تیز وتند باتیں سن کر خاموش رہا اور اس نے سمجھا کہ شائد اس کے متعلق ابوبکرؓ کی بھی وہی رائے ہے جو عمرؓ کی ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر کے گھر گیا اور ان سے معذرت کی اور انہوں نے اس کی معذرت قبول کی اور اسے معاف کردیا۔

حضرت ابوبکر کی رضا مندی حاصل کرنے کے بعد خالد مسجد آیا جہاں حضرت عمر موجود تھے۔ خالد نے حضرت عمر کو صدا دے کر کہا: ام شملہ کے فرزند! میرے قریب آؤ!

خالد کا یہ گستاخانہ لہجہ دیکھ کر حضرت عمر سمجھ گئے کہ خالد حضرت ابوبکر کی آشیرباد حاصل

کر چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خالد کو کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر گھر چل دیئے۔

علامہ مجلسی رقم طراز ہیں:

حضرت عمر کی طرف سے خالد کی سرزنش حدود شریعت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مالک بن نویرہ کے حلیف تھے۔ اور جب انہیں پتہ چلا کہ خالد بن ولید نے ان کے حریف سعد بن عبادہ رئیس انصار کو قتل کیا ہے تو انہوں نے اسے معاف کر دیا۔

بعض رواۃ شیعہ ائمہ اہل بیت سے روایت کی ہے کہ خلافت عمر کے زمانے میں ایک دن مدینہ سے باہر حضرت عمر کی ملاقات خالد سے ہوئی اور انہوں نے خالد سے کہا: تو نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا؟

خالد نے کہا: جی ہاں! میرے اور اس کے درمیان کدورت تھی چنانچہ میں نے اپنی کدورت مٹانے کے لئے اسے قتل کیا تھا (مگر تم یہ بھی تو دیکھو) تمہارے اور سعد بن عبادہ کے درمیان بھی کدورت تھی میں نے تمہاری کدورت مٹانے کیلئے تمہارے حریف کو بھی قتل کیا ہے۔

خالد کی یہ بات سن کر حضرت عمر خوش ہوئے اور اسے سینہ سے لگا کر کہا: **انت سیف اللّٰہ و سیف رسولہ**: بے شک تو خدا اور اس کے رسولؐ کی تلوار ہے۔

قرآن کی جمع وترتیب

سُلیم بن قیس ہلالی عامری نے سقیفہ کی روداد سلمانؓ فارسی سے نقل کی اور اس میں انہوں نے لکھا:

''جب حضرت علیؑ نے لوگوں کی بے وفائی اور عذر تراشی کا مشاہدہ کیا تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن مجید جمع کرنا اور ترتیب دینا شروع کر دیا اور آپ نے یہ طے کرلیا کہ جب تک قرآن مجید کو جمع نہیں کرلیں گے اس وقت تک اپنے گھر سے باہر نہیں آئیں گے۔

اس سے قبل قرآن مجید کی آیات مختلف اوراق اور تختیوں اور گوسفند کے کندھوں کی

ہڈیوں اور کپڑوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے سب کی کتابت کی اور تنزیل وتاویل، ناسخ ومنسوخ کی نشان دہی فرمائی۔ اس دوران حضرت ابوبکر نے آپ کو پیغام بھیجا کہ گھر سے باہر آؤ اور بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے جواب میں کہلا بھیجا: میں قرآن کی جمع آوری میں مصروف ہوں اور میں قسم کھاچکا ہوں کہ جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کرلوں اس وقت تک نماز کے علاوہ اپنے کندھوں پر عبا نہیں ڈالوں گا۔

ابوبکر اور ان کے ساتھیوں نے کئی روز تک خاموشی اختیار کی یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے قرآن مجید ترتیب دے کر جمع کرلیا۔ آپ نے ترتیب شدہ نسخہ کو کپڑے کے تھیلے میں رکھا اور اس کے منہ پر مہر لگادی۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے: حضرت علیؑ نے قرآن مجید کو اٹھایا اور قبر رسولؐ کے پاس آئے۔ قرآن مجید کو زمین پر رکھا اور دو رکعت نماز ادا کی اور رسول خداؐ پر سلام کیا۔

پھر لوگ حضرت ابوبکر کے ساتھ مسجد میں جمع ہوگئے۔ حضرت علیؑ نے بلند آواز سے لوگوں کو خطاب کرکے کہا:

''لوگو! رسول خداؐ کی رحلت کے بعد میں مصروف رہا۔ پہلے تو میں آنحضرتؐ کی تجہیز وتکفین میں مصروف رہا اس کے بعد میں نے قرآن مجید کو مرتب کیا یہاں تک کہ میں نے پورے کا پورا قرآن جمع کرلیا ہے۔ اور وہ اس تھیلے میں موجود ہے۔ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جو رسول خداؐ نے میرے سامنے تلاوت نہ کی ہو اور مجھ سے نہ لکھوائی ہو اور مجھے اس کی تاویل کی تعلیم نہ دی ہو۔

لوگو! میں یہ اعلان اس لئے کررہا ہوں تاکہ کل تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس بات سے غافل تھے۔''

اس وقت آپ نے فرمایا: ''تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو گے کہ میں نے

تمہیں اپنی مدد کی دعوت نہ دی تھی، تمہیں اپنا حق یاد نہ دلایا تھا اور میں نے تمہیں کتاب اللہ کی اول سے آخر تک اطلاع نہ دی تھی۔"

حضرت عمر نے کہا: ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور اس کے باوجود تم اپنے جمع کیے ہوئے قرآن کی دعوت دے رہے ہو۔ ہمیں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تمہارا جمع کیا ہوا قرآن ہمیں بے نیاز نہیں کر سکے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: تم قرآن رکھ دو اور جا کر اپنا کام کرو۔

وصیت پیغمبرؐ کی یاد دہانی

حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا: رسول خداؐ نے تمہیں وصیت کی تھی کہ میں تم میں دوگراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں قرآن اور میری عترت جو کہ میرے اہلبیت ہیں۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

لہٰذا تم لوگ قرآن قبول کرتے ہوئے اس کے ساتھ مجھے بھی قبول کرو تا کہ میں قرآن کے مطابق فیصلہ جاری رکھوں۔ اور میں تم لوگوں سے قرآن کے ناسخ و منسوخ، تاویل اور محکم و متشابہ اور حلال وحرام کو بہتر جانتا ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: اس قرآن کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ تا کہ قرآن تم سے جدا نہ ہو اور تم قرآن سے جدا نہ ہو۔ ہمیں نہ تو تمہارے جمع کردہ قرآن کی ضرورت ہے اور نہ ہی تمہاری ضرورت ہے۔

حضرت علیؑ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ اپنی جائے نماز پر بیٹھ کر قرآن مجید کو اپنی آغوش میں رکھا اور اس کی تلاوت کر کے روتے رہے۔

بھائی سے ملاقات

اس دوران ان کے بھائی عقیل گھر میں آئے اور بھائی سے کہا: آپ کیوں رو رہے

ہیں خدا آپ کو کبھی نہ رلائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بھائی جان! خدا کی قسم میرے رونے کا سبب قریش اور اس کے طرف دار ہیں جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کرلیا ہے، حق سے منہ موڑ لیا ہے اور فساد اور جہالت کی طرف مڑ گئے ہیں۔ وہ اختلاف ونفاق کی وادی اور سرگردانی کے بیابان میں پھنس چکے ہیں اور مجھ سے جنگ کرنے کے لئے متحد ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ لوگ رسول خداؐ سے جنگ کے لئے متحد ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی سزا دے گا۔ ان لوگوں نے میرے رشتۂ قرابت کو قطع کیا ہے۔ اور میرے ابن عم پیغمبر خداؐ کی حاکمیت کو ہم سے چھین لیا ہے۔

پھر آپ بلند آواز سے روئے اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہہ کر بطور تمثیل یہ اشعار پڑھے:

فان تسئلینی کیف انت فاننی صبور علی ریب الزمان صلیب

یعز علیَّ ان تری بی کابه فیشمت عاد اویسآء حبیب

اگر تو مجھ سے میرا حال پوچھے تو میں کہوں گا کہ میں زمانے کی سختیوں پر صبر کرنے والا سخت جان شخص ہوں۔

یہ بات مجھے ناگوار ہے کہ رنج وغم کے آثار لوگوں کو مجھ میں دکھائی دیں جس سے دشمن خوش ہو اور دوست پریشان ہو۔

حضرت ابوبکر کا پیغام اور حضرت علیؑ کا جواب

قارئین کرام! اب ہم سُلیم بن قیس کی روایت کی طرف دوبارہ رجوع کرتے ہیں۔

پھر حضرت علیؑ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ کسی کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجو کہ وہ آئیں اور بیعت کریں کیونکہ علیؑ کی بیعت کے بغیر ہماری خلافت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر وہ بیعت کرتے ہیں تو ہماری طرف سے انہیں امان ہوگی۔

حضرت ابوبکر نے ایک شخص کو قاصد بنا کر بھیجا اور اس سے کہا کہ تم علیؑ سے کہو۔

خلیفہ رسول کی دعوت پر بیعت کریں۔

قاصد نے حضرت علیؑ کے سامنے ان کا پیغام ان کے الفاظ میں بیان کیا۔ حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا:

تعجب ہے کہ اتنی جلدی رسول خداؐ کی تکذیب کے مرتکب ہوگئے۔ ابوبکر اور اس کے تمام ساتھی جانتے ہیں کہ خدا اور رسولِ خداؐ نے میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ قاصد نے حضرت علیؑ کا جواب حضرت ابوبکر کو پہنچایا۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم اب جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ امیرالمؤمنین کی دعوت پر لبیک کہیں۔ قاصد حضرت علیؑ کے پاس آیا اور مذکورہ الفاظ میں پیغام پہنچایا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: تعجب ہے ابھی تو رسول خداؐ کو دنیا سے رحلت فرمائے اتنا عرصہ نہیں گزرا کہ ان لوگوں کو یہ باتیں فراموش ہو جائیں۔

خدا کی قسم! ابوبکر جانتا ہے کہ یہ نام میرے علاوہ کسی اور کے لئے صحیح نہیں ہے۔ حضرت رسول خداؐ نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ وہ مجھے امیرالمؤمنین کہہ کر سلام کرے۔

اور ابوبکر ان سات افراد میں شامل تھے جنہیں رسول اکرمؐ نے مجھے امیرالمؤمنین کہہ کر سلام کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان سات افراد میں سے ابوبکر اور اس کے ساتھی (عمر) نے رسول اکرمؐ سے پوچھا تھا۔

کیا یہ حکم خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہے؟

پیغمبر اکرمؐ نے انہیں کہا تھا:

نعم حقا من اللّٰہ ورسولہ انہ امیرالمؤمنین وسید المسلمین وصاحب لوآء الغرالمحجلین یعقدہ اللّٰہ عزوجل یوم القیامۃ علی الصراط فیدخل اولیائہ الجنۃ واعدائہ النار۔ یعنی جی ہاں خدا اور رسولؐ کی طرف سے علیؑ ہی حقیقی امیرالمؤمنین اور سید المسلمین اور روشن و نورانی چہرے رکھنے والوں کا علمدار ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے پل صراط پر بٹھائے گا۔ وہ اپنے دوستوں کو جنت اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

قاصد نے حضرت علیؑ کا یہ جواب حضرت ابوبکر کو پہنچایا۔ چنانچہ وہ اس دن حضرت علیؑ کو بلانے سے باز رہے۔

سُلیم بن قیس حضرت سلمان فارسیؓ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رات ہوئی تو حضرت علیؑ نے اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ کو سواری پر بٹھایا اور اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو بازو سے پکڑا اور رسول خداؐ کے اصحاب کے دروازوں پر گئے پس کوئی ایسا صحابی باقی نہ بچا جس کے پاس آپ تشریف نہ لے گئے ہوں، انہیں اپنے حق کی یاددہانی نہ کرائی ہو اور انہیں اپنی مدد کی دعوت نہ دی ہو۔ لیکن ہم چار افراد کے علاوہ حضرت علیؑ کی دعوت پر کسی نے لبیک نہ کہی اور وہ چار یہ ہیں:

۱۔ سلمانؓ ۲۔ ابوذرؓ ۳۔ مقدادؓ ۴۔ زبیرؓ بن عوام۔

"ہم چاروں نے اپنے سر منڈوائے اور آپ کی مدد کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ حضرت علیؑ کی حمایت میں زبیر بن عوام کی بصیرت ہم سے زیادہ تھی۔

خانۂ بتولؑ شعلوں کی لپیٹ میں

جب حضرت علیؑ نے ملاحظہ کیا کہ لوگوں نے ان سے بے وفائی کی ہے، ان کی مدد پر آمادہ نہیں ہیں اور حضرت ابوبکر سے وابستگی اختیار کرچکے ہیں تو آپؑ نے خانہ نشینی اختیار کرلی اور خاموش ہوکر اپنے گھر بیٹھ گئے۔

حضرت عمر نے ابوبکر سے کہا: تم علیؑ کو پیغام کیوں نہیں بھیجتے کہ وہ آکر تمہاری بیعت کریں۔ کیونکہ اس وقت صرف علیؑ اور ان کے چار ساتھیوں نے ہی بیعت نہیں کی ان کے علاوہ باقی لوگ بیعت کرچکے ہیں۔

ابوبکر نرم دل اور دھیما مزاج رکھنے والے تھے جب کہ عمر سخت دل، تند مزاج اور سخت زبان تھے۔

عمر نے کہا: میں ''قُنفُذ'' کو علیؑ پاس روانہ کر رہا ہوں۔

''قُنفُذ'' ایک سخت دل اور تندخو اور بے رحم انسان تھا۔ وہ حضرت ابوبکر کا آزاد کردہ غلام تھا اور اس کا تعلق بنی عدی بن کعب سے تھا۔

ابوبکر نے ایک دستہ قُنفُذ کے ہمراہ روانہ کیا۔قُنفُذ حضرت علیؑ کے دروازے پر پہنچا اور آپ سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔لیکن حضرت علیؑ نے اسے داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔

قُنفُذ کے ساتھی مسجد نبوی میں واپس آئے جہاں شیخین بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا: علیؑ نے ہمیں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔

عمر نے کہا: تم واپس چلے جاؤ اگر وہ تمہیں اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو تم اجازت کے بغیر ہی گھس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت علیؑ کے دروازے پر آئے اور انہوں نے پہلے حضرت علیؑ سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ ان کی آواز سن کر حضرت فاطمہؑ دروازے کے قریب آئیں اور فرمایا: ''میں تمہارے لئے بغیر اجازت داخل ہونے کو ممنوع قرار دیتی ہوں''۔

حضرت سیدہؑ کا یہ جواب سن کر قنفذ کے ساتھی دوبارہ مسجد نبوی میں آئے۔ مگر قنفذ وہیں علیؑ و بتولؑ کے دروازے پر کھڑا رہا۔ واپس آنے والوں نے حضرت فاطمہؑ کا جواب انہیں سنایا۔

یہ سن کر عمر ناراض ہوئے اور کہا: ہمارا عورتوں سے کیا واسطہ ہے؟

پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور عمر انہیں اپنے ساتھ لے کر دروازۂ زہراؑ پر پہنچے اور حضرت علیؑ کے گھر کے گرد لکڑیاں جمع کر کے رکھ دی گئیں۔ اس وقت گھر میں علیؑ و زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے۔ عمر نے آواز دے کر کہا جسے گھر میں بیٹھے ہوئے تمام افراد نے سنا۔

واللّٰہ لتخرجن یا علی ولتبایعن خلیفۃ رسول اللّٰہ والا اضرمت علیک

النار۔ خدا کی قسم! تمہیں باہر آ کر خلیفہ رسولؐ کی بیعت کرنی ہوگی ورنہ میں تمہارے گھر کو نذر آتش کر دوں گا۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: آخر تو ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کرنا چاہتا ہے؟

عمر نے کہا: دروازہ کھولو ورنہ میں تمہیں جلا دوں گا۔ حضرت سیدہؑ نے فرمایا: کیا تجھے میرے گھر میں داخل ہوتے ہوئے خدا کا خوف لاحق نہیں ہوتا؟

عمر وہاں سے نہ گئے اور اپنے ساتھیوں سے آگ طلب کی اور اس سے سیدہؑ کے دروازے کو آگ لگا دی۔ پھر اس نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔ دروازہ ٹوٹ گیا اور عمر گھر میں داخل ہو گیا۔

حضرت سیدہؑ اس کے سامنے آئیں اور فریاد کر کے کہا: **یا ابتاه یا رسول اللّٰه.**

اے اباجان، اے خدا کے رسول (آیئے دیکھیں آپؐ کی امت ہم سے کیا سلوک کر رہی ہے) عمر نے اپنی نیام میں بند تلوار کو بلند کیا اور نیام حضرت زہرا کے پہلو پر مارا۔ سیدہؑ کی چیخ بلند ہوئی اور رو کر کہا۔ یا ابتاہ: ہائے اباجان!

پھر عمر نے اپنا تازیانہ بلند کر کے حضرت سیدہؑ کے بازو پر مارا۔

بی بی نے اپنے والد کو مخاطب کر کے کہا:

یا رسول اللّٰهؐ لبئس ما خلفک به ابوبکر وعمر

رسول خداؐ! دیکھیں آپ کے بعد ابوبکر و عمر نے ہم سے کتنا برا سلوک کیا ہے۔

اس وقت حضرت علیؑ نے اٹھ کر عمر کا گریبان پکڑا اور اسے زمین پر پٹخا کہ اس کی گردن اور ناک زخمی ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں مگر آپؑ کو اس وقت رسول خداؐ کی وصیت یاد آ گئی۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

''ضحاک حبشیہ کے فرزند! اس خدا کی قسم جس نے محمد مصطفیؐ کو مقام نبوت سے مکرم کیا ہے اگر پہلے سے اللہ کا حکم جاری نہ ہو چکا ہوتا اور رسول خداؐ کی وصیت بھی موجود نہ ہوتی

تو آج تجھے میرے گھر میں داخل ہونے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔

عمر نے ایک شخص کو ابوبکر کے پاس بھیج کر مدد طلب کی۔ تھوڑی ہی دیر میں ابوبکر کے بہت سے بہی خواہ آ گئے اور آتے ہی حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

پھر اچانک علیؑ اٹھے اور آپؑ نے اپنے ہاتھوں میں تلوار پکڑ لی۔

اسی اثناء میں قنفذ ابوبکر کے پاس واپس آ چکا تھا کیونکہ وہ حضرت علیؑ کی شجاعت و جوانمردی سے واقف تھا اسی لئے وہ حضرت علیؑ کے گھر سے بھاگ کر مسجد میں آیا اور ابوبکر کو روداد سنائی۔

ابوبکر نے قنفذ سے کہا: فوراً علیؑ کے گھر چلا جا اگر وہ گھر سے باہر نکل آئے تو اسے یہاں لے آ اور اگر علیؑ گھر سے باہر نہ نکلے تو گھر کو مکینوں سمیت نذر آتش کر دے۔

قنفذ اٹھا اور اپنے ساتھیوں سمیت اجازت کے بغیر حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوا حضرت علیؑ نے تلوار اٹھانا چاہی لیکن قنفذ نے آپ کو اس کا موقع ہی نہ دیا اور اس نے آپ کے ہاتھوں سے تلوار چھین لی۔

اسی اثناء میں حضرت زہراؑ اپنے شوہرؑ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھیں تو قنفذ نے تازیانہ بلند کر کے حضرت سیدہؑ کو مارا۔

فما تت حين ماتت وان في عضدها مثل الدملج من ضربته. وفات کے وقت حضرت سیدہؑ کے بازو پر دست بند کی طرح سے اس کا نشان موجود تھا۔

پھر حضرت علیؑ کو مجبور کر کے ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا اور اس دوران عمر اور ان کے ساتھی یعنی خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، سالم غلام آزاد شدہ ابی حذیفہ، معاذ بن جبل، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد جیسے افراد تلواریں بے نیام کئے ہوئے علیؑ کے سر پر موجود رہے۔

بددعا کا فیصلہ

عیاشی روایت کرتے ہیں: جب لوگ حضرت علیؑ کو جبراً مسجد میں لے گئے تو حضرت سیدہؑ برداشت نہ کرسکیں گھر سے باہر آئیں اور انہوں نے ابوبکر سے کہا:

کیا تم لوگ مجھ سے میرے شوہر کو چھین کر مجھے بیوہ کرنا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر تم نے اسے رہا نہ کیا تو میں اپنے سر کے بال کھول کر اپنے والد کی قبر پر جاؤں گی اور خدا سے اس ظلم کی فریاد کروں گی۔

پھر حضرت سیدہؑ نے حسنؑ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور نبی اکرمؐ کی قبر پر آئیں۔

حضرت علیؑ کو اس معاملہ کا علم ہوا تو آپؑ نے سلمان فارسیؓ سے فرمایا: ''جاؤ اور بنت مصطفیٰ کو روکو! میں گویا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ کے دونوں اطراف میں زلزلہ آچکا ہے۔ اور مدینہ کا پورا شہر زمین میں دھنس رہا ہے۔

خدا کی قسم! اگر فاطمہؑ نے قبر پیغمبرؐ پر اپنے بال کھول کر خدا کے حضور فریاد کی تو اہل مدینہ کو زندہ رہنے کی مہلت نہیں دی جائے گی اور زمین تمام لوگوں کو نگل لے گی۔

یہ سنتے ہی سلمانؓ بڑی تیزی سے حضرت سیدہؑ کے پاس آئے اور عرض کی: دختر محمدؐ خداوندعالم نے آپ کے پدر بزرگوار کو عالمین کے لئے رحمت بنایا ہے آپ اپنے گھر تشریف لے جائیں اور بددعا نہ کریں۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: سلمان! (میں بددعا کیسے نہ کروں) یہ لوگ علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اب میرا صبر ختم ہو چکا ہے۔ مجھے اپنے بابا کی قبر پر بال کھولنے دو۔ پھر میں خدا کی بارگاہ میں فریاد کروں گی۔

سلمانؓ نے کہا عرض کی: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آپ کی بددعا سے مدینے میں زلزلہ آجائے گا، زمین اپنا منہ کھول لے گی اور اہل مدینہ کو نگل لے گی۔ آپ کے خاوند حضرت

علیؑ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپؑ بددعا نہ کریں اور واپس چلی جائیں۔

اپنے شوہر کا حکم سن کر حضرت سیدہؑ نے کہا: **اذا ارجع و اصبر و اسمع له و اطیع**

اس صورت میں، میں واپس جارہی ہوں اور صبر کروں گی کہ میں نے اپنے شوہر کا فرمان سن لیا اور اس کی اطاعت کی۔

علامہ طبرسی کتاب الاحتجاج میں نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب لوگ حضرت علیؑ کو باہر لائے تو بنی ہاشم کی تمام عورتیں اپنے گھروں سے نکل کر رسول خداؐ کی قبر پر آئیں۔ حضرت فاطمہؑ نے آواز دی:

میرے ابن عم کو رہا کرو۔ اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ، مصطفی کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر تم نے انہیں نہیں چھوڑا تو میں اپنے بال کھول دوں گی، پیغمبر خداؐ کا کُرتہ اپنے سر پر رکھوں گی اور اپنے خدا سے فریاد کروں گی۔ خدا کی قسم! اللہ کی نظر میں ناقہ صالحؑ کا مقام میرے حسنینؑ سے زیادہ نہیں ہے۔

سلمانؓ روایت کرتے ہیں: میں اس وقت حضرت فاطمہؑ کے قریب تھا۔ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی کی دیواریں زمین سے بلند ہونے لگیں اور اتنی بلند ہوئیں کہ ان کے نیچے سے انسان گزر سکتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے حضرت سیدہؑ سے عرض کی: اے عظیم خاتون اور میری سردار بی بی! اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے والدؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ عذاب کا سبب نہ بنیں۔

حضرت سیدہؑ اپنے گھر کو واپس آئیں اس کے ساتھ ہی مسجد کے شگاف آپس میں پیوست ہوگئے اور دیواریں اپنی جگہ واپس آئیں تو ان کی بنیادوں سے غبار اٹھا اور ہماری ناک میں گھس گیا۔

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا: جب لوگوں نے حضرت علیؑ سے یہ سلوک کیا تو حضرت فاطمہؑ نے عمر کے لباس

کو پکڑ کر زمین کی طرف کھینچا اور فرمایا:

فرزند خطاب مجھے خدا کی قسم! اگر مجھے بے گناہ افراد کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنے خدا سے فریاد کرتی اور میرا خدا میری بددعا کو فوراً قبول کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ امام علیؑ کو گھر سے پکڑ کر باہر لے گئے تو بی بی فاطمہؑ نے رسول خداؐ کا کرتہ اپنے سر پر رکھے حسنینؑ کے ساتھ ابوبکر کے پاس آئیں اور اس سے کہا: ابوبکر مجھ سے تیرا کیا واسطہ ہے تو میرے شوہر کو قتل کر کے میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟

خدا کی قسم! اگر میرے سر کے بال کھول کر درگاہ خداوندی میں بددعا کرنا مناسب ہوتا تو میں ایسا ہی کرتی۔

اس اثناء میں ایک حکومت کے بہی خواہ نے ابوبکر سے کہا:

''تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ سیدہؑ کی بددعا سے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں؟ تب انہوں نے حضرت علیؑ کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت زہراؑ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر گھر چلے گئے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: واللہ لو نشرت شعرھا ماتوا طراً۔ خدا کی قسم اگر فاطمہؑ اپنے بال کھول دیتیں تو تمام افراد مر جاتے۔

واقعۂ بیعت ابن ابی الحدید کی زبانی

اہل سنت کے معروف عالم ابن ابی الحدید نے جوہری کی کتاب السقیفہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شعبی کی روایت ہے کہ ابوبکر نے عمر سے کہا: خالد بن ولید کہاں ہے؟

عمر نے خالد کا پتہ بتایا۔ اور خالد کو بلایا گیا جب وہ آیا تو ابوبکر نے عمر اور خالد سے کہا: تم دونوں علیؑ اور زبیر کے پاس جاؤ اور انہیں یہاں لے آؤ۔

عمر اور خالد دونوں دروازہ زہراؑ پر آئے۔ خالد باہر کھڑا رہا اور عمر گھر میں داخل ہوئے اور زبیر سے کہا: تم نے یہ تلوار ہاتھ میں کیوں اٹھا رکھی ہے؟

زبیر نے کہا: میں نے یہ تلوار بیعت علیؑ کی غرض سے تیار کی ہوئی ہے۔

اس وقت گھر میں مقدادؓ اور تمام بنی ہاشم جمع تھے۔ عمر نے زبیر کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور گھر میں پڑے ہوئے پتھر پر اس زور سے ماری کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ پھر انہوں نے زبیر کو ہاتھ سے پکڑا اور گھر سے باہر لے گئے اور خالد سے کہا: ''زبیر کا خیال رکھنا'' اس وقت اہل حکومت کے بہت سے بہی خواہ دروازہ کے باہر عمر اور خالد کی حفاظت کے لئے موجود تھے۔

پھر عمر دوبارہ علیؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت علیؑ سے کہا: اٹھو اور بیعت کرو[1]

حضرت علیؑ نہ اٹھے۔ انہوں نے بیعت سے انکار کیا۔

عمر نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور دوبارہ کہا کہ اٹھو اور بیعت کرو۔

اس بار بھی حضرت نے ان کی بات نہ مانی تو وہ جبراً آپ کو باہر نکال لائے اور خالد کے حوالے کردیا۔ خالد کے پاس اس وقت بہت سے مددگار موجود تھے۔

پھر عمر اپنے ساتھیوں کی مدد سے علیؑ اور زبیر کو جبراً مسجد میں لے آئے۔ اس وقت لوگ جمع ہوکر اس منظر کو دیکھنے لگے اور لوگوں کے اژدہام سے مدینہ کی گلیاں بھر گئیں۔

حضرت فاطمہؑ نے جب اہل حکومت کا یہ رویہ دیکھا تو وہ اپنے دروازے پر آئیں۔ بی بی کی آہ و بکا سن کر مستورات بنی ہاشم بھی جمع ہوگئیں اور انہوں نے بی بی کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: ''ابوبکر! تم نے بڑی جلدی خاندان محمدؐ پر یورش کی ہے اور تم نے بہت بڑی جسارت کی ہے۔ خدا کی قسم! میں جب تک زندہ رہوں گی، عمر سے گفتگو نہیں کروں گی۔''

راوی کہتا ہے کہ جب علیؑ اور زبیر نے بیعت کرلی تو تمام قسم کی شورش تھم گئی۔ ابوبکر حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے، ان سے عمر کی سفارش کی اور حضرت فاطمہؑ سے درخواست کی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۶ صفحہ ۴۸

کہ وہ اس سے درگزر فرمائیں، حضرت فاطمہؑ راضی ہوگئیں۔[1]

ابن ابی الحدید مذکورہ روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

میرے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ جب دنیا سے رخصت ہوئیں تو وہ ابوبکر وعمر پر ناراض تھیں اسی لئے انہوں نے وصیت کی تھی کہ شیخین ان کے جنازہ میں شرکت نہ کریں ۔ہمارے ساتھیوں کی نظر میں شیخین کا یہ فعل گناہ صغیرہ تھا جو قابل بخشش ہے۔ البتہ ابوبکر وعمر کو حضرت فاطمہؑ کا احترام کرنا چاہئے تھا اور ان کے مقام عظمت کو مدنظر رکھنا چاہئے تھا۔لیکن انہیں اختلاف وتفرقہ کا خوف تھا اسی لئے انہوں نے وہ کچھ کیا جو ان کی نظر میں مناسب تھا۔

شیخین دین اور قوت یقین میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔لہٰذا اگر ایسے امور ثابت بھی ہوجائیں تو وہ بھی گناہ کبیرہ نہیں ہوں گے بلکہ ایسے واقعات گناہ صغیرہ شمار کئے جائیں گے جو دوستی ودشمنی کا معیار نہیں بن سکتے۔[1] (انتہی کلامہ)

(اب ہم اس امر کا فیصلہ اپنے زندہ ضمیر، منصف مزاج قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ کیا ابن ابی الحدید نے صحیح فیصلہ کیا ہے یا غلط اور آیا ان واقعات کا تعلق گناہان صغیرہ سے ہے یا گناہان کبیرہ سے ہے؟)

سیدہؑ درودیوار کے درمیان

علامہ مجلسی بحارالانوار میں کتاب سُلیم بن قیس کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

ابان بن عیاش نے سُلیم سے نقل کیا کہ سلمانؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ نے وفات پائی اور ابھی آپ کا جنازہ دفن بھی نہ ہوا تھا کہ لوگوں نے اپنا عہد توڑ دیا،مرتد ہوگئے، اپنے حقیقی نصب العین سے منحرف ہوگئے اور آنحضرتؐ کی طرف سے مقرر کردہ امر کی مخالفت میں مجتمع ہوگئے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۶۔صفحہ ۴۹

حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کو غسل وکفن دیا، انہیں حنوط کیا، ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو لحد میں اتارا۔

ان مراحل سے فارغ ہوکر آپ اپنے گھر آئے اور رسول خداؐ کی وصیت کے تحت آیات قرآنی کی تنظیم وترتیب میں مشغول ہوگئے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے آپ گردوپیش کے حالات سے لاتعلق رہے۔

عمر نے ابوبکر سے کہا: سب لوگوں نے تمہاری بیعت کرلی ہے لیکن علیؑ اور ان کے خاندان نے تمہاری بیعت نہیں کی کسی شخص کو ان کے پاس روانہ کروتا کہ وہ بھی تمہاری بیعت کریں۔

ابوبکر نے عمر کے ابن عم قنفذ کو اس لئے منتخب کیا اور اس سے کہا کہ تم علیؑ کے پاس جاکر کہو کہ خلیفہ رسولؐ کی دعوت پر لبیک کہو۔

قُنفذ کئی بار ابوبکر کی طرف سے حضرت علیؑ کے پاس گیا اور انہیں ابوبکر کا پیغام پہنچایا لیکن ہر بار حضرت علیؑ نے ابوبکر کے پاس جانے سے انکار کردیا۔

(جب کئی بار بلانے کے باوجود بھی علیؑ نہ آئے تو) عمر ناراض ہوکر اٹھے، خالد بن ولید اور قُنفذ کو ساتھ لیا اور اپنے ساتھ آگ اور لکڑیاں لے کر روانہ ہوئے۔

یہ لوگ اپنے بہت سے ساتھیوں کے جلو میں دروازہ بتولؑ پر پہنچے۔ حضرت زہراؑ نے سر پر سوگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی اور فراق پیغمبرؐ کے صدمہ سے نحیف ونزار ہوچکی تھیں۔

عمر نے دروازہ پر صدا دے کر کہا: فرزند ابوطالب! دروازہ کھولو۔

فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: عمر! ہمیں تجھ سے کیا واسطہ ہے۔ تو ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا جبکہ ہم تو غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

عمر نے کہا: دروازہ کھول دو ورنہ میں اسے تمہارے سامنے جلا دوں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: کیا تجھے خوف خدا نہیں آتا؟ تو میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر کیوں داخل ہونا چاہتا ہے اور تو ہم پر کیوں حملہ آور ہونا چاہتا ہے؟

عمر اپنے ارادے سے باز نہ آئے پھر آگ طلب کی اور دروازہ کو آگ لگادی جب دروازہ آدھا جل گیا تو انہوں نے دروازہ کو دھکا دیا۔ حضرت فاطمہؑ نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

یاابتاہ یا رسول اللہؐ: اے اباجان، اے اللہ کے رسولؐ!

عمر نے اپنی تلوار کو جو کہ نیام میں بند تھی، بلند کیا اور اس نیام کو جناب زہراؑ کے پہلو میں چبھودیا۔

حضرت زہراؑ کی چیخ بلند ہوئی۔ پھر عمر نے اپنا تازیانہ بلند کیا اور حضرت زہراؑ کے بازو پر مارا حضرت زہراؑ نے تازیانہ کھا کر اپنے والد کو یاد کرتے ہوئے کہا: **یا ابتاہ**: ہائے اباجان۔

حضرت علیؑ جلدی سے اٹھے اور انہوں نے عمر کا گریبان پکڑ کر زمین کی طرف کھینچا جس کی وجہ سے عمر زمین پر گرا جس سے اس کی گردن اور ناک زخمی ہوئی۔

حضرت علیؑ نے چاہا کہ اسے قتل کردیں لیکن انہیں رسول خدا کی وصیت یاد آئی کہ آنخضرتؐ نے آپؑ کو صبر وتحمل کا حکم دیا تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: فرزند ضحاک! اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو مقام نبوت سے مکرم کیا ہے اگر پیغمبر خداؐ کی وصیت نہ ہوتی تو تجھے پتہ چل جاتا کہ تو اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہونے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔

عمر نے اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کی۔ لوگ ان کی مدد کیلئے دوڑتے ہوئے حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت علیؑ کو پکڑ کر مسجد لے گئے۔ اس وقت حضرت زہراؑ دروازے کے قریب کھڑی تھیں۔ قُنفُذ نے حضرت سیدہؑ کو زور سے تازیانہ مارا۔ جب حضرت زہراؑ دنیا سے روانہ ہوئیں تو اس تازیانہ کا نشان کسی بازو بند کی طرح آپ کے بازو پر موجود تھا۔

بعد ازاں قُنفذ نے وہ دروازہ حضرت سیدہؑ کے پہلو پر گرادیا جس کی وجہ سے بی بی کی کچھ پسلیاں ٹوٹ گئیں اور بی بی کے شکم میں جو بچہ تھا، اس کا اسقاط ہوگیا۔

اس المناک واقعہ کے بعد حضرت سیدہؑ بیمار ہوکر بستر سے لگ گئیں اور اسی صدمہ سے ان کی شہادت ہوئی۔

قُنفُذ کی قدردانی

مؤلف کہتا ہے کہ سُلیم بن قیس سے منقول ہے:

ایک تنگی کے سال عمر بن خطاب نے تمام لوگوں کے وظائف نصف کر دیئے لیکن قنفذ کو پورا وظیفہ ملتا رہا۔

سُلیم کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں گیا تو میں نے وہاں بنی ہاشم کے گروہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بنی ہاشم کے علاوہ اس حلقہ میں سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، محمد بن ابی بکرؓ، عمر بن ابی سلمہؓ اور قیس بن سعد بن عبادہؓ بھی موجود تھے۔

عباسؓ بن عبدالمطلب نے حضرت علیؑ سے کہا:

آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ عمر نے تمام لوگوں کے وظائف نصف کر دیئے ہیں لیکن قُنفذ کو پورا وظیفہ مل رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے ادھر اُدھر دیکھا پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور فرمایا:

''**شکرله ضربة ضربها فاطمه بالسوط فما تت وفی عضوها اثره کانه الدملج**''قنفذ کا وظیفہ اس لئے کم نہیں کیا گیا کہ اس ذریعہ سے اس کے اس تازیانہ کی قدردانی کی گئی جو اس نے حضرت فاطمہؑ کو مارا تھا۔ جب فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو ان کے بازو پر بازوبند کی طرح سے اس تازیانے کا نشان موجود تھا۔

امام حسنؑ کی مغیرہ بن شعبہ سے گفتگو

سُلیم بن قیس بیان کرتے ہیں:

امام حسن مجتبیٰؑ نے معاویہ اور اس کے طرفداروں کے اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے مغیرہ بن شعبہ سے کہا تھا:

مغیرہ بن شعبہ! تو خدا کا دشمن، قرآن کا مخالف اور رسول خداؐ کی تکذیب کرنے

والا ہے.....تو نے ہی دختر پیغمبر کو ضرب مار کر انہیں زخمی کیا تھا جس کی وجہ سے ان کے جنین کا اسقاط ہوا تھا۔ تو نے اپنی اس جسارت و بے باکی سے رسول خداؐ کی مخالفت کی ہے اور تو نے رسول خداؐ کے اس فرمان کو جو انہوں نے اپنی بیٹی سے فرمایا تھا، حقیر سمجھا، حالانکہ رسول خداؐ نے اپنی نور نظر سے فرمایا تھا:

انت سیدہ نساء اهل الجنة: تو خواتین اہل جنت کی سردار ہے۔

مغیرہ! اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے گا اور جھوٹ بولنے والوں کے گناہ کا بوجھ تیری گردن میں ڈالے گا۔[1]

حضرت علیؑ کے لئے سیدہؑ کی حمایت

فلسفی اور محقق فیض کاشانی کتاب علم الیقین میں **التهاب نیران الاحزان** کے حوالے سے حضرت علیؑ کے گھر پر یورش کے عنوان سے لکھتے ہیں:

عمر کچھ طلقاء اور منافقین کو ساتھ لے کر حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حملہ آوروں کا گروہ وہاں پہنچا تو دروازہ کو بند پایا۔ انہوں نے آواز دے کر کہا:

علیؑ! گھر سے باہر آؤ کیونکہ رسول خداؐ کا خلیفہ تمہیں یاد کرتا ہے۔

حضرت علیؑ نے دروازہ نہ کھولا۔ حملہ آور لکڑیاں لائے اور دروازے کے قریب رکھ دیں اور گھر کو جلانے کے لئے آگ لائے۔ عمر نے آواز دے کر کہا: خدا کی قسم! اگر دروازہ نہ کھولا گیا تو میں گھر کو آگ لگا دوں گا۔

حضرت سیدہؑ نے خیال کیا کہ یہ لوگ گھر کو جلانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے آپؑ نے اٹھ کر دروازہ کی زنجیر کھولی۔ مگر حملہ آوروں نے سیدہؑ کو سر پر چادر اوڑھنے کی فرصت نہ دی۔ اتنے

۱۔ روایات میں حضرت فاطمہؑ کو مضروب کرنے میں مغیرہ بن شعبہ کا نام نہیں آتا لیکن یہ خاندان رسالت کے خلاف شورش اور شیطنت کا محرک تھا۔ غالباً اسی لئے امام حسنؑ نے پہلوئے فاطمہؑ پر ضرب لگانے اور قتل کرنے میں اس کے کردار کی نشاندہی کی ہے۔ (مترجم فارسی)

میں عمر نے دروازے کو دھکا دیا حضرت فاطمہؑ اپنے آپ کو نامحرموں سے بچانے کے لئے دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئیں۔ دروازے کو جیسے ہی دھکا دیا گیا تو حضرت سیدہؑ درودیوار کے درمیان پھنس گئیں۔ پھر عمر اپنے ساتھیوں کو لے کر گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت علیؑ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حملہ آوروں نے چاروں طرف سے انہیں گھیرلیا۔ اور ان کے دامن وگریبان کو پکڑ کر زبردستی مسجد کی طرف لے چلے۔

حضرت فاطمہؑ حملہ آوروں کے سامنے آئیں اور ان کے اور اپنے شوہر علیؑ کے درمیان کھڑی ہوگئیں اور فرمایا: ''خدا کی قسم میں اپنے چچازاد کو یوں ظلم کے ساتھ جانے نہیں دوں گی۔ تم پر افسوس تم نے کتنی جلدی خدا اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے۔ تم نے رسول خداؐ کے خاندان پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ رسول خداؐ تمہیں ہماری پیروی اور محبت کا حکم دے کر گئے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اپنے معاملات میں میرے خاندان سے تمسک کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ** (الشوریٰ۔۲۳)۔

(کہہ دیجئے کہ میں تم سے نبوت ورسالت کی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں سے دوستی رکھو۔)

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ کی یہ گفتگو سن کر بہت سے افراد متفرق ہوگئے، مگر عمر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑے رہے۔ انہوں نے اپنے چچازاد قنفذ سے کہا کہ فاطمہؑ کے تازیانہ مارو۔

قنفذ نے حضرت زہراؑ کی پشت اور پہلو پر تازیانہ مارا جس کا نشان آپ کے بدن نازنین پر پڑ گیا اور اس ضربت کی وجہ سے سیدہؑ کے بچے کا اسقاط ہوا۔ جس کا نام پیغمبر اکرمؐ نے محسن رکھا تھا۔

حملہ آور امیرالمؤمنینؑ کو کشاں کشاں مسجد کی طرف لے گئے اور ابوبکر کے سامنے لے جاکر پیش کیا۔

میں عمر نے دروازے کو دھکا دیا حضرت فاطمہؑ اپنے آپ کو نامحرموں سے بچانے کے لئے دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہوگئیں۔ دروازے کو جیسے ہی دھکا دیا گیا تو حضرت سیدہؑ درودیوار کے درمیان پھنس گئیں۔ پھر عمر اپنے ساتھیوں کو لے کر گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت علیؑ فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حملہ آوروں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا۔ اور ان کے دامن و گریبان کو پکڑ کر زبردستی مسجد کی طرف لے چلے۔

حضرت فاطمہؑ حملہ آوروں کے سامنے آئیں اور ان کے اور اپنے شوہر علیؑ کے درمیان کھڑی ہوگئیں اور فرمایا: ''خدا کی قسم میں اپنے چچازاد کو یوں ظلم کے ساتھ جانے نہیں دوں گی۔ تم پر افسوس تم نے کتنی جلدی خدا اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے۔ تم نے رسول خداؐ کے خاندان پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ رسول خداؐ تمہیں ہماری پیروی اور محبت کا حکم دے کر گئے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اپنے معاملات میں میرے خاندان سے تمسک کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ (الشوریٰ۔۲۳)۔

(کہہ دیجئے کہ میں تم سے نبوت ورسالت کی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں سے دوستی رکھو۔)

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ کی یہ گفتگو سن کر بہت سے افراد متفرق ہوگئے، مگر عمر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑے رہے۔ انہوں نے اپنے چچازاد قنفذ سے کہا کہ فاطمہؑ کے تازیانہ مارو۔

قنفذ نے حضرت زہراؑ کی پشت اور پہلو پر تازیانہ مارا جس کا نشان آپ کے بدن نازنین پر پڑ گیا اور اس ضربت کی وجہ سے سیدہؑ کے بچے کا اسقاط ہوا۔ جس کا نام پیغمبر اکرمؐ نے محسن رکھا تھا۔

حملہ آور امیرالمؤمنینؑ کو کشاں کشاں مسجد کی طرف لے گئے اور ابوبکر کے سامنے لے جا کر پیش کیا۔

حضرت زہراؑ زخمی حالت میں اپنے شوہر کو چھڑانے کی غرض سے مسجد میں آئیں اور آپ نے آتے ہی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے پکڑا اور چاہا کے اپنے ساتھ گھر لے جائیں۔ لیکن مخالفین نے ایسا نہ کرنے دیا۔ پھر آپ اپنے والد کی قبر پر آئیں اور آپ نے سوز دل اور آہ جانکاہ سے گریہ کیا اور یہ اشعار پڑھے۔

نفسی علی زفراتها محبوسة   یالیتها خرجت مع الزفرات

لاخیر بعدک فی الحیاة وانما   ابکی‌مخافةان تطول حیاتی

میری جان غم اندوہ کے ساتھ میرے سینے میں محبوس ہے۔ اے کاش میری جان بھی غم واندوہ کے ساتھ نکل جاتی۔ باباجان! آپ کے بعد زندگی میں کوئی خیرونیکی نہیں ہے۔ میں رورہی ہوں اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ کیسے رہ گئی۔

پھر فرمایا: اباجان! ہائے آپؐ کی جدائی اور ہائے آپ کے پیارے ابوالحسن امیرالمؤمنینؑ کی جدائی۔ آپؐ کے دو فرزند حسنؑ وحسینؑ کے والد کی جدائی۔ جسے آپ نے بچپن میں پالا تھا اور جب وہ بڑا ہوا تو آپؐ نے اسے اپنا بھائی مقرر کیا اور جو آپ کا محبوب ترین فرد تھا، جس نے قبول اسلام میں سب سے سبقت کی تھی۔ اور جس نے آپؐ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ہائے والد بزرگوار اور بہترین خلائق! آکر اپنے بھائی کی حالت دیکھیں۔

''فهاهو یساق فی الاسر کمایساد البعیر'' آج اسے قید کرکے یوں پھرایا جارہا ہے جیسا کہ اونٹ کو پھرایا جاتا ہے۔

پھر آپؑ نے ایک نالۂ جانسوز بلند کیا اور کہا:

وامحمداه! واجیباه! واباه! وابا واباالقاسماه! واحمداه واقلة ناصراه واغوثاه واطول کربتاه واحزناه ومصیبتاه وسوء صباحاه. یا محمدؐ فریاد! اے دوست فریاد! اے والد فریاد! اے ابوالقاسم فریاد! اے احمدؐ فریاد! مددگاروں کی کمی کی فریاد! زیادہ مصائب و آلام کی فریاد! اس روزِ تلخ کی فریاد!

اس کے بعد حضرت سیدہؑ نے ایک چیخ بلند کی اور بے ہوش ہوکر گر پڑیں۔ بی بی کے رونے کی آواز سن کر لوگ رونے لگے۔ ان کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں تو مسجد نبوی ماتم سرا میں تبدیل ہوگئی۔

لوگوں نے حضرت علیؑ کو ابوبکر کے سامنے کھڑا کر کے کہا کہ اپنے ہاتھ کو پھیلاؤ اور ابوبکر بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں بیعت نہیں کروں گا کیونکہ تمہاری گردنوں میں میری بیعت کا قلادہ ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ (یعنی تم نے غدیر خم میں میری بیعت کی تھی تمہیں اس بیعت پر قائم رہنا چاہئے تھا)۔

بیعت سے انکار

عدی بن حاتم جو کہ رسول خداؐ کے اصحاب اور حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے تھے، کا بیان ہے:

خدا کی قسم! آج تک میرا دل کسی واقعہ پر اتنا نہیں کڑھا جتنا کہ اس دن کڑھا تھا جب لوگ علیؑ کو دامن وگریبان سے پکڑ کر زبردستی مسجد میں لائے اور ان سے کہا کہ تم ابوبکرؓ کی بیعت کرو۔

علیؑ نے کہا: اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر؟

انہوں نے جواب دیا: ہم تیری گردن جدا کردیں گے۔

یہ سن کر علیؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: پروردگار! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کیلئے یہاں لائے ہیں جب کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول خداؐ کا بھائی ہوں۔

مخالفین نے کہا: اپنے ہاتھ کو بیعت کے لئے پھیلاؤ۔

حضرت علیؑ نے ان کا کہنا نہ مانا تو انہوں نے زبردستی حضرت کے ہاتھ کو پکڑ لیا آپ

نے اپنی مٹھی بند کرلی لوگوں نے مٹھی کھولنے کی پوری کوشش کی لیکن کسی سے آپ کی مٹھی نہ کھل سکی۔ پھر انہوں نے ابوبکر کا ہاتھ بڑھا کر آپ کی مٹھی کے ساتھ مس کیا۔[1]

حضرت علیؑ نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کرکے کہا: یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (الاعراف ۱۵۰)

میرے ماں جائے قوم نے مجھے کمزور کردیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کو مخاطب کرکے یہ دو شعر پڑھے:

فان کنت بالشوری ملکت امورھم   فکیف بھذاوالمشیرون غیب

وان کنت بالقربیٰ حججت خصیمھم   فغیرک اولیٰ بالنبی واقرب

اگر تو باہمی مشاورت سے برسراقتدار آیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ مشورہ دینے والے (میری طرح) ہی غائب تھے۔

اور اگر تونے قرابت کے ذریعہ استدلال کیا ہے تو تیرا غیر (یعنی میں) نبی اکرم کا زیادہ قرابت دار ہے۔[2]

آپؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: واعجباه اتکون الخلافة بالصحابة ولاتکون بالقرابة والصحابة. یعنی تعجب ہے خلافت صحابیت سے تو ثابت ہوسکتی ہے لیکن صحابیت اور قرابت سے ثابت نہیں ہوتی؟!!

اقرار جرم

عمر بن خطاب نے اپنے دور اقتدار میں معاویہ بن ابوسفیان کو ایک تفصیلی خط لکھا تھا جس میں انہوں نے بیعت علیؑ اور گھر جلانے کی روداد بڑی وضاحت سے تحریر کی تھی۔ اس خط میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر تھا۔

۱۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے کسی کی بیعت نہیں کی۔ (مترجم فارسی)

۲۔ یہ شعر نہج البلاغہ میں حکمت ۱۹۰ میں مذکور ہے۔

.......میں اپنے ساتھیوں کی مدد سے مشورہ کرنے کے بعد علیؑ کے گھر گیا۔ علیؑ کی کنیز فضہ باہر آئی تو میں نے اس سے کہا: علیؑ سے کہو کہ وہ باہر آئیں اور ابوبکر کی بیعت کریں کیونکہ تمام مسلمان ان کی بیعت کر چکے ہیں۔

فضہ نے کہا: امیرالمؤمنین علیؑ (قرآن کی جمع آوری میں) مصروف ہیں۔

میں نے کہا: ان باتوں کو رہنے دے۔ علیؑ سے جا کر کہہ کہ وہ باہر آئیں ورنہ ہم گھر میں داخل ہو جائیں گے اور انہیں زبردستی پکڑ کر باہر لے آئیں گے۔

اس وقت فاطمہؑ آئیں اور دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر انہوں نے کہا: "اے جھوٹے اور گمراہ لوگو! کیا کہتے ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: کیا تو فاطمہؑ ہے؟

اس نے کہا: ہاں! عمر تو کیا چاہتا ہے؟

میں نے کہا: تیرے ابن عم نے جواب کے لئے تجھے یہاں کیوں بھیجا اور خود پردوں میں کیوں چھپا بیٹھا ہے؟

فاطمہؑ نے مجھ سے کہا: **طغیانک یا عمر! اخرجنی والزمک الحجة و کل ضال غوی.** یعنی تیری سرکشی نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کر دیا۔ میں یہاں تجھ پر اور تمام منحرف اور گمراہ افراد پر حجت تمام کرنے آئی ہوں۔

میں نے کہا: یہ بیہودہ اور زنانہ گفتگو رہنے دو اور علیؑ سے کہو کے وہ گھر سے باہر نکلیں۔

فاطمہؑ نے کہا: **لاحب ولا کرامة** ....تو کسی محبت اور عزت کے لائق نہیں ہے۔ کیا تو مجھے شیطان کے گروہ سے ڈرانا چاہتا ہے؟ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان کا گروہ کمزور اور ناتواں ہوتا ہے۔

میں نے کہا: اگر علیؑ باہر نہ نکلا تو بہت سی لکڑیاں یہاں لے آؤں گا اور اس گھر کو اس میں رہنے والوں سمیت جلا کر خاکستر کر دوں گا۔ یا علیؑ کو گھر سے پکڑ کر بیعت کے لئے مسجد

میں لے جاؤں گا۔

پھر اس وقت میں نے قنفذ سے تازیانہ لے کر فاطمہؑ کو تازیانہ مارا۔ پھر میں نے خالد بن ولید سے کہا کہ تم لوگ لکڑیاں لے آؤ اور میں نے فاطمہؑ سے کہا: اب میں اس گھر کو آگ لگاتا ہوں۔

فاطمہؑ نے کہا: اے خدا و رسولؐ اور امیر المؤمنینؑ کے دشمن!

اور اس کے ساتھ اس نے مجھے گھر میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے تو میں نے اس کے ہاتھوں کو شدت سے جھٹک دیا اور میں نے دروازہ کو زور سے دھکا دیا اور میں نے فاطمہؑ کے ہاتھوں پر تازیانہ مارا تاکہ وہ دروازے کو چھوڑ دے اور دور ہو جائے۔

تازیانے کھا کر اس نے آہ و زاری شروع کی اور اس نے اتنے دردناک بین کئے کہ میرا اپنا دل بھی نرم ہونے لگا اور ایک مرتبہ میں نے یہاں تک سوچا کہ یہاں سے واپس چلا جاؤں لیکن میرے ذہن میں وہ کینہ تازہ ہوگیا جو (علیؑ کے) ہمارے بزرگوں کے قتل کرنے کی وجہ سے ہمارے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا۔

یہ سوچ کر میں نے دروازے کو زور سے ٹھوکر ماری لیکن وہ اسے اتنی مضبوطی سے پکڑے ہوئی تھیں کہ وہ نہ کھلا۔ جس وقت میری ٹھوکر دروازے پر پڑی اس وقت فاطمہؑ نے رو رو کر کہا:

یاابتاه یا رسول الله هکذا یفعل بحبیبتک وابنتک . آه یا فضة الیک فخذ ینی فقد والله قتل مافی احشائی من حمل.

ابا جان! اے رسول خداؐ! آپ کی پیاری بیٹی سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اے فضہ! آؤ اور مجھے سہارا دو۔ خدا کی قسم میرے شکم کے بچے کو قتل کیا جا چکا ہے۔

میں نے اندازہ کیا کہ فاطمہؑ دردزہ کی شدت میں مبتلا ہے اور اس نے دیوار کا

سہارا لیا ہوا ہے۔ پھر میں نے دروازے کو پوری قوت سے دھکا دیا اور فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہوگیا۔ فاطمہؑ تکلیف کے عالم میں میرے سامنے کھڑی ہوگئی اور اس نے مجھے روکنا چاہا لیکن اس وقت مجھے اتنا غصہ چڑھا ہوا تھا کہ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ اس غصہ کی شدت میں میں نے فاطمہؑ کو طمانچہ مارا کہ فاطمہؑ زمین پر گر گئی......الی آخرہ۔[1]

داستان مظلومیت بزبان زہرا سلام اللہ علیہا

کتاب ارشاد القلوب میں مرقوم ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا:

حملہ آور بہت سی لکڑیاں ہمارے دروازے پر لے آئے اور وہ ہم سمیت ہمارے گھر کو جلانا چاہتے تھے۔ میں دروازے کے پیچھے کھڑی ان لوگوں کو خدا و رسولؐ کے واسطے دیتی رہی کہ وہ ہم سے کوئی سروکار نہ رکھیں اور ہماری مدد کریں۔ مگر عمر نے ابوبکر کے آزاد کردہ غلام قنفذ سے تازیانہ لیا اور میرے بازو پر اس زور سے مارا کہ اس کا نشان کسی دست بند کی طرح میرے بازو پر ثبت ہوگیا پھر اس نے زور سے دروازے پر ٹھوکر ماری اور میری طرف گرایا۔ وہ دروازہ میرے پہلو پر گرا جس کی وجہ سے میں زمین پر گر گئی۔ میرے دروازے کو آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور شعلوں سے میرا چہرہ جھلس رہا تھا۔ میرا دشمن اپنے ہاتھوں سے مجھے زدوکوب کرتا رہا اور میرے گوشوارے ٹوٹ کر گر گئے۔ دردزہ نے مجھے بے چین کر دیا اور میرا بے گناہ محسن ساقط اور قتل ہوگیا۔

۱۔ بحارالانوار طبع قدیم جلد ہشتم ص ۲۲۲ بحوالہ دلائل الامامۃ جلد دوم۔

واضح رہے کہ اس خط کا انکشاف اس وقت ہوا جب امام حسینؑ شہید ہوگئے اور عبداللہ بن عمر مدینہ کے چند افراد کو ساتھ لے کر یزید کے پاس دمشق گیا اور اسے شہادت امام حسینؑ کے متعلق لعنت ملامت کی تو یزید نے کہا کیا تو اپنے والد کا خط پڑھنا چاہتا ہے؟ عبداللہ نے کہا جی ہاں۔ پھر یزید نے ایک صندوق سے مذکورہ خط نکال کر عبداللہ کے سامنے رکھا جس میں درج بالا گفتگو موجود تھی۔ (مترجم فارسی)

شب معراج مظلومیّت سیدہؑ کی پیش گوئی

اللہ تعالیٰ نے شب معراج جہاں اپنے حبیب کو بہت سے آنے والے واقعات کی خبر دی تھی ان میں سے ایک خبر یہ بھی تھی:

"بہرحال تیری بیٹی پر لوگ ظلم کریں گے، اسے اس کے حق سے محروم کردیں گے اور تو نے جو اس کا حق مقرر کیا ہوگا لوگ اس کا وہ حق بھی اس سے غصب کرلیں گے اور لوگ تیری اس حاملہ بیٹی کو زدوکوب کریں گے، اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہوجائیں گے اور اسے محزون ومغموم کریں گے۔ اس وقت اس کا کوئی حامی وناصر نہیں ہوگا۔اور ضربات کے اثر سے لوگ اس بچے کو سقط کریں گے اور اس کو قتل کریں گے"۔

پیغمبرؐ نے یہ سن کر کہا: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون: خدایا! میں ان امور کو تسلیم کرتا ہوں اور تیرے فرمان کے سامنے سر جھکاتا ہوں اور تجھ سے صبر وتوفیق کا طلب گار ہوں۔

زہراؑ کو اذیت دینے والوں پر کیسا عذاب ہوگا؟

روایت میں مذکور ہے:

قیامت کے دن سب سے پہلے محسن بن علیؑ کا مقدمہ پیش کیا جائے گا اور اللہ کی طرف سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔محسن کے قاتل اور قنفذ کے لئے حکم صادر ہوگا کہ انہیں عرصہ محشر میں لایا جائے۔ انہیں آتشیں تازیانے لگائے جائیں گے کہ اگر ان تازیانوں میں سے ایک تازیانہ تمام سمندروں میں گرجائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سمندر اس کی گرمی سے کھولنے لگ جائیں گے۔ اور اگر ایک تازیانہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر گرادیا جائے تو پہاڑ پگھل کر خاکستر میں تبدیل ہوجائیں گے۔محسن کے قاتل اور قنفذ کو وہی تازیانے مارے جائیں گے۔

مفضل بن عمر نے ایک طولانی حدیث میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت ام المؤمنین خدیجہؑ اور حضرت علیؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت

اسد محسن کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گی اور گریہ وزاری کررہی ہوں گی۔ محسن کی والدہ حضرت سیدۃ قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کررہی ہوں گی: (۱) **هذا يومكم الذى كنتم توعدون**. یعنی یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (سورۃ الانبیاء: آیت۱۰۴)

(۲) **يوم تجد كل نفس ما عملت من خير محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بينها وبينه امداً بعيدا**..... یعنی اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اور اعمال بد کو بھی جن کر دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا۔ (سورۃ آل عمران: آیت۳۰)

یہ فرما کر امام جعفر صادقؑ اتنا روئے کہ آپ کے ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا: **لاقرت عين لا تبكى عندها الذكر** اس آنکھ کو کبھی ٹھنڈک نصیب نہ ہو جو اس ذکر مصیبت پر نہ روئے۔

قیامت میں علیؑ کا خزانہ

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: **ان لک کنزاً فی الجنة انت ذوقرنيها** جنت کا خزانہ تمہارے لئے ہے اور تم ہی دو شاخوں والے ہو۔

(دو شاخوں سے امام حسین اور امام حسن علیہما السلام مراد ہیں جو کہ جنت کے لئے باعث زینت ہوں گے)

مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا کہ خزانہ سے مراد محسن بن علی ہے جس کا درودیوار کے درمیان اسقاط ہوا تھا۔ اور ہمارے وہ استاد اس روایت سے استدلال کرتے تھے کہ انسان کا اسقاط شدہ بچہ دروازۂ جنت کے قریب ناراض حالت میں کھڑا ہوا ہوگا، اسے جنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا تو وہ جواب میں کہے گا:

میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک میرے والدین مجھ سے پہلے جنت میں داخل نہ ہوجائیں۔

قول نظّام[1]

سید بزرگوار مولانا میرحامد حسن ہندی اپنی کتاب ''عبقات الانوار'' میں کتاب ''الوافی بالوفیات'' تالیف صلاح الدین صفری (عالم اہل سنت) کے حوالے سے ابوعمرو جاحظ کے استاد ''نظام'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ نظام نے کہا:

پیغمبر اکرمؐ نے اس بات کی تصریح کردی تھی کہ خلافت علیؑ کا حق ہے اور آنحضرتؐ نے علیؑ کو اس مقام پر معین کیا تھا اور تمام صحابہ اس سے آگاہ تھے۔ لیکن عمر نے ابوبکر کی خاطر اسے چھپایا۔

نظّام نے اپنے سلسلۂ کلام میں کہا ہے: عمر نے ابوبکر کی بیعت خلافت کے دن حضرت فاطمہؑ کے پہلو پر ضرب ماری تھی جس کی وجہ سے محسن کا اسقاط ہوا تھا۔ (اسی طرح شہرستانی کی کتاب الملل والنحل میں تحریر ہے)۔

پیغمبر اکرمؐ نے خون ''ہُبار'' کو مباح کیوں کیا تھا؟

مشہور سنی عالم ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں:

فتح مکہ (جو ۸ھ میں واقع ہوئی) کے وقت رسول خداؐ نے ہُبار بن اسود کا خون مباح قرار دیا تھا۔ اس کا جرم یہ تھا کہ جب رسول خداؐ کی بیٹی زینب ہجرت کرکے مدینہ جارہی تھیں تو اس نے نیزہ سے انہیں محمل میں خوفزدہ کیا تھا جسکی وجہ سے حضرت زینب کے شکم کا بچہ ساقط ہوگیا تھا۔ اس لئے رسول خداؐ نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کے اعلان کے باوجود اس کے خون کو مباح قرار دیا تھا۔

میں (ابن ابی الحدید) نے یہ روایت اپنے استاد ابوجعفر نقیب کے سامنے پڑھی تو

۱۔ ابراہیم بن سیار بصری معروف بہ نظام (متوفی ۸۳۵-۸۴۵) مشہور ومعروف معتزلی متکلم تھے اور دنیائے اسلام کے عظیم عالم تھے۔ (المنجد فی الاعلام)

انہوں نے کہا:

رسول خداؐ نے ہبار بن اسود کا خون اس وجہ سے مباح کیا تھا کہ اس نے آپ کی صاحبزادی زینب کو خوفزدہ کیا تھا جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پیغمبر خدا زندہ ہوتے تو آپ اس شخص کا خون بھی مباح قرار دیتے جس نے حضرت فاطمہؑ کو خوفزدہ کیا تھا جس کی وجہ سے ان کا حمل گر گیا تھا۔

میں نے اپنے استاد سے کہا کہ کیا میں آپ کی طرف سے نقل کروں کہ فاطمہؑ کو خوفزدہ کیا گیا تھا اور اس وجہ سے ان کے محسن کا اسقاط ہوا تھا؟

ابو جعفر نقیب نے کہا: اس روایت کے متعلق توقف کرتا ہوں اور اپنا کوئی خاص نظریہ نہیں رکھتا اور اس کی وجہ وہ روایات ہیں جو کہ میرے پاس موجود ہیں۔ (یوں وہ بے چارہ تقیہ کر گیا)۔

مؤلف کہتا ہے کہ سید جزوعی نے کیا ہی اچھا لکھا تھا:

جرعاها من بعد والدها الغيظ مرارا فبئس ماجر عاها
اغضباها واغضبا عندذاک الله رب السماء اذ اغضباها
بنت من؟ ام من؟ حليلة من؟ ويل لمن سن ظلمها واذاها

ان دو اشخاص نے رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت زہراؑ کو غیظ وغضب کے کئی گھونٹ پلائے۔ اور انہوں نے آپ کو غیظ وغضب کے گھونٹ پلا کر بہت ہی بُرا کیا۔ ان دونوں نے سیدہؑ کو ناراض کیا بلکہ آسمان کے مالک اللہ کو ناراض کیا۔

ہائے فاطمہؑ کس کی بیٹی تھیں، کس کی ماں تھیں اور کس کی زوجہ تھیں؟ اس کے لئے ہلاکت ہے جس نے ان پر ظلم واذیت کی ابتدا کی۔

مصائب زہراؑ سے ائمہ کو کتنا دکھ پہنچا

امام محمد تقیؑ کا دکھ

طبری امامی نے دلائل الامامۃ میں زکریا بن آدم کی زبانی نقل کیا۔اس کا بیان ہے:

میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ کے غلام آپ کے فرزند محمد تقی علیہ السلام کو آپ کے پاس لائے۔ اس وقت ان کی عمر چار برس سے بھی کم تھی۔ جب معصوم بچے کو والد کے پاس لایا گیا تو انہوں نے زمین پر ہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کافی دیر تک سوچتے رہے۔

امام علیؑ نے اپنے نور نظر سے فرمایا: میں تم پر قربان! کس طویل فکر میں چلے گئے؟

امام محمد تقیؑ نے کہا: میں ان مصائب کے بارے میں سوچتا ہوں جو میری دادی حضرت فاطمہؑ پر وارد ہوئے۔ خدا کی قسم! میں ان دو افراد کو قبر سے نکال کر ان کے جسموں کو آگ میں جلا دوں گا۔ پھر ان کی خاک سمندر میں بہا دوں گا۔

امام علی رضاؑ نے اپنے فرزند کو اپنے قریب کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: میرے ماں باپ تم پہ قربان تم اس امر (امامت) کے لائق ہو۔

امام باقرؑ و امام صادقؑ کا دکھ

منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ جب بھی بخار میں مبتلا ہوتے تو آپ اپنے جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے: فاطمہؑ بنت محمدؐ۔ اے فاطمہؑ دختر محمدؐ۔

علامہ مجلسی نے اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام محمد باقرؑ، حضرت سیدہ کے بابرکت نام کے ذریعہ (اللہ سے) بخار سے شفا طلب کرتے تھے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے بخار امام علیہ السلام کے ظاہری وجود پر اثر کرتا تھا اسی طرح سے حضرت سیدہ کے مصائب امام علیہ السلام کے دل کو گھائل کرتے تھے۔ امام علیہ السلام بخار کو دور کرنے کے لئے ٹھنڈا پانی استعمال کرتے تھے اور دل کے زخموں کے درد کی شدت کو کم کرنے کے لئے اپنی مبارک دادی کا نام لیتے تھے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک غمگین شخص لمبی سانس کے ذریعہ سے اپنے غم کے غبار کو ہلکا کرتا ہے۔ مصائب زہراؑ کی وجہ سے ان کی اولاد طاہرین کے قلب وجگر زخمی تھے، مخالفین کی کثرت تھی اور انہیں تقیہ سے کام لینا پڑتا تھا اسی لئے وہ کھل کر اپنی مظلومہ دادی کے مصائب بیان نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن جب بھی ان کے سامنے کوئی مومن حضرت فاطمہؑ کا نام لیتا تو ان کے دلوں کا درد تازہ ہو جاتا تھا اور ان کے چہرے سے غم کے آثار ظاہر ہونے لگتے تھے۔ اس حقیقت کا اندازہ حسب ذیل روایت سے بھی ہوتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں ایک شخص کا نام سکونی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بیٹی عطا فرمائی تو امام جعفر صادقؑ نے اس سے پوچھا تو نے اپنی بیٹی کا کیا نام رکھا ہے؟

سکونی نے عرض کی: میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے۔

یہ نام سنتے ہی امام کے منہ سے آہ، آہ کے الفاظ نکلے پھر آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا اور غمگین ہو گئے۔

اس سے قبل ہم یہ تحریر کر چکے ہیں کہ جب رسول خداؐ کے چچا عباسؓ نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ آخر عمر، قنفذ کو اس کا وظیفہ مکمل کیوں دے رہا ہے اور اس کی تنخواہ میں سے کوئی کٹوتی کیوں نہیں کی ہے؟

حضرت علیؑ نے ادھر ادھر دیکھا، آپ کی آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہوا اور فرمایا: اس ذریعہ سے وہ اس تازیانہ کا شکریہ ادا کررہا ہے جو قنفذ نے فاطمہ زہراؑ کے رسید کیا تھا۔ جب فاطمہ زہراؑ دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کے بازو پر کسی بازو بند کی طرح سے اس کا نشان موجود تھا۔

بشّار مکاری کی داستان

علامہ مجلسیؒ تحفۃ الزائر میں رقم طراز ہیں:

بشار مکاری کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں گیا میں نے دیکھا کہ طبرزد کھجور کی ایک پلیٹ آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور آپ اس سے کھجوریں تناول کررہے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ اور میرے ساتھ کھجوریں کھاؤ۔

میں نے عرض کیا: آپ ہی تناول فرمائیں ۔ میں راستے میں آرہا تھا کہ میں نے ایک دردناک منظر دیکھا جس کی وجہ سے میری غیرت جوش میں آگئی، میرے دل میں درد پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے میرے اس حق کا واسطہ جو تیری گردن میں ہے آؤ اور کھجوریں کھاؤ۔

امام عالی مقامؑ کا فرمان سن کر میں آگے بڑھا اور آپ کے ساتھ کھجوریں کھانے لگا آپ نے مجھ سے فرمایا: اب بتاؤ تم نے کیا واقعہ دیکھا ہے؟

میں نے عرض کی: مولا! میں آرہا تھا کہ راستہ میں میں نے حکومت کے ایک سپاہی کو

دیکھا کہ وہ ایک خاتون پر تشدد کر رہا تھا اور اسے قید کر کے زندان لے کر جا رہا تھا اور بے چاری خاتون بڑی مظلومیت کے لہجے میں فریاد کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

میں خدا اور اس کے رسولؐ کی پناہ چاہتی ہوں اور خدا و رسولؐ کے علاوہ کسی اور کی پناہ نہیں چاہتی۔

امامؑ نے فرمایا: اس خاتون کو کس جرم میں قید کیا گیا ہے اور اس پر تشدد کیوں کیا گیا؟

میں نے عرض کی: میں نے لوگوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ خاتون راہ چلتے پھسلی اور زمین پر گر پڑی اور گرتے وقت اس نے کہا:

اے فاطمہؑ! جن لوگوں نے آپ پر ظلم کیا خدا انہیں اپنی رحمت سے دور رکھے!

اتفاق سے حکومت کے کارندوں نے یہ بات سن لی اور اسے قید کر کے تشدد کیا۔

امام جعفر صادقؑ نے جیسے ہی یہ واقعہ سنا تو آپ نے اسی وقت کھجوروں سے ہاتھ کھینچ لیا اور آپ اتنا روئے کہ آپ کا چہرہ اور ریش مبارک اور آپ کا رومال آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

پھر آپ نے فرمایا: بشار! اٹھو مسجد سہلہ چل کر اس خاتون کی رہائی کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہاں جا کر خدا سے اس کی حفاظت کی درخواست کرتے ہیں...... الی آخرہ

امام جعفر صادقؑ ایک مؤمنہ خاتون کا واقعہ سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ آپ نے اتنا گریہ کیا۔ خدا جانے اگر ان کے سامنے ان کی جدہ مظلومہ کے مصائب بیان کئے جاتے تو آپ کی کیا حالت ہوتی؟ اور اگر آپ کے سامنے بیان کیا جاتا کہ ایک ظالم نے حضرت سیدہؑ کو اس زور سے طمانچہ مارا کہ آپ کے کان کے گوشوارے ٹوٹ کر گر گئے، تو آپ اس مصیبت کو کیسے برداشت کرتے؟

مصائب کربلا سے موازنہ

حضرت امام حسینؑ کائنات کے بہت بڑے مظلوم ہیں اور دنیا کا کون سا ایسا ظلم ہے

جو آپ پر نہ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے امیر المؤمنین پر بعض مصائب ایسے بھی وارد ہوئے ہیں جو کہ مصائب کربلا سے زیادہ سنگین تھے۔

کتاب نفس المہموم میں طبری کے حوالے سے مرقوم ہے:

شمر لعین نے کربلا میں حملہ کیا اور اس نے امام حسینؑ کے خیموں کی طرف نیزہ پھینک کر آواز دی کہ آگ لے آؤ میں ان خیموں کو خیمہ نشینوں سمیت جلانا چاہتا ہوں۔

جیسے ہی مخدرات عصمت نے یہ آواز سنی تو زور زور سے رونے لگیں اور خیموں سے باہر آ گئیں۔

امام حسینؑ نے شمر سے فرمایا: تو آگ طلب کرتا ہے کہ میرے خاندان کو جلا دے؟ خدا تجھے دوزخ میں جلائے۔

ابو مخنف لکھتے ہیں کہ سلیمان بن راشد نے حمید بن مسلم سے نقل کیا ہے کہ میں شمر کے پاس گیا اور اس سے کہا:

تعجب ہے تیرے لئے یہ کام نامناسب ہے کیا تو بیک وقت دو خصلتوں کا حامل بننا چاہتا ہے۔

۱۔ عذاب کا مستحق بن رہا ہے۔ ۲۔ مستورات اور معصوم بچوں کو جلانا چاہتا ہے۔

کیا ابن زیاد اتنے مردوں کے قتل کرنے کی وجہ سے تجھ سے خوش نہیں ہوگا؟

شمر نے کہا: تو کون ہے؟

میں نے کہا: میں تجھے اپنے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا (کیونکہ مجھے یہ اندیشہ لاحق تھا کہ اگر میں نے اسے اپنے متعلق بتادیا تو یہ ابن زیاد کے سامنے میری چغلی کھائے گا)

اتنے میں مجھ سے زیادہ شمر کی اطاعت کرنے والے شبث بن ربعی نے شمر سے کہا:

شمر! اس سے زیادہ غلط بات میں نے تجھ سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اور اس سے برا اقدام تو نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ کیا تجھے بچوں اور عورتوں کے قتل پر مامور کیا گیا ہے؟

حمید بن مسلم کہتا ہے: شمر نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے اسے شرم آئی اور وہ بچوں اور عورتوں کو جلانے سے باز آیا۔

قارئین کرام! شمر دنیا کا بہت بڑا بدبخت اور بے حیا اور احمق شخص تھا مگر جب اس کے ساتھی شبث بن ربعی نے طعنہ دیا تو اسے حیا محسوس ہوئی اور خیموں کو جلانے سے باز آ گیا۔ لیکن اس مقام پر حضرت علیؑ کی مظلومیت بھی دیکھیں کہ ان کا حریف اپنے ساتھیوں کا دستہ لے کر حضرت علیؑ کے دروازے پر آیا اور آواز دے کر کہا:

والذی نفسی بیده لتخرجن الی البیعة لاحرقن البیت علیکم[1] مجھے اس ذات کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے تم لوگ یا تو بیعت کے لئے باہر آؤ ورنہ تمہارے سمیت میں اس گھر کو جلا دوں گا۔

اس وقت بھی اس کے ایک ساتھی نے اسے کہا تھا: ''رسول خداؐ کی بیٹی فاطمہؑ اور ان کے معصوم بچے بھی اس گھر میں رہتے ہیں۔''

مگر اس پر اس جملے کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اسے اس سلسلہ میں کوئی شرم محسوس نہ ہوئی اور اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور آخر کار اس نے دروازۂ بتول کو جلا ڈالا۔

ہائے مولائے متقیان کی مظلومی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس مظلومیت کے عالم میں حضرت علیؑ کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ البتہ سابقہ ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ جب زبیر بن عوام نے دیکھا کہ لوگ علیؑ کو قید کر کے مسجد کی طرف کشاں کشاں جا رہے ہیں تو اس نے مخالف پر حملہ کرنے کے لئے تلوار علم کی۔ مگر لوگوں نے اس سے تلوار چھین لی اور اس کی تلوار کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالا گیا۔ اس وقت زبیر بن عوام فریاد کر کے یہ کہہ رہا تھا:

اے نسل عبدالمطلبؑ! علیؑ کے ساتھ یہ سلوک ہو اور تم زندہ رہو۔

۱۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ششم ص ۴۸)

مظلومیت علیؑ

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ نے اپنے اسناد سے سدیر سے روایت کی۔ اس نے کہا: ہم امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ وفات رسولؐ کے بعد کے حالات اور حضرت علیؑ کی مظلومیت کا ذکر چھڑا تو ایک شخص نے آپ سے کہا:

خدا آپ کو کامیابی دے۔ بنی ہاشم کی عزت وشہرت اور ان کی کامیابی کی کثرت کو کیا ہوا تھا؟ (یعنی جب حضرت علیؑ پر ظلم ڈھائے جا رہے تھے تو بنی ہاشم کے افراد کہاں تھے اور ان کی قوت وشہرت کدھر چلی گئی تھی؟)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: بنی ہاشم میں سے کوئی نہ بچا تھا۔ بنی ہاشم کی شوکت وقوت اس وقت تھی جب تک ان میں جعفرؓ طیار اور حمزہؓ بن عبدالمطلب زندہ تھے۔ اور جب دونوں شہید ہوگئے تو بن ہاشم کی قوت ٹوٹ گئی۔ ان کے بعد دو کمزور اور نومسلم فرد (عقیلؓ وعباسؓ) تھے جو کہ جماعت طلقاء میں سے تھے۔

اما واللّٰہ لوان حمزۃ وجعفرا کانابحضرتھما ما وصلا الی ما وصلا الیہ ولو کانا شاھد یھما لا تلفا نفسیھما

آگاہ رہ! اگر حمزہؓ اور جعفرؓ وفات پیغمبر کے وقت موجود ہوتے تو دونوں افراد وہ منصب حاصل نہ کر پاتے جو انہوں نے حاصل کیا اور وہ دونوں شخص سلامت نہ رہتے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے۔

اسی مظلومیت کی وجہ سے حضرت علیؑ کا یہ دستور تھا کہ آپ جب بھی خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لے جاتے تو آپ کے خطاب کا آخری جملہ یہ ہوتا تھا۔ مازلت مظلوما منذ قبض اللّٰہ نبیہ۔ نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد سے میں ہمیشہ مظلوم رہا ہوں۔

تاریخ اسلام کا پہلا مظلوم

میسّب بن نجبہ کا بیان ہے:

ایک دن حضرت علیؑ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے چیخ کر کہا: ''**وامظلمتاہ**'' ہائے ظلم ہوگیا۔

حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کہ نزدیک آجاؤ۔ وہ شخص نزدیک آیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر بیابان کی ریت کے ذروں اور حیوانات کے جسم کے بالوں کی مقدار میں ظلم کیا گیا ہے۔

ایک اور عرب نے امیرالمؤمنین کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا:'' یا امیرالمؤمنین المظلوم!'' اے مظلوم امیر المؤمنین! حضرت نے فرمایا: **ویحک وانا مظلوم ظلمت عدد المدر والوبر.** یعنی عزیزم! مجھ پر ریگستان کی ریت کے ذرات اور حیوانات کے بالوں کے برابر ظلم ہوئے ہیں۔

اور اسی مظلومیت کو دیکھ کر حضرت ابوذر غفاری امیرالمؤمنین کو ''**شیخ مظلوم مضطھد**'' (مظلوم ومقہور بزرگ) کے عنوان سے پکارا کرتے تھے۔

ثقۃ الاسلام کلینی نے امام سے روایت کی کہ امیرالمؤمنین کی قبر پر کھڑے ہوکر ان الفاظ سے زیارت پڑھو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ اَنْتَ اَوَّلَ مَظْلُومٍ وَاَوَّلَ مَن غُصِبَ حَقَّهُ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ حَتیٰ اَتَاکَ الْیَقِیْنُ فَاَشْهَدُاَنَّکَ لَقِیْتَ اللّٰہَ وَاَنْتَ شَهِیْدٌ عَذَّبَ اللّٰہُ قَاتِلَکَ بِاَنْوَاعِ الْعَذَابِ وَجَدَّدَ عَلَیْهِ الْعَذَابَ. یعنی ولی خدا آپ پر سلام ہو۔ آپ پہلے مظلوم ہیں اور آپ پہلے شخص ہیں جن کا حق غصب کیا گیا ہے۔ آپ نے صبر کیا اور رضائے الٰہی کو طلب کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ شہید ہوکر خدا کے حضور پہنچے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قاتل کو مختلف اقسام کے عذاب میں مبتلا کرے اور اس پر عذاب کی تجدید کرے۔[1]

1۔ یہ زیارت ، زیارت مطلقہ کے عنوان سے مفاتیح الجنان میں موجود ہے۔

مؤلف کہتا ہے یہ مصائب و آلام درد مند سینہ سے نکلتی ہوئی آہ سوزاں ہیں اور ان مصائب سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں۔

سوگ زہراؑ کے متعلق چند اشعار

اس موضوع کے اختتام پر ہم شیخ صالح حلّی کے اشعار کو نقل کرتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ان اشعار میں مصائب زہراؑ کا بہترین انداز سے تذکرہ کیا ہے۔

الواثبین لظلم ال محمد ومحمد ملقّی بلا تکفین
والقائلین لفاطم اذیتنا فی طول نوح دائم وحنین
والقاطعین اراکة کیماتقیل بظلّ اوراق لها وعصون
ومجمعی حطب علیٰ البیت الذی لم یجتمع لولاه شمل الدین
والهاجمین علی البتول بیتها والمسقطین لها اعزّ جنین
والقائدین امامهم بنجادة والطهر تدعوا خلفه برنین
خلوا بن عمی اولاکشف فی الدعاء راسی واشکو للاله شجونی
ماکان ناقة صالح وفصیلها بالفضل عنداللّٰه الاّ دونی
ودنت الیٰ القبرا الشریف بمقلة عبری وقلب مکمّد محزون
قالت واظفار المصاب بقلبها غوثاه قلّ علیٰ العداة معینی
ابتاه! هذه السامری وعجله تبعا ومال الناس عن هارون
ایّ الرّازیاالتّقی بتجلّدی هو فی النوائب مذ حییت قرینی
فقدی ابی ام غصب بعلی حقّه ام کسر ضلعی ام سقوط جنینی
ام اخذهم ارثی وفاضل نحلتی ام جهلهم حقّی وقدعرفونی
قهروا یتیمیک الحسین وصنوه وسئلتهم حقّی وقدنهرونی

لوگ آلِ محمدؐ پر ظلم کے لئے جھپٹ پڑے جب کہ رسول اللہؐ کی میت ابھی تک گھر میں رکھی ہوئی تھی اور ابھی تک انہیں کفن بھی نہیں پہنایا گیا تھا۔

ان لوگوں نے فاطمہ زہراؑ سے کہا تھا کہ تو نے اپنے طویل غم اور نالہ وگریہ سے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔

ان لوگوں نے پیلو کے درخت کو اس لئے کاٹ دیا تھا کہ کہیں رسول اللہؐ کی شاہزادی اس کی چھاؤں میں نہ بیٹھے اور رو نہ سکے۔

ان لوگوں نے اس کے گھر کے اردگرد لکڑیاں جمع کی تھیں حالانکہ اگر دنیا میں وہ گھر نہ ہوتا تو دین کا شیرازہ کبھی جمع نہ ہوتا۔

ان لوگوں نے جناب بتولؑ کے گھر پر یورش کی اور انکے عزیز بیٹے کا حمل ساقط کر دیا۔

ان لوگوں نے اپنے امام کو حمائل شدہ تلوار کے ساتھ کھینچا جب کہ صاحب تطہیر بی بی آہ و بکا میں مصروف تھی۔

اس وقت بی بی یہ کہہ رہی تھیں کہ میرے ابن عم کو چھوڑ دو ورنہ میں بددعا کے لئے اپنے سر کے بال کھول دوں گی اور خدا کے حضور تمام غموں کی شکایت کروں گی۔

حضرت صالحؑ کی اونٹنی اور اس کا بچہ خدا کے حضور مجھ سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتے بلکہ کمتر ہیں۔ (یعنی ناقہ صالحؑ کی کونچیں کاٹنے والے خدا کے سخت عذاب میں مبتلا ہوئے تھے. اور تم بھی یہی چاہتے ہو)

بی بیؑ روتی ہوئی آنکھوں اور غمگین دل کے ساتھ رسول اکرمؐ کی قبر شریف پر آئیں۔

مصائب کے چنگل نے بی بیؑ کے دل کو جکڑا ہوا تھا اس عالم میں بی بی نے کہا آہ آج دشمنوں کے مقابلے میں میرے مددگار موجود نہیں ہیں۔

ابا جان! آج سامری اور اس کا بچھڑا لوگوں کے مقتدا بن چکے ہیں اور لوگوں نے ھارون محمدیؐ حضرت علیؑ سے منہ موڑ لیا ہے۔

اباجان! میں کس کس مصائب کا تذکرہ کروں کیا میں اس تازیانے کی شکایت کروں کہ جس کا دردوالم مجھے زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا۔

یا میں اپنے والد کی جدائی اورغم پر گریہ کروں یا اپنے شوہر کے غصب شدہ حق کو روؤں، یا میں اپنی پسلیوں کے ٹوٹنے کا غم کروں یا اپنے سقط شدہ بچے کے غم پر گریہ کروں۔

یا اپنے والد کی میراث وعطیات پر غاصبانہ قبضہ کا شکوہ کروں یا اس بات کی شکایت کروں کہ لوگوں نے مجھے جانتے ہوئے بھی میرے حق کا انکار کردیا۔

اباجان! ان لوگوں نے آپ کے دو یتیموں حسنؑ وحسینؑ پر ظلم کیا۔ میں نے ان سے اپنا حق طلب کیا لیکن ان لوگوں نے مجھے میرے حق سے محروم کردیا۔

واقعہ بیعت مسعودی کی زبانی

مشہور مورخ ودانشمند مسعودی (علی بن حسین المتوفی ۹۵۶ھ) اپنی کتاب اثبات الوصیة میں بیان کرتے ہیں:

رسول خداؐ کی وفات کے وقت حضرت علیؑ کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ آپ امر خداوندی کے تحت زمام رہبری تھامنے کے لئے اٹھے۔ مومنین نے آپ کی اطاعت کی اور منافقین نے آپ کی مخالفت کی۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے ایک شخص کو بطور خلیفہ منتخب کرلیا اور جسے خدا ورسولؐ نے متعین کیا تھا اس کی مخالفت کی۔

روایت میں ہے کہ رسول اکرمؐ کی رحلت کے تھوڑے دیر بعد ہی رسول خداؐ کے چچا عباسؓ علیؑ کے پاس آئے اوران سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ دراز کریں میں آپؑ کی بیعت کرتا ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا میرے علاوہ اس منصب کا کوئی اور بھی خواہاں ہے اور ہمارے علاوہ اس عہدہ کوسنبھالنے کی صلاحیت کس میں ہے؟

اس دوران زبیر اور ابوسفیان بھی بیعت کے لئے آئے لیکن حضرت علیؑ نے انکار کردیا

(کیونکہ ابھی تک رسول خداؐ کی تجہیز وتکفین کے مراحل باقی تھے)۔

انصار ومہاجرین میں اختلاف پیدا ہوگیا اور انصار نے "**منا امیر ومنکم امیر**" ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہونا چاہئے کا نظریہ پیش کیا۔

جس کے جواب میں مہاجرین نے کہا کہ رسول خداؐ کا فرمان ہے: "**الخلافة فی القریش**" خلافت قریش میں ہوگی۔

آخر کار انصار نے مہاجرین کے سامنے سر جھکا دیا اور مہاجرین نے انصار کے بزرگ سعد بن عبادہ کو ٹھوکریں ماریں اور اسے پاؤں سے کچلنے کی جسارت کی۔

عمر بن خطاب نے ابوبکر کی بیعت کی۔ پھر عرب کے صحرا نشینوں اور مؤلفۃ القلوب جو کہ تازہ تازہ مدینہ آئے ہوئے تھے، نے ابوبکر کی بیعت کی۔

جب علیؑ تجہیز وتکفین کے مراحل سے فارغ ہوئے تو انہیں اس حالت کا علم ہوا تو آپ نے بنی ہاشم اور وہاں پر موجود صحابہ مثلاً سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، ابوذرؓ، حذیفہؓ وابیؓ بن کعب کی طرح سے جنازہ رسولؐ میں شامل چالیس صحابہ سے خطاب فرمایا اور آپ نے خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا: اگر امامت قریش کا حق ہے تو میں قریش میں سے اس کا سب سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر امامت کے لئے قریش کی شرط نہیں ہے تو انصار اپنے دعویٰ پر قائم ہیں۔

حضرت علیؑ نے جنگ نہ کرکے پانچ انبیاءؑ کی پیروی کی

اس خطبہ کے بعد حضرت علیؑ اپنے گھر چلے گئے اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ بعد میں ایک آپ نے اپنے پیروؤں سے ایک خطبہ میں (اپنی خاموشی اور جنگ نہ کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا تھا:

"میں نے جنگ نہ کرکے پانچ انبیاء کی پیروی کی ہے:

۱۔ میں نے جنگ نہ کرکے حضرت نوحؑ کی پیروی کی کیونکہ انہوں نے بھی خداوند عالم

سے درخواست کرتے ہوئے کہا تھا: رب انی مغلوب فانتصر: (سورۂ قمر: آیت۱۰) اے پروردگار! بے شک میں مغلوب ہوں۔ ان سے تو ہی میرا انتقام لے۔

۲۔ میں نے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کی کیونکہ انہوں نے اپنی بت پرست قوم سے کہا تھا: واعتزلکم وما تدعون من دون اللّٰہ۔ (سورۂ مریم: آیت۴۸) میں تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے کنارہ کشی کرکے جارہا ہوں جنہیں تم خدا کے علاوہ پکارتے ہو۔

۳۔ میں نے حضرت لوطؑ کی پیروی کی انہوں نے اپنی بدعمل قوم سے فرمایا تھا: لوان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید۔ (سورۂ ہود: آیت۸۰) اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ گاہ کی پناہ لے سکتا۔

۴۔ میں نے حضرت موسیٰؑ کی پیروی کی کیونکہ انہوں نے فرعون اور آل فرعون سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ففرت منکم لما خفتکم۔ (سورۂ الشعراء: آیت۲۱) جب میں نے تم سے خطرہ محسوس کیا تو میں تم سے بھاگ کر چلا گیا۔

۵۔ میں نے حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کی پیروی کی (کیونکہ انہوں نے بھی سامری اور اس کے ساتھیوں سے جنگ نہیں کی تھی اور جب حضرت موسیٰ نے ان سے جنگ نہ کرنے کی وجہ پوچھی) تو انہوں نے کہا تھا: ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ (سورۂ الاعراف: آیت۱۵۰) قوم نے مجھے کمزور کردیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے۔

پھر آپ قرآن مجید کی جمع وترتیب میں مصروف ہوگئے اور قرآن مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کے نسخہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اور اس پر مہر لگا کر لوگوں کے پاس لے کر آئے اور فرمایا: اے لوگو! یہ اللہ کی کتاب ہے میں نے رسول خداؐ کے فرمان اور وصیت کے مطابق اس کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا: آپ قرآن ہمارے پاس رہنے دیں اور خود تشریف لے جائیں۔

آپ نے فرمایا: رسول خداؐ نے تم سے فرمایا تھا: ''میں تمہارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلبیت ہیں، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آ جائیں لہٰذا اگر تم پیغمبر خدا کے اس فرمان کو تسلیم کرتے ہو تو مجھ سے صرف قرآن ہی نہ لو بلکہ مجھے بھی قرآن کے ساتھ قبول کرو تاکہ میں قرآن کے مطابق تمہارے درمیان فیصلہ کرسکوں۔

آپ کا یہ استدلال سن کر لوگوں نے کہا: ہمیں تمہاری اور تمہارے جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ اس قرآن کو اٹھالیں اور اسے اپنے پاس رکھیں اور اس سے جدائی اختیار نہ کریں۔

حضرت علیؑ یہ جواب سن کر اپنے گھر واپس آ گئے اور آپ نے خانہ نشینی اختیار کرلی اور آپ کے شیعوں نے بھی خانہ نشینی اختیار کرلی۔ کیونکہ رسول خداؐ نے انہیں ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

آپ کی خانہ نشینی کے باوجود حریف پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور انہوں نے آپ کے بیت الشرف پر یورش کی۔ آپ کے گھر کے دروازے کو نذر آتش کیا گیا اور حضرت کو مجبور کرکے مسجد میں لایا گیا۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں فاطمہ زہراؑ در اور دیوار کے درمیان تھیں کہ ان کے بچے کا اسقاط کردیا گیا جس کا نام محسن رکھا گیا تھا۔

مسجد میں پہنچ کر حضرت علیؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا گیا آپ نے بیعت سے انکار کردیا۔ اہل حکومت نے کہا کہ آپ نے اگر بیعت نہ کی تو آپ کو قتل کردیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا: اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تم ایک خدا کے بندے اور رسول خداؐ کے بھائی کے قاتل قرار پاؤ گے۔ لوگوں نے آپکے ہاتھ کو کھولنا چاہا مگر آپ نے مٹھی بند کرلی اور جب کسی طرح آپ نے مٹھی نہ کھولی تو لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ کو آگے بڑھا کر آپ کے ہاتھ پر مل دیا۔

دو معجزات

مسعودی اپنے سلسلۂ تحریر کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے سیاسی حریفوں میں سے ایک (ابوبکر) سے ملے اور اسے خوف خدا دلایا اور اسے خدائی واقعات وایام یاددلائے اور اس کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں پیغمبر خدا سے تیری ملاقات کرادوں تاکہ وہ تجھے امرونہی فرمائیں۔

اس نے کہا: جی ہاں۔

پھر حضرت علیؑ اسے لے کر مسجد قبا گئے اور اسے دکھایا کہ وہ دیکھو رسول خداؐ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: مجھ سے وعدہ کر کہ تو اقتدار علیؑ کے حوالے کردے گا کیونکہ علیؑ ہی امیرالمؤمنین ہے۔

رسول خداؐ کی زبانی یہ فرمان سن کر وہ شخص حضرت علیؑ کے ساتھ واپس آیا اور اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ حکومت علیؑ کے حوالے کردے مگر اس کے ساتھی نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور اس سے کہا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے اور بنی ہاشم کا جادو معروف ہے۔ کیا تجھے وہ موقع بھول گیا ہے جب میں اور تو ابن ابی کبشہ (پیغمبر اسلامؐ) کے پاس بیٹھے تھے کہ انہیں رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سامنے دو درخت کھڑے تھے جو کہ ایک دوسرے سے دور تھے۔ اس نے ان میں سے ایک درخت کو اشارہ کیا تو وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا دوسرے درخت کے ساتھ مل گیا اور انہوں نے ان میں چھپ کر رفع حاجت کی۔ اور جب ان کی ضرورت پوری ہوگئی تو انہوں نے اس درخت کو حکم دیا تھا اور حکم ملتے ہی وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا تھا۔

اپنے ساتھی کی زبانی یہ معجزہ سن کر پہلے نے اس سے کہا: تو نے مجھے یہ واقعہ یاددلایا تو اس سے مجھے دوسرا واقعہ یاد آ گیا اور وہ یہ تھا کہ میں اور پیغمبرؐ دونوں ہجرت کے وقت غار (ثور)

میں بیٹھے تھے انہوں نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر پاؤں سے اشارہ کیا (کہ سامنے دیکھ) میں نے جیسے ہی دیکھا تو مجھے جعفرؑ بن ابی طالب اپنے ساتھیوں سمیت سمندر میں کشتی رانی کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔

ان معجزات کو جادو کہہ کر انہوں نے حکومت واپس کرنے کے ارادے کو ترک کردیا۔

پھر انہوں نے حضرت علیؑ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور انہوں نے یہ کام خالد بن ولید کے سپرد کردیا۔

اسماء بنت عمیسؓ کو اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی کنیز سے کہا کہ تم علیؑ کے گھر چلی جاؤ اور وہاں کھڑی ہوکر یہ آیت پڑھو: **ان الملا یا تمرون ان یقتلوک فاخرج انی لک من النا صحین۔** (سورۃ القصص: آیت۲۰) حکمران آپ کو قتل کرنے کا مشورہ بنا رہے ہیں آپ یہاں سے نکل جائیں میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ جب حضرت علیؑ نے کنیز کی زبانی یہ آیت سنی تو آپ نے فرمایا:

اپنی مالکہ سے کہنا کہ اللہ ان کا ارادہ پورا نہ ہونے دے گا۔

منصوبہ بنایا گیا تھا کہ جیسے ہی نماز مکمل ہوجائے تو خالد تلوار سے حضرت علیؑ کا کام تمام کردے گا۔

چنانچہ خالد نے اپنی تلوار کو اپنے لباس میں چھپایا۔ ادھر نماز شروع ہوگئی اور برسراقتدار فرد نے دل میں سوچا کہ اگر خالد نے یہ کام کیا تو اس سے کوئی بڑا فساد رونما ہوسکتا ہے کیونکہ اسے حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری کا اچھی طرح سے علم تھا۔ اسی لئے اسے سلام پھیرنے کی جرأت نہ ہوئی اور لوگوں نے سمجھا کہ وہ نماز میں بھول گیا ہے۔ آخر کار اس نے آخری سلام سے پہلے یہ الفاظ کہے: **لا تفعل خالد ما امرتک۔** خالد میں نے تجھے جو حکم دیا تھا (اس پر عمل نہ کرنا پھر اس نے آخری سلام پڑھ کر نماز مکمل کی)۔[1]

۱۔ علل الشرائع اشاعت ششم۔ صفحہ ۲۲۰۔ اردو ترجمہ

قضیۂ فدک

علامہ ابومنصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی المتوفی ۵۸۸ھ نے کتاب الاحتجاج اور علی اور بن ابراہیم قمیؒ نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا:

جب حضرت ابوبکر کی حکومت مستحکم ہوگئی اور مہاجرین وانصار پر ان کا اقتدار مکمل ہوگیا تو انہوں نے ملازمین کو فدک روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ فاطمہ زہراؑ کے نمائندہ کو سرزمین فدک سے نکال دیں۔ چنانچہ ملازمین نے ان کے حکم پر پورا پورا عمل کیا۔

مسئلہ فدک کو سمجھنے کے لئے درج ذیل مطالب پر توجہ فرمائیں۔[1]

مطالبہ فدک اور گواہی

جب حکومت کے عمال نے بی بیؑ کے نمائندہ کو فدک سے بے دخل کر کے خود قبضہ کرلیا تو حضرت فاطمہ زہراؑ، ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا: تو نے مجھے اس جاگیر سے کیوں محروم

۱۔ فدک ایک زرخیز وادی کا نام ہے جوکہ خیبر کے قریب واقع ہے۔ یہ قریہ مدینہ سے ایک سو چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جس میں کثیر پانی اور بہت سے نخلستان تھے۔ ہجرت نبوی کے ساتویں برس خیبر فتح ہوا تو فدک کے یہودیوں نے رعب وخوف کے تحت کسی جنگ وجدال کے بغیر فدک کا پورا قریہ آنحضرتؐ کے سپرد کردیا اور یوں یہ علاقہ رسول خداؐ کی ملکیت قرار پایا۔ جب وات ذالقربی حقه . (بنی اسرائیل: آیت ۲۶) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فدک کی تمام جاگیر اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ کو ہبہ کردی۔

میزان الاعتدال، جلد دوم، ص ۲۸۸۔ کنز العمال، جلد دوم، ص ۱۵۸۔ مجمع البیان اور تفسیر درمنثور۔

کیا ہے جو کہ میرے والد نے مجھے عطا کی تھی اور تو نے میرے نمائندے کو وہاں سے کیوں بے دخل کیا اور تو مجھے میری میراث سے کیوں روک رہا ہے؟

ابوبکر نے کہا: آپ اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کریں (کہ رسول خداؐ نے آپ کو فدک ہبہ کیا تھا؟)

حضرت فاطمہؑ واپس آئیں اور ام ایمنؓ (جو رسول خداؐ کے نزدیک ایک محترم خاتون تھیں) کو بطور گواہ پیش کیا۔

ام ایمنؓ نے ابوبکر سے کہا: میں گواہی دینے سے پہلے تم سے ایک بات کی تصدیق کرانا ضروری سمجھتی ہوں۔

تمہیں خدا کی قسم! کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا: ان ام ایمن امرأة من اهل الجنة۔ ام ایمنؓ جنتی خاتون ہے؟

ابوبکر نے کہا: جی ہاں! میں جانتا ہوں رسول خداؐ نے یہ کلمات فرمائے تھے۔

پھر ام ایمنؓ نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر "وات ذالقربیٰ حقه" (رشتہ داروں کو ان کا حق دیں) کی آیت نازل کی تو آنحضرتؐ نے حکم الٰہی کے تحت اپنی بیٹی فاطمہؑ کو فدک ہبہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ مسجد میں آئے اور انہوں نے بھی وہی گواہی دی جس کی وجہ سے بی بی کا دعویٰ ثابت ہو گیا تو برسر اقتدار شخصیت نے فدک کی واپسی کا قبالہ لکھ دیا۔ اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور انہوں نے پوچھا کہ یہ قبالہ کیسا ہے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ قبالہ میں نے فدک کی واپسی کے سلسلہ میں لکھدیا ہے کیونکہ فاطمہ زہراؑ نے فدک کی ملکیت کے لئے ام ایمنؓ اور علیؑ کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔

حضرت عمر نے بی بی فاطمہؑ سے وہ تحریر لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی اور کہا: فدک مال فے ہے اور تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ اوس بن حدثان اور عائشہؓ وحفصہؓ کی گواہی ہے کہ

رسول اللہؐ نے فرمایا تھا:

انا معاشر الانبیاء لانورث، ماترکناہ صدقۃ۔ یعنی ہم گروہ انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس گواہی کے معاملے میں علیؑ، فاطمہ زہراؑ کا شوہر ہے اور یہ گواہی اس کے اپنے حق میں ہے (اس لئے قابل قبول نہیں) البتہ ام ایمنؓ ایک اچھی خاتون ہے مگر ہم صرف ایک عورت کی گواہی پر فدک واپس نہیں کر سکتے ہاں اس کے ساتھ کوئی اور مرد گواہی دیتا تو ہم اس مسئلہ پر توجہ کرتے۔

چنانچہ حضرت فاطمہؑ سخت ناراض ہو کر شیخین کے پاس سے واپس آ گئیں۔

حضرت علیؑ کا استدلال

مطالبہ فدک کے ایک دن بعد حضرت علیؑ، ابوبکر کے پاس مسجد میں گئے آپ نے مہاجرین و انصار کو وہاں بڑی تعداد میں پایا۔ آپؑ نے ابوبکر سے کہا

تم نے فاطمہؑ کو اس میراث سے کیوں محروم کیا جو کہ ان کے والد کی طرف سے انہیں منتقل ہوئی تھی اور حضرت رسول اکرمؐ اپنی زندگی میں انہیں اس کا مالک بھی بنا گئے تھے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: فدک مال فے ہے اور تمام مسلمانوں کا مال ہے اگر فاطمہ گواہ پیش کریں جو یہ گواہی دیں کہ رسول خداؐ نے انہیں یہ جاگیر ہبہ کی تھی تو ہم اس جاگیر کو واگذار کر دیں گے اور اس سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ابوبکر! تم ہمارے متعلق اس قانون کے تحت فیصلہ نہیں کر رہے جو اللہ نے مسلمانوں کے متعلق مقرر کیا ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ ایک چیز کسی مسلمان کے ہاتھ میں موجود ہو اور

اسکے متعلق میں بالفرض یہ دعویٰ کروں کہ یہ چیز میری ہے۔ اب تم گواہ کس سے طلب کرو گے؟

حضرت ابوبکر نے کہا میں آپ سے ہی گواہ طلب کروں گا (کیونکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے)۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تو پھر تم فاطمہ زہراؑ سے ملکیت فدک کے گواہ کیوں طلب کررہے ہو جب کہ فدک تو پہلے سے ہی ان کے تصرف میں موجود ہے اور اگر بالفرض یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے تو تمام مسلمانوں سے ان کے دعویٰ کے لئے گواہ طلب کرو فاطمہؑ سے تمہارا گواہ طلب کرنا سرے سے ہی غلط ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ استدلال سن کر حضرت ابوبکر خاموش ہوگئے اور کوئی بات تک نہ کی۔

حضرت عمر نے کہا: علیؑ! تم یہ باتیں رہنے دو۔ ہم تم سے دلائل میں مقابلہ نہیں کرسکتے اگر تم عادل گواہ پیش کرسکتے ہو تو ہم تمہاری بات مان لیں گے ورنہ فدک تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ فاطمہؑ اور تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کو دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا! جی ہاں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اچھا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** (سورۂ احزاب: آیت۳۳) اے اہل بیت! اللہ کا تو بس یہی ارادہ ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی دے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: یہ آیت تمہارے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: (فرض کرو) اگر چند گواہ فاطمہؑ کے متعلق (نعوذ باللہ) غلط گواہی دیں تو تم فاطمہؑ سے کیا سلوک کرو گے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: اس صورت، میں میں اس پر بھی ایسی ہی حد شرعی جاری رکھوں گا جیسا کہ دوسری عورتوں پر جاری کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو کافر قرار پاؤ گے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: بھلا وہ کیسے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ کی پاکیزگی کی گواہی قرآن مجید میں دے دی ہے لہٰذا اگر تم نے خدا کی گواہی کے بعد کسی اور کی گواہی کو بنیاد بنا کر انہیں غلط کار سمجھا تو تم نے گویا اللہ کے فرمان کو رد کردیا۔ اور اب بھی تم نے صاحب تطہیر (فاطمہؑ) کے مقابلے میں ''اوس بن حدثان'' جیسے ایک بدو کی گواہی کو ترجیح دی جو کہ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے اور اس نے اگر یہ کہہ دیا کہ گروہ انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی اور ان کا ترکہ صدقہ ہوتا تو تم نے اس کی گواہی قبول کرلی اور جس کی عصمت و طہارت کی گواہی خدا نے قرآن میں دی ہے۔تم نے اس کے دعویٰ کو ٹھکرادیا ہے۔

(خوب سن لو) رسول خداؐ کا فرمان ہے:**البینة علی من ادّعی والیمین علی من ادّعی علیه.** یعنی ثبوت فراہم کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔

اس صورت میں تمہیں فاطمہؑ سے گواہ طلب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ فاطمہؑ ''صاحب ید'' اور متصرف ہے اور اگر تمہیں گواہ مانگنے ہوں تو ان سے مانگو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حق فاطمہؑ سے چھین کر انہیں دے دیا جائے۔

حضرت علیؑ کے استدلال نے حاضرین کو متاثر کیا۔ لوگ ایک دوسرے کو ناراض نگاہوں سے دیکھنے لگے اوران کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ان میں سے کچھ کہنے لگے کہ خدا کی قسم علیؑ سچ کہہ رہے ہیں۔

بعد ازاں آپ اپنے گھر واپس تشریف لائے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت فاطمہ زہرآ اپنے والد کی قبر مطہر پر آئیں اور آپ نے اپنی مظلومیت کے اظہار کے لئے بہت سے شعر

پڑھے۔ جن کا مطلع یہ ہے۔

قد کان بعدک انباء و هنبثة　　لو کنت شاهدها لم تکثر الخطب

ابا جان! آپ کے بعد بہت سے ناخوشگوار واقعات نے جنم لیا۔ اگر آپ موجود ہوتے تو یہ حوادث پیدا نہ ہوتے۔

قتل علیؑ کا منصوبہ

علامہ طبرسی درج بالا استدلال نقل کرنے کے بعد امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہوئے کتاب الاحتجاج میں لکھتے ہیں۔

پھر ابوبکر مسجد سے اپنے گھر کو چلے گئے۔ گھر پہنچ کر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنے گھر طلب کیا اور جب وہ ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے کہا:

تم نے دیکھا کہ آج علیؑ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ خدا کی قسم اگر اس نے اپنی روش جاری رکھی تو ہمارے معاملات کو تہ بالا کر کے رکھ دے گا۔ اب سوچو ہمیں اس کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔

ساتھی نے مشورہ دیا: بہتر رائے یہ ہے کہ تم اس کے قتل کا حکم صادر کرو۔

اس نے کہا: اسے قتل کون کرے گا؟

ساتھی نے جواب دیا: اسے خالد بن ولید قتل کرے گا۔

پھر خالد بن ولید کو بلایا گیا اور جب وہ حاضر ہوا تو اس سے کہا گیا: ہم تجھ سے ایک بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔[1]

۱۔ خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی نے ہجرت کے پانچویں یا ساتویں سال عمرو عاص کے ہمراہ مدینہ آکر اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ایک پردہ در اور بے باک فرد تھا۔ فتح مکہ کے وقت سے سپاہ اسلام کے سرداروں میں شمار کیا گیا تھا اس کی جنایات میں ایک رحلت رسول خداؐ کے بعد مالک بن نویرہ کا قتل ہے (جسکا تذکرہ گزر چکا ہے) حضرت ابوبکر نے اسے حاکم شام بنا دیا تھا اور حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں اسے معزول کر دیا تھا۔ آخر کار سرزمین حمص میں دنیا سے رخصت ہوا۔ (اسد الغابہ جلد ۴) از مترجم فارسی

اس نے کہا: تم جو بھی چاہو میرے ذمہ کام لگاؤ اگر چہ تم علیؑ ابن ابی طالب کے قتل کا بھی حکم کرو (تو میں حاضر ہوں)۔

انہوں نے کہا: ہمارا کام یہی ہے۔

خالد نے کہا: جو کام بھی مجھے دو گے میں اسے پورا کروں گا، اسے کب قتل کروں؟

والیٔ حکومت نے کہا: مسجد میں آنا اور نماز کے وقت علیؑ کے پاس کھڑے ہو جانا میں جیسے ہی نماز تمام کروں اس کو قتل کر دینا۔

خالد نے کہا: ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

جب یہ مشورے ہو رہے تھے تو اتفاق سے اسماء بنت عمیسؓ نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ اس وقت حاکم کی زوجہ تھیں۔ انہوں نے اپنی کنیز سے کہا:

تو علیؑ وبتولؑ کے پاس چلی جا اور ان دونوں سے میرا سلام عرض کر اور علیؑ کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر:

ان الملا یا تمرون ان یقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین: یعنی حکمران آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں آپ یہاں سے نکل جائیں۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ (سورۃ القصص: آیت ۲۰)

کنیز نے اپنی مالکہ کے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت علیؑ نے کنیز سے فرمایا کہ اپنی مالکہ سے جا کر کہہ دے کہ اللہ ان کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے گا۔

پھر آپ اٹھے اور مسجد میں تشریف لائے۔ خالد بن ولید نے آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اس کے پاس تلوار موجود تھی۔ جب ابوبکر تشہد پر پہنچے تو انہیں اپنے کہنے پر ندامت ہوئی اور کسی بڑے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوا کیونکہ وہ حضرت علیؑ کی جرأت و دلیری سے بخوبی آشنا تھے۔ وہ تشہد میں مسلسل اسی چیز کے متعلق غور وفکر کرتے رہے اور انہیں سلام پھیرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ نماز میں بھول چکے ہیں۔ پھر اچانک وہ خالد کی

طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا: میں نے تجھے جو حکم دیا تھا اس پر عمل نہ کرنا۔

پھر انہوں نے سلام پڑھ کر نماز مکمل کی۔ امیرالمؤمنینؑ نے خالد سے فرمایا: اس نے تجھے کیا حکم دیا تھا؟

خالد نے کہا: اس نے مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت علیؑ نے کہا: تو کیا تو مجھے قتل کر دیتا؟

خالد نے کہا: جی ہاں! خدا کی قسم اگر وہ سلام سے قبل مجھے اس سے منع نہ کرتے تو میں اب تک تمہیں قتل کر چکا ہوتا۔

حضرت علیؑ نے خالد کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ لوگ اردگرد جمع ہو گئے تا کہ خالد کو چھڑوائیں۔

حضرت عمر چیخ چیخ کر کہنے لگے: رب کعبہ کی قسم! یہ اسے قتل کر دے گا۔

اتنے میں بہت سے لوگوں نے بڑھ کر حضرت علیؑ کو رسول خداؐ کے حق کا واسطہ دے کر اسے چھوڑنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے اس موقع پر خالد کی گردن پر اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اس قدر زور دیا کہ خالد کی چیخیں نکل گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ شدت خوف سے خالد کا لباس نجس ہو گیا وہ زمین پر ایڑیاں مارنے لگا اور اس کی آواز تک بند ہو گئی۔

حضرت ابوبکر نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ تیرے اس غلط مشورے کا نتیجہ ہے جو تو نے مجھے دیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ علیؑ نے ہمیں کچھ نہیں کہا۔

جو شخص بھی خالد کو چھڑانے کیلئے حضرت علیؑ کے پاس جاتا تو علیؑ کی تیز نگاہوں کی تاب نہ لاکر واپس آ جاتا۔ آخر کار حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو رسول خداؐ کے چچا عباسؓ کے پاس بھیج کر اُن کو طلب کیا۔ عباسؓ آئے اور حضرت علیؑ سے سفارش کی، قسم دی اور کہا: آپؑ کو اس

صاحب قبر اور اس قبر کی قسم، آپ کو اپنی اولاد کی قسم ان کی والدہ کی قسم ! آپ خالد کو چھوڑ دیں۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے خالد کو چھوڑ دیا۔

عباسؓ نے آگے بڑھ کر حضرت علیؑ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ پھر حضرت علیؑ نے عمر کو گریبان سے پکڑ کر کہا: ضحاک حبشیہ کے فرزند! اگر خدا کا فرمان اور رسول خداؐ کا عہد نہ ہوتا تو تجھے پتہ چل جاتا کہ ہم میں سے کمزور کون ہے اور طاقتور کون ہے۔

حاضرین معاملہ کو رفع دفع کرانے کے لئے آگے بڑھے تاکہ عمر کو علیؑ کے ہاتھوں سے رہائی دلاسکیں۔ اس وقت عباس ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے کہا:

خدا کی قسم! اگر تم نے علیؑ کو قتل کیا تو ہم قبیلۂ تیم کے ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔

ابن ابی الحدید کے استاد کا جواب

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ابن ابی الحدید (مشہور سنی عالم) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:

میں نے اپنے استاد ابوجعفر نقیب سے پوچھا:

مجھے تو علیؑ کے افعال سے تعجب ہوتا ہے کہ رسول خداؐ کے بعد تیئیس سال کے طولانی عرصہ تک وہ دشمنوں کے شر سے کیونکہ محفوظ رہ گئے اور انکے دشمن کسی بھی حیلہ وبہانہ سے علیؑ کو قتل نہ کرسکے جب کہ وہ سب کے سب علیؑ کے ہاتھوں دکھ اٹھائے ہوئے تھے۔؟

استاد نے جواب دیتے ہوئے کہا: ''اگر اس دوران علیؑ صبر وتحمل اور تواضع اور گوشہ نشینی کی پالیسی اختیار نہ کرتے تو ان کے دشمن انہیں ضرور قتل کردیتے۔ لیکن اس تمام عرصہ میں علیؑ نے اپنی سابقہ روش کو بدل کر عبادت، نماز اور قرأت قرآن کی مصروفیت اختیار کرلی تھی، انہوں نے شمشیر کو فراموش کردیا تھا اور وہ مناسب موقع کی تاک میں رہنے لگے تھے۔ علیؑ کبھی

صحراؤں کی سیر کو نکل جاتے اور کبھی پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے تھے انہوں نے خلفاء کی اطاعت قبول کر لی تھی چنانچہ علیؑ کی اس روش نے دشمنوں سے محفوظ رہنے میں مدد دی اور مخالفین نے انہیں فراموش کر دیا۔

اس کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ خلفاء کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ علیؑ کو قتل کرتا۔ خلفاء کے پاس علیؑ کو قتل کرنے کا کوئی بہانہ اور جواز موجود نہ تھا۔ اسی لئے اس تمام عرصہ میں علیؑ محفوظ رہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مخالفین ان کو ضرور قتل کر دیتے۔

علاوہ ازیں اللہ کی طرف سے موت کا وقت بھی مقرر ہے اور مقرر شدہ وقت قدرت کی طرف سے ہر شخص کے لئے مضبوط زنجیر اور محکم قلعہ ہے جس میں دراڑیں پیدا کرنا انسانی بس سے باہر ہے چنانچہ جب تک کسی کا وقت مقررہ نہ آئے اس وقت تک وہ مر نہیں سکتا۔

اس کے بعد میں (ابن ابی الحدید) نے اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو علیؑ کے قتل کا حکم دیا تھا؟

ابوجعفر نقیب نے کہا: اولاد علیؑ میں سے ایک گروہ نے اس کی روایت کی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک شخص ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد ''زفر بن ہذیل'' کے پاس گیا اور اس سے پوچھا:

ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نمازی سلام سے پہلے عام گفتگو کر کے یا فعل کثیر ادا کر کے اگر نماز سے فارغ ہونا چاہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ آپ بتائیں کہ ابوحنیفہ کے اس فتویٰ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ اور کیا ان کا مذکورہ فتویٰ صحیح ہے؟

زفر نے جواب میں کہا: جی ہاں! ایسا کرنا بالکل جائز ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر نے حالت تشہد میں سلام سے پہلے کلام کیا تھا۔

سائل نے زفر سے پوچھا: حضرت ابوبکر نے سلام سے پہلے کیا کہا تھا؟

زفر نے کہا: تجھ جیسے شخص کے لئے اس طرح کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔

سائل کے بار بار اصرار کرنے پر زفر نے حاضرین سے کہا: اس شخص کو یہاں سے نکال دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق ''ابوالخطاب'' کے اصحاب سے ہے۔

میں ''ابن ابی الحدید'' نے اپنے استاد سے پوچھا۔

اس روایت کے متعلق آپ کا ذاتی نظریہ کیا ہے۔ کیا حضرت ابوبکر نے خالد کو یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟

نقیب نے کہا: میں ایسی بات کو بعید سمجھتا ہوں البتہ فرقہ امامیہ نے اس کی روایت کی ہے۔

حضرت علیؑ کا تحریری خط:

علامہ طبرسی کتاب الاحتجاج (ج ۱۔ص ۱۲۷) میں لکھتے ہیں:

جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ حاکم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے نمائندہ کو فدک سے بے دخل کر کے اس کی جگہ اپنا نمائندہ بھیج دیا ہے اور فدک پر قبضہ کرلیا ہے، تو آپ نے انہیں یہ خط لکھا:

شقوا متلاطمات امواج الفتن بحيازيم سفن النجاة، وحطوا تيجان اهل الفخر بجميع اهل الغدر، واستضاؤا بنور الانوار، واقتسموا مواريث الطاهرات الابرار، واحتقبوا ثقل الاوزار، بغصبهم نحلة النبي المختار، فكاني بكم تترددون في العمى كما يترددالبعير في الطاحونة. اما والله لواذن لي بماليس لكم به علم لحصدت رؤوسكم عن اجساد كم كحب الحصيد، بقواضب من حديد ولقعلعت من جماجم شجعانكم ما آقرح به آماقكم واوحش به محالكم فاني مذعرفت. مردى العساكر ومضنى الجحافل ومبيد خصرانكم و مخمد ضوضائكم وجرار الدوارين اذا انتم في بيوتكم معتكفون واني لصاحبكم بالامس. لعمر ابي وامي لن تحبواان

يكون فينا الخلافة والنبوة وانتم تذكرون احقاد بدر وثارات احد.

اما واللّٰه لوقلت ما سبق من اللّٰه فيكم، لقد اخلت اضلاعكم في اجوافكم، لتد اخل اسنان دوارة الرحى، فان نطقت يقولون حسدا وان سكت فيقال ابن ابي طالب جزع من الموت. هيهات هيهات!! الساعة يقال لي هذا؟!! وانا المميت المائت وخواص المنايافي جوف ليل حالک، حامل السيفين الثقيلين والرمحين الطويلين ومنكس الرايات في غطامط الغمرات ومفرج الكربات عن وجه خير البريات.

اليسنوافواللّٰه لا بن ابي طالب انس بالموت من الطفل محالب امه. هبلتكم الهوابل لوبحت بما انزل اللّٰه سبحانه في كتابه فيكم لا ضطربتم اضطراب الارشية في الطوى البعيدة ولخرجتم من بيوتكم هاربين وعلى وجوهكم هائمين ولكنى اهون وجدى حتىٰ القىٰ ربي بيد جذاء صفراء من لذاتكم خلوامن طحناتكم فما مثل ديناكم عندى الا كمثل غيم علا فاستعلىٰ ثم استغلظ فاستوىٰ ثم تمزق فانجلىٰ.

رويدا فعن قليل ينجلي لكم القسطل وتجنون ثمر فعلكم مرا وتحصدون غرس ايديكم ذعاقا ممقرا وسماقاتلا وكفى باللّٰه حكيما وبرسول اللّٰه خصيما وبالقيامة موقفا فلا ابعد اللّٰه فيها سواكم ولا انعس فيها غيركم والسلام علىٰ من اتبع الهدىٰ.

فتنہ فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر خود کو نکال لے جاؤ۔ تمام اہل غدر سمیت فخر ومباہات کے تاج اتار ڈالو، مبدا فیض سے اکتساب نور کرو، اور صرف اسی طرف متوجہ ہوجاؤ، پاک نفوس کی میراث کو ان کی طرف لوٹادو، جہل وغفلت و حیرت کے احاطہ سے باہر نکلو اور نبی مختارؐ کی عطا کردہ جائیداد اس کے اصل وارثوں تک پہنچاؤ۔

اور گویا میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کسی بند آنکھ اونٹ کی طرح سے

چکی کے گرد گھوم رہے ہو۔

خدا کی قسم! اگر مجھے اجازت مل جاتی جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو میں تمہارے سروں کی کھیتی کو اس طرح سے کاٹ دیتا جس طرح سے تیز درانتی سے فصل کاٹی جاتی ہے اور میں تمہارے تمام بہادروں کی کھوپڑیوں کو اڑا کر تمہارے آنکھوں کو زخمی اور تمہارے گھروں کو ویرانے میں تبدیل کر دیتا۔

تم مجھے بخوبی جانتے ہو کہ میں وہی شخص ہوں جس نے انبوہ کثیر رکھنے والی جمیعتوں کو پراگندہ کیا اور جس نے لشکروں و نابود کیا۔ میں تمہارے تمام تر انتظام کو برہم کر دیتا اور تمہارے شور وغوغا کو بجھا کر دم لیتا۔ میں ہمیشہ جنگ کے میدانوں میں مشغول نبرد رہنے والا رہا ہوں جب کہ تم اپنے گھروں میں چھپے رہتے تھے۔ میں وہی ہوں جو کل تک پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں رہا اور تم میرے اعمال وکردار سے واقف ہو اور میرے مقام ومنصب کی تصدیق کرتے رہے۔

مجھے اپنے ماں باپ کی زندگی کی قسم! تم لوگ ہمارے گھر میں نبوت و خلافت کے اجتماع کو قطعاً پسند نہیں کرتے اور تم نے ابھی تک بدر واحد کے کینوں کو فراموش نہیں کیا ہے۔

خدا کی قسم! جو کچھ اللہ کی طرف سے تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اگر میں وہ بیان کردوں تو شدت اضطراب کی وجہ سے تمہاری پسلیاں چکی کے دانتوں کی طرح سے تمہارے جسموں میں داخل ہو جائیں گی۔

حالت یہ ہے کہ اگر میں کچھ بولتا ہوں تو کہتے ہیں کہ علی حسد کر رہا ہے اور اگر خاموش ہوتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا ہے۔ افسوس میرے لئے آج یہ بات کہی جائے جب کہ میں تو مارنے والا رہا ہوں اور شب تاریک میں موت کے سمندر میں کودنے والا رہا ہوں۔ میں دو وزنی تلواریں اور دو طویل نیزے اٹھانے والا ہوں اور بلاخیز موجوں میں پرچم باطل سرنگوں کرنے والا ہوں اور افضل الخلائق (محمد مصطفیٰ) کے چہرے سے تکالیف ہٹانے والا ہوں۔

ابوطالب کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے متعلق نازل کیا ہے اگر میں اسے ظاہر کردوں تو تم اس طرح پیچ وتاب کھانے لگوگے جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں اور اس کی وجہ سے افتادہ و سرگرداں ہوکر بیابانوں میں نکل جاؤ گے لیکن اس کے باوجود میں خدا کے حضور پیش ہونے تک اپنے غم کو ہلکا رکھوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اپنے خدا کے سامنے جاؤں تو لذات دنیا سے تہی ہاتھوں اور تاریکیوں سے خالی اور پاک دل لے کر اسکے حضور حاضر ہوجاؤں۔

تم یہ جان لو کہ تمہاری دنیا کی حقیقت اس ابر کی سی ہے جو ہوا میں بلند ہو۔ اور لوگوں کے سروں پر گاڑھا اور ضخیم ہوجائے پھر وہی بادل پراگندہ اور نابود ہوجائے۔ عنقریب تمہاری آنکھوں سے یہ غبار ہٹ جائے گا اور تم اپنے برے اعمال کے نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ تم نے جو تلخ بیج کاشت کیا ہے اسے مہلک زہر کی صورت میں کاٹو گے اور جان لو کہ اللہ بہترین حاکم ہے اور رسول خداؐ قیامت کے دن تم سے جھگڑنے والے ہوں گے اور قیامت کا دن ہمارے وعدہ کا دن ہے۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے اور تمہیں ہلاکت وعذاب میں دوچار کرے۔ راہ ہدایت کے راہیوں پر سلام ہو۔

حضرت ابوبکر کی پریشانی

جب امیرالمومنینؑ کا یہ تہدیدی خط حضرت ابوبکر کو ملا وہ بہت پریشان اور وحشت زدہ ہوگئے اور کہا: علیؑ کی اس جرأت وجسارت پر مجھے تعجب ہے۔

پھر انہوں نے مسجد میں بیٹھے ہوئے مہاجرین وانصار سے کہا: گروہ مہاجرین وانصار! کیا میں نے یہ مسئلہ فدک کے متعلق تم سے مشورہ نہیں کیا تھا؟ اور کیا تم لوگوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ انبیاء کوئی میراث نہیں چھوڑتے؟ اور کیا تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ فدک کی تمام تر آمدنی سرحدوں کی حفاظت اور مسلمانوں کے عمومی فوائد پر خرچ ہونی چاہئے؟ جس نے تمہاری

رائے قبول کی تھی لیکن علی ابن ابی طالب اس رائے کا مخالف ہے اور اب وہ رعدوبرق کی طرح سے چمک رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر میری خلافت کا مخالف ہے۔ جب کہ میں نے تو اقتدار چھوڑنے کی بھی پیش کش کی تھی لیکن تم نے اس بات کو قبول نہیں کیا تھا۔ اور میں اس سے جنگ وجدال سے پرہیز کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت عمر کی طرف سے اظہار ملامت

حضرت ابوبکر کی یہ نرم گفتگو سن کر حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور کہا:

اس کے علاوہ تم کوئی اور بات کر ہی نہیں سکتے؟ تم اس کے فرزند ہو جس نے کبھی بھی جنگوں میں پیش قدمی نہیں کی تھی اور سختی اور قحط کے دور میں کبھی سخاوت اور عطا نہیں کرتے تھے سبحان اللہ! تم کتنے بزدل اور کمزور ہو اور تمہارے پاس کتنا ہی چھوٹا دل ہے۔

میں نے صاف شفاف پانی تمہارے قبضہ میں دیا ہے لیکن تم اس سے استفادہ پر آمادہ ہی نہیں ہو اور تم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تم اس پانی سے اپنی پیاس بجھا کر سیراب ہوسکو۔ میں نے سرکش افراد کی گردنوں کو تمہارے سامنے خم کیا اور روشن فکر اور تجربہ کار لوگوں کو تمہارے اردگرد جمع کیا۔

یاد رکھو! اگر میری محنت اور میرے اقدامات نہ ہوتے تو تمہیں کبھی بھی یہ کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی اور علی بن ابی طالب تمہاری ہڈیوں کا چورا بنا چکا ہوتا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے میرے ذریعہ سے تمہیں اتنے بڑے منصب پر فائز کیا۔ اور اس منبرِ رسول خداؐ اور ان کی جگہ پر بیٹھنے والے کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ علیؑ بن ابی طالب ایک سخت پتھر ہے اسے جب تک توڑا نہ جائے اس سے پانی برآمد نہیں کیا جاسکتا اور وہ ایسا خطرناک سانپ (نعوذ باللہ) ہے جو منتر کے بغیر قبضہ میں نہیں آسکتا وہ ایسا تلخ درخت ہے اسے باہر سے جتنا بھی شہد لگادیا جائے پھر بھی وہ میٹھا پھل نہیں دیتا۔ اس نے قریش کے دلاوروں کو قتل کیا ہے اور اس نے قریش کے سرکشوں کی

سرکوبی کی ہے۔ مگر تمہیں اسکے باوجود اس سے ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اسکی دھمکیوں سے مرعوب ہونے اور اسکی گرج چمک سے خوف زدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اس سے قبل کہ وہ تمہارے لئے کسی پریشانی کا باعث بنے میں اس کا کام کردوں گا اور اس کے راستے کی دیوار بن جاؤں گا۔

کامیابی کے تین عناصر

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: اپنی یہ لاف وگزاف اپنے ہی پاس رکھو۔ خدا کی قسم! اگر علیؑ ہمیں قتل کرنے کا ارادہ کرلے تو اسے دائیں ہاتھ کو بھی حرکت دینے کی ضرورت نہیں وہ اپنے بائیں ہاتھ سے ہمارا کام تمام کرسکتا ہے۔ البتہ ہماری کامیابی کی تین وجوبات ہیں۔

۱۔ علیؑ تنہا ہے اس وقت اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۲۔ وہ وصیت رسولِ خدا کی وجہ سے پابند ہے اور وہ وصیت پیغمبر کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا۔

۳۔ عرب کے تمام قبائل اپنے بزرگوں اور بھائیوں کے قتل کی وجہ سے علیؑ سے نالاں ہیں اور وہ اپنے دلوں میں علیؑ کے خلاف کینہ رکھتے ہیں۔ وہ فطری طور پر علیؑ سے دوستانہ تعلقات استوار نہیں کرسکتے۔ اگر یہ اسباب درمیان میں نہ ہوتے تو علیؑ امر خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا اور ہماری مخالفت سے اس کا کچھ بھی نہ بگڑتا۔

فرزند خطاب! خوب اچھی طرح سے یہ بات ذہن نشین کرلو کہ علیؑ نے جیسا کہ اپنے خط میں لکھا ہے وہ بالکل حقیقت ہے کیونکہ علیؑ اس دنیا سے اپنے دل کو وابستہ نہیں رکھتا۔ اور اس کے برعکس ہم موت سے ہراساں ہیں اور وہ زندگی سے گریزاں ہے۔ بھلا ایسے شخص کو موت کا خوف کیونکر لاحق ہوسکتا ہے۔

خطبۂ زہراؑ پہ ایک نظر

حضرت سیدہؑ کا خطبہ

احتجاج طبرسی میں مذکور ہے.

عبداللہ بن حسن نے اپنے اسناد سے اپنے آباء سے روایت کی کہ جب اہل حکومت نے فدک غصب کرلیا اور بی بی کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے سر پر چادر سے پٹی باندھی، بڑی چادر اپنے جسم اطہر پہ ڈالی اور بنی ہاشم کی خواتین اور کنیزوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائیں۔ آپ کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی اور آپکے چلنے کا انداز رسول خداؐ سے ہوبہو مشابہ تھا۔ آپ چلتی ہوئی مسجد میں تشریف لائیں جہاں حضرت ابوبکر بہت سے مہاجرین و انصار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدہؑ کیلئے ایک پردہ لٹکا دیا گیا تھا اور آپ اس پردہ کے پیچھے تشریف لائیں۔

حاضرین کا گریہ

حضرت زہراؑ نے ایک دردناک آہ کی جس کی وجہ سے لوگوں کے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں اور بی بی کی ایک سرد آہ نے پوری مسجد کو مجلس سوگواری کی شکل میں تبدیل کردیا۔ پھر آپ کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگئیں۔ جب لوگوں کے رونے کی آوازیں ختم ہوگئیں تو آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: [1]

---

[1] احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۱۳۱ تا ۱۴۹۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد چہارم ص ۹۳۔ بلاغات النساء ص ۱۲۔

حمد وثنائے پروردگار اور توحید رسالت کی گواہی

الحمدللّه علی ماانعم وله الشکر علی ماالهم والثناء بما قدّم من عموم نعم ابتداها وسبوغ آلاء اسداها وتمام منن اولاها جم عن الاحصاء عددها ونأی عن الجزاء امدها وتفاوت عن الادراک ابدها وندبهم لاستزادتها بالشکر لاتصالها واستحمد الی الخلائق باجزالها وثنی بالندب الی امثالها۔

واشهد ان لااله الا اللّه وحده لاشریک له کلمة جعل الاخلاص تاویلها وضمن القلوب موصولها وانارفی التفکر معقولها۔ الممتنع من الا بصار رؤیته ومن الالسن صفته ومن الاوهام کیفیته ابتدع الاشیاء لامن شئ کان قبلها وانشأها بلااحتذاء امثلة امتثلها۔ کوّنها بقدرته وذرأها بمشیته من غیر حاجة منه الی تکوینها ولا فائدة له فی تصویرها الا تثبیتا لحکمته وتنبیها علی طاعته واظهارا لقدرته تعبدا لبریته واعزازا لدعوته ثم جعل الثواب علی طاعته ووضع العقاب علی معصیته زیادة لعباده من نقمته وحیاشة لهم الی جنته

واشهد ان ابی محمدا عبده ورسوله اختاره قبل ان ارسله وسماه قبل ان اجتباه واصطفاه قبل ان ابتعثه

اذا الخلائق بالغیب مکنونة وبسترالاهاویل مصونة وبنهایة العدم مقرونة علما من اللّه بمائل الامور احاطة بحوادث الدهور ومعرفة بمواقع الامور ابتعثه اللّه اتماما لامره وعزیمة علی امضاء حکمه وانفاذلمقادیر حتمه فرای الامم فرقافی ادیانها۔ عکفا علی نیرانها۔ عابدة لاوثانها۔ منکرة للّه مع عرفانها فانارالله بابی محمد ظلمها وکشف عن القلوب بهمها وجلی عن الابصار غممها وقام فی الناس بالهدایة فانقذهم من الغوایة وبصرهم من العمایة وهداهم الی الدین القویم ودعاهم

الی الطریق المستقیم ثم قبضه اللّٰه الیه قبض رأفة واختیار ورغبة وایثار فمحمد (ص) من تعب هذه الدار فی راحة، قد حف بالملائکة الابرار ورضوان الرب الغفار ومجاورة الملک الجبار صلی اللّٰه علی ابی نبیه وامینه وخیرته من الخلق وصفیه والسلام علیه ورحمة اللّٰه وبرکاته

''ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے مخصوص ہے کہ اس نے نعمتیں عطا فرمائیں اور ان تمام اشیاء پر اس کا شکر ہے جو اس نے الہام فرمائیں۔ وہ اپنی ان عمومی نعمتوں کی وجہ سے لائق ثناء ہے جن کی اس نے ابتداء کی، ان وسیع نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے عطا فرمائیں اور ان نعمتوں کے کامل کرنے پر جو اس نے پے در پے عطا کیں۔ ان نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے اور ان کی مدت اوقات شکر سے کہیں زیادہ ہے۔ جن کی ہمیشگی کا ادراک انسانی بس سے باہر ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو شکر کرنے نعمتیں زیادہ کرانے کی طرف رغبت دلائی تاکہ نعمتیں مسلسل نازل ہوں۔ پھر نعمتوں کو قابل قدر بنا کر مخلوق سے حمد کا مطالبہ کیا۔ پھر انہیں دنیوی نعمتوں کی طرح آخرت کی نعمات کا شکر ادا کرنے کی طرف مائل فرمایا۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کی اصل حقیقت اللہ نے اخلاص کو قرار دیا اور اس کے معنی کو دلوں پر لپیٹ دیا اور اس کلمہ کے حاصل معنی کو مقلی دلائل کے ذریعہ قوت فکریہ کے لئے واضح اور روشن کردیا۔ ظاہری آنکھوں سے اس کا دیکھنا محال ہے، زبانیں اس کے وصف سے قاصر ہیں اور اوہام اس کی کیفیت سے عاجز ہیں۔ اس نے پہلے سے موجود کسی چیز سے اشیاء کو پیدا نہیں کیا اور کوئی مثال پیش نظر رکھے بغیر عالم وجود میں لایا۔

ان چیزوں کو اپنی قدرت سے خلق فرمایا حالانکہ اسے ان چیزوں کے پیدا کرنے کی حاجت نہ تھی اور چیزوں کی تصویر کشی میں اسے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

اشیاء کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ عقل والوں کو اس کی حکمت کا ثبوت ملے اور اس کی

اطاعت کی طرف متوجہ ہوں اس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے یہ سب کچھ کیا تاکہ اس کی مخلوق اس کی بندگی کا اقرار کرے اور اس کی دعوت کو غلبہ حاصل ہو۔ پھر اس نے اپنی اطاعت پر ثواب مقرر کیا اور اپنی نافرمانی پر سزا قرار دی تاکہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے بچائے اور انہیں گھیر کر جنت کی طرف لے جائے۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد بزرگوار محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں جنہیں اس نے رسولؐ بنا کر بھیجنے سے پہلے مختار اور ممتاز بنایا اور انہیں مبعوث کرنے سے پہلے ہی انبیاء کو ان کے نام سے واقف کردیا اور انہیں درجۂ رسالت پر فائز کرنے سے پہلے ہی اصطفاء کی منزل پر فائز کردیا تھا۔ اس وقت ساری مخلوق غیب کے حجابوں میں پوشیدہ تھی اور عدم کے ہولناک پردوں میں محفوظ تھی اور انتہائے عدم سے متصل تھی۔ یہ سب اس لئے تھا کہ خداوند عالم کو انجام امور کی خبر تھی اور اس کا علم حوادث زمانہ کا احاطہ کئے ہوئے تھا اور مقدراروں کے مواقع کو وہ پہچانتا تھا۔

اللہ تعالٰی نے آنحضرتؐ کو اپنے امر ہدایت کو تمام کرنے اور اپنے حکم کو جاری کرنے کی مضبوطی اور حتمی اور طے شدہ مقدرات کو نافذ کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو آپ نے امتوں کو مذاہب کی ٹکڑیوں میں بٹا ہوا دیکھا۔ ان میں سے کچھ امتیں آتش پرستی پر مائل تھیں، کچھ امتیں بت پرستی میں مبتلا تھیں، اور کچھ لوگ خدا کی ہستی کو پہچان کر اس کا انکار کررہے تھے۔ پس خداوند عالم نے میرے والد محمد مصطفیؐ کے سبب ان کی تاریکیوں کو روشن کردیا۔ دلوں سے جہالتوں کو کھول دیا اور آنکھوں سے پردے اٹھادیئے۔

آپؐ لوگوں میں ہدایت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہیں گمراہی سے نکالا۔ وہ اندھے تھے، آپ نے انہیں آنکھیں عطا کیں، انہیں دین قیم کی طرف رہبری کی اور انہیں صراط مستقیم کی طرف دعوت دی۔

پھر اللہ نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کے اختیار اور رغبت اور ایثار کے ساتھ اپنی

طرف بلالیا۔ چنانچہ محمد مصطفیٰؐ اس دنیا کی زحمتوں سے چھوٹ کر آرام اور راحت میں پہنچ گئے۔ انہیں ملائکہ ابرار گھیرے رہتے ہیں اور رب غفار کی رضا انہیں اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اور وہ جبار بادشاہ کی همسائگی سے بہرہ اندوز ہیں۔ خداوندعالم درود نازل کرے میرے پدر بزرگوار پر جو اس کے پیغمبر اور اس کی وحی پر اس کے امین تھے اور اس کی مخلوقات میں اس کے برگزیدہ، منتخب اور پسندیدہ تھے۔ ان پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔''

حفاظت قرآن کی طرف توجہ دلانا

پھر آپ اہل مجلس کی طرف ملتفت ہوئیں اور فرمایا:

انتم عبادالله نصب امره ونهيه وحملة دينه ووحيه، وامناء الله على انفسكم وبلغاؤه الى الامم، زعيم حق له فيكم وعهد قدّمه اليكم وبقية استخلفها عليكم كتاب الله الناطق والقرآن الصادق والنور الساطع والضياء اللامع، بينة بصائره منكشفة سرائره منجلية ظواهره، مغتبطة به اشياعه، قائدالى الرضوان اتباعه، مؤد الى النجاة استماعه به تنال حجج الله المنورة وعزائمه المفسرة ومحارمه المحذرة وبيناته الجالية وبراهينه الكافية وفضائله المندوبة ورخصه الموهوبة وشرائعه المكتوبة.

''اے بندگان خدا! تم تو خدا کے امر ونہی کے بجالانے کے لئے منصوب ومقرر ہو، اس کے دین اور وحی کے حامل ہو، اپنے نفوس کے اوپر اس کے امین ہو، دوسری امتوں کی طرف خدا کی طرف سے مبلغ ہو اور تم اس عہد حق کے دوسری امتوں میں ضامن اور کفیل ہو جو خدا نے تم سے کیا ہے۔ اور تم اس بقیہ کے ضامن ہو جن کو تم پر رسولؐ کے بعد ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور وہ حق اور بقیۂ خدا کی ناطق کتاب اور سچا قرآن ہے۔ قرآن نور ساطع اور چمکتی ہوئی روشنی ہے۔ اس کی بصیرت کے امور واضح اور اس کے اسرار ورموز منکشف اور آشکار ہیں۔ اس

کے ظاہر ہویدا اور جلی ہیں، اس کا اتباع کرنے والے قابل رشک ہیں، اس کی پیروی رضوان خدا تک پہنچانے والی ہے اور اس کو توجہ سے سننا نجات تک کھینچ کے لے جاتا ہے۔اس قرآن کے ذریعہ خدا کی منور حجتیں پائی جاتی ہیں، بیان کئے ہوئے واجبات معلوم ہوتے ہیں،ان محرمات کی اطلاع ہوتی ہے جن سے خوف دلایا گیا ہے۔اس سے واضح دلائل اور براہین کافیہ اور ایسے مستحب فضائل معلوم ہوتے ہیں جن کی طرف رغبت دلائی گئی ہے،اور ان مباح باتوں کا پتہ چلتا ہے جنہیں خدانے بندوں کیلئے حلال کیا ہے اور اس سے خدا کی مقرر کردہ باتوں کا پتہ چلتا ہے۔''

احکام اسلامی کا فلسفہ سیدہؑ کی زبانی

فجعل الله الايمان تطهيرا لكم من الشرک والصلاة تنزيها لكم عن الكبر والزكـاة تزكية للنفس وغاء في الرزق والصيام تثبيتا للا اخلاص والحج تشييداً للدين والعدل تنسيقا للقلوب وطاعتنا نظاما للملة وامامتنا امانا من الفرقة والجهاد عزاللاسلام والصبر معونة علىٰ استيجاب الاجروالامر بالمعروف مصلحة للعامة وبرالوالدين وقاية عن السخط وصلة الارحام منسأة في العمر ومنماة للعدد والقصاص حقنا للدمآء والوفآء بالنذر تعريضا للمغفرة وتوفية المكائيل والموازين تغييرللبخس والنهي عن شرب الخمر تنزيها عن الرجس واجتناب القذف حجابا عن اللعنة وترک السرقة ايجابا للعفة وحرم اللّٰه الشرک اخلاصا له بالربوبية. فاتقوا اللّٰه حق تقاته ولا تموتن الاوانتم مسلمون (سوره آل عمران آيت ١٠٢). واطيعوااللّٰه فيما امركم به ونهاكم عنه فانه انما يخشى اللّٰه من عباده العلمآء.(سوره فاطر. آيت ٢٨)

پس اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ بنایا۔ اور خدا نے نماز فرض کی تاکہ تکبر سے بچ سکو، زکوٰۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق کی زیادتی کا ذریعہ بنایا اور

روزوں کو اخلاص کی مضبوطی کا ذریعہ بنایا۔

اور حج کو دین کی مضبوطی کا وسیلہ بنایااور عدل وانصاف کو واجب کرکے دلوں کو ایک دوسرے سے جوڑا اور ہماری اطاعت کو ملت اسلام کا نظام بنایا اور ہماری امامت کو تفرقہ سے بچنے کے لئے امان قرار دیا اور جہاد کو اسلام کی عزت بنایا اور مصیبت میں صبر کو تحصیل اجر میں مددگار بنایا اور امر بالمعروف میں عوام الناس کی مصلحت کو قرار دیا۔ والدین کے ساتھ نیکی کو اس لئے واجب کیا کہ غضب خدا سے محفوظ رہا جائے اور صلہ رحم اس لئے مقرر کیا تاکہ عمر میں اضافہ ہو اور تعداد بڑھے اور قصاص اس لئے واجب کیا کہ خون ریزی رک جائے اور نذروفا کی راہ اس لئے نکالی کہ بندوں کی مغفرت مقصود تھی اور پیمانہ اور وزن پورا کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ نقصان سے بچاؤ ممکن ہو اور شراب سے اس لئے ممانعت فرمائی کہ بندے بُرے اخلاق سے پاک رہیں۔

اور زنا کا بے جا الزام لگانا اس لئے حرام کیا کہ لعنت کے سامنے ایک حجاب اور رکاوٹ پیدا ہو۔ اور چوری کو اس لئے ممنوع قرار دیا کہ دوسروں کے مال میں بے اجازت تصرف کرنے سے لوگ باز رہیں اورخدا نے شرک کو اس لئے حرام کیا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار خالص رہے۔

لہذا خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور جب مروتو مسلمان ہی مرو۔

اور اوامر میں خدا کی اطاعت کرو اور جن امور سے منع کیا ہے۔ان سے باز رہو۔ بے شک خدا کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

اپنا تعارف اور خدمات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر آپ نے فرمایا

ایھا الناس اعلموا انی فاطمة وابی محمد(ص) اقول عوداً وبدوًا ولا اقول مااقول غلطا ولا افعل ما افعل شططاً لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیزعلیه ما

عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم (سورہ توبہ آیت۱۲۸) فان تعزوہ وتعرفوہ تجدوہ ابی دون نساء کم واخا ابن عمی دون رجالکم ولنعم المعزی الیہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم فبلغ الرسالۃ صادعاً بالنذارۃ مائلاً عن مدرجۃ المشرکین. ضاربا ثبجھم، اخذا باکظامھم داعیا الی سبیل ربہ باحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ. یکسر اصنام ینکث الھام حتی انھزم الجمع ولّوا الدبر. حتی تفری اللیل عن صبحہ واسفر الحق عن محضہ ونطق زعیم الدین وفرست شقاشق الشیاطین وطاح وشیظ النفاق وانحلت عقد الکفروا الشقاق وفھتم بکلمۃ الاخلاص فی نفرمن البیض الخماص وکنتم علی شفا حفرۃ من النار مذقۃ الشارب ونھزۃ الطامع وتبستہ العجلان وموطئ الاقدام تشربون الطرق وتقتاتون القد اذلۃ خاسئین.

تخافون ان یتخفکم الناس من حولکم فانقذ کم اللّٰہ تبارک وتعالیٰ بمحمد (ص) بعد اللتیا والتی وبعد ان منی ببھم الرجال وذؤبان العرب ومردۃ اھل الکتاب کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللّٰہ.

''لوگو! جان لو کہ میں فاطمہؑ ہوں اور میرے والد محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ جو بات میں تم سے ابتداء میں کہہ رہی ہوں، وہی آخر تک کہتی رہوں گی اور میں غلط بات نہیں کہتی اور اپنے فعل میں حد سے تجاوز نہیں کرتی۔ یقیناً تمہارے پاس خدا کا وہ رسولؐ آیا ہے جو تم میں سے ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے لئے حریص ہے جو مومنین پر شفیق اور مہربان ہے۔ پس اگر تم ان کی طرف کسی کو نسبت دو اور ان کا تعارف کرواؤ، تو تم ان کو میرا باپ پاؤ گے نہ کہ اپنی عورتوں کا اور انہیں میرے ابن عم (علیؑ) کا بھائی پاؤ گے نہ کہ اپنے مردوں میں سے کسی کا۔ آنحضرتؐ بہترین شخص ہیں جن کی طرف نسبت کی جائے۔

پس آنحضرتؐ نے خدا کا پیغام بہت اچھی اور پوری طرح پہنچادیا اس طرح کہ خدا کے ڈرانے میں پوری وضاحت سے کام لیا اور آپؐ مشرکین کے مسلک کی ممتاز چیزوں پر ضرب

کاری لگاتے رہے اور آپ نے ان کا ناطقہ بند کئے رکھا اور اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیتے رہے۔ آپ بتوں کو توڑتے رہے تھے اور اہل شرک کے سرداروں کو سرنگوں کئے رہے، یہاں تک کہ گروہ مشرکین کو شکست ہوئی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جہالت کی رات ختم ہوئی صبح نے جلوہ دکھایا اور حق اپنی خالص شکل میں نمودار ہوا۔ دین کا ڈنکا بولنے لگا اور شیطانوں کے ناطقے بند ہوگئے۔ نفاق پرور کمینے ہلاک ہوئے، کفر اور نافرمانی کی گرہیں کھل گئیں اورتم نے چند روشن نسب اور گرسنہ (روزہ دار لوگ) یعنی اہل بیت رسولؐ کے درمیان زبان پر کلمہ اخلاص جاری کیا۔ تم دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے اور ایسے بے مقدار تھے جیسے پینے والے کا ایک گھونٹ اور طمع کرنے والے کا ایک چلو اور عجلت کرنے والے کی ایک چنگاری۔ اور ایسے ذلیل تھے جیسے پیروں تلے خاک۔ تم گندہ پانی پیتے تھے اور بے دباغت کی ہوئی کھال چباتے تھے۔ ذلیل تھے اور دھتکارے ہوئے تھے اور تم ڈررہے تھے کہ تمہارے گردوپیش کے لوگ تمہیں اچک نہ لیں۔ ایسے وقت پر خداوند عالم نے محمد مصطفیؐ کے ذریعہ سے تمہیں ان فکروں سے نجات دی اور چھوٹی بڑی بلاؤں کے بعد ایسا ممکن ہوا۔ مگر عرب کے لوگوں نے ان واقعات پر خاموشی اختیار نہیں کی تھی، آنحضرتؐ کو بہادر کافروں کے ذریعہ سے آزمایا گیا اور عرب کے ڈاکوؤں اور اہل کتاب کے سرکش افراد سے ان کو پالا پڑا البتہ جب کبھی انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی تو خدا نے اسے بجھادیا۔"

دفاع اسلام کے لئے علیؑ کا کردار

او نجم قرن للشیطان او فغرت فاغرة من المشرکین قذف اخاه فی لهواتها.

فلا ینکفئی حتی یطا صما فها باخمصه و یخمد لهبها بسیفه.

مکدوذا فی ذات اللّٰه مجتهداً فی امر اللّٰه قریباً من رسول اللّٰه سیداً فی اولیاء اللّٰه، مشمراً ناصحاً مجدًا کادحاً وانتم فی رفاهیة من العیش و ادعون ماکهون امنون

تتربصون بنا الدوائر و تتوكفون الاخبار و تنكصون عند النزال و تفرون من القتال.

"یا جب کبھی شیطان نے سر اٹھایا اورمشرکین کی شرارت کے اژدہے نے منہ کھولا تو آنحضرؐت نے اپنے بھائی علیؑ کو ہی اس بلا کے منہ میں بھیجا۔پس اس بہادر علیؑ کی شان یہ تھی کہ وہ اس وقت تک نہ پلٹتے تھے جب تک اپنے پیروں تلے ان بلاؤں کے سر کچل نہ دیتے اور فتنہ کی آگ کو اپنی تلوار سے نہ بجھا دیتے۔

وہ خدا کے بارے میں مشقت برداشت کرنے والا ہے۔ امر خدا میں کوشش کرنے والا ہے اور ہر بات میں رسول خداؐ سے قریب ہے اور وہ اولیائے خدا کا سردار ہے۔

اس عرصے میں میرے شوہر ہدایت پر کمر بستہ، بندگان خدا کے خیرخواہ، کوشش اور سعی بلیغ کرنے والے تھے۔ اس دوران تمہاری حالت یہ تھی کہ تم زندگی کی خوش گوار حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ اطمینان اور خوش طبعی کی حالت میں بے خوف زندگی بسر کر رہے تھے اور ہم پر مصائب نازل ہونے کی آرزو کرتے تھے اور ہمارے لئے فتنوں اور مصیبتوں کی امید کرتے تھے۔تم لوگ جنگ کے مواقع پر پسپا ہو جاتے تھے اور میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے۔

لوگوں کی بے وفائی پر تنقید

فلما اختار اللّٰہ لنبیہ دار انبیائہ وماویٰ اصفیائہ ظھر فیکم حسکۃ النقاق و سمل جلباب الدین و نطق کاظم الغاوین و نبغ خامل الاقلین و ھدر فنیق المبطلین فخطر فی عرصاتکم.و اطلع الشیطان راسہ من مغرزہ ھاتفا بکم فالفاکم لدعوتہ مستجیبین و للغرۃ فیہ ملاحظین. ثم استنھضکم فوجدکم خفافا و احمشکم فالفاکم غضاباً فوسمتم غیر ابلکم و اوردتم غیر شربکم ھذا والعھد قریب والکلم رحیب والجرح لما یندمل والرسول لما یقبر. ابتداراً زعمتم خوف الفتنۃ "الا فی الفتنۃ سقطوا و ان جھنم لمحیطۃ بالکافرین" (سورہ توبہ آیت ۴۹). فھیھات منکم

و کیف بکم وانی تؤفکون؟ وکتاب اللّٰہ بین اظہرکم امورہ طاهرة و احکامه زاهرة و اعلامه باهرة و زواجرہ لائحة و اوامرہ و اضحة و قد خلفتموہ ورآء ظهورکم ارغبة عنه تریدون ام بغیرہ تحکمون؟ بئس للظالمین بدلاً. ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین.(سورہ آل عمران آیت ۸۵)

ثم لم تلبثوا الا ریث ان تسکن نفرتها و یسلس قیادها ثم اخذتم تورون وقدتها و تهیجون جمرتها و تستجیبون لهتاف الشیطان الغوی و اطفآء نور الدین الجلی و اخماد سنن النبی الصفی. تسرون حسوا فی ارتغآء و تمشون لاهله و ولده فی الخمر و الضرآء و نصبر منکم علی مثل حر المدی و وخزالسنان فی الحشی

پس جب خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے اپنے انبیاء اور اپنے اصفیاء کے مسکن کو پسند کیا تو تم لوگوں میں نفاق ظاہر ہوا، دین کی چادر بوسیدہ ہوگئی، گمراہوں کی زبان کھل گئی، ظالم اور گمنام لوگ ابھر کر سامنے آ گئے، باطل پرستی کا اونٹ بولنے لگا اور اس نے تمہارے گھروں میں دم ہلانی شروع کردی۔

پس شیطان نے اپنے گوشے سے سر نکالا۔ اس نے تمہیں بلانے کے لئے آواز دی تو تمہیں اپنی آواز پر لبیک کہتا ہوا پایا اور اپنے فریب کی طرف تمہیں نگران دیکھ لیا۔

پھر اس نے تمہیں اپنی فرمانبرداری کے لئے اٹھنے کا حکم دیا تو تمہیں فوراً تیار ہونے والا پایا۔ اس نے تمہیں بھڑکایا تو اپنی مدد میں تمہیں غضب ناک اور تند پایا۔ پس تم نے اپنے اونٹ کے بدلے دوسرے کے اونٹ کو داغا اور اپنا گھاٹ چھوڑ کر دوسرے کے گھاٹ پر پانی پلایا۔ حالانکہ تم سے رسول خداؐ کے عہد و پیمان کا وقت قریب تھا اور ان کی جدائی کا زخم ابھی تازہ تھا اور زخم مندمل نہیں ہوا تھا اور رسول خداؐ ابھی دفن بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم نے شیطانی کاموں کی طرف سبقت کی، یہ گمان کر کے کہ فتنہ کا خوف پیدا ہوگیا تھا حالانکہ یہ گمان غلط تھا۔ آگاہ رہو! منافقین فتنہ میں جا گرے ہیں اور دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ مجھے تم سے سخت

تعجب ہے اور تمہیں کیا ہوگیا ہے اور تم حق سے منہ موڑ کر کہاں جارہے ہو؟ جبکہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ اس کے امور ظاہر ہیں اور اس کے احکام روشن ہیں اور اس کی نشانیاں واضح ہیں اور اس کی تنبیہات صاف اور واضح ہیں اور اس کے اوامر آشکار ہیں اور ایسی کتاب کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا اس سے نفرت کرتے ہو، پیٹھ پھیرتے ہو یا قرآن کے علاوہ احکام جاری کرنے پر تل گئے ہو؟ اور ظالموں کے لئے ان کے ظلم کا برا بدلہ ہے اور جو کوئی اسلام کے علاوہ اپنے لئے کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔

پھر تم نے اتنی تاخیر نہ کی کہ نفرت ذرا کم ہو جاتی اور اس پر قابو پانا آسان ہو جاتا۔ پھر تم نے اس آگ کے شعلوں کو بھڑکانا شروع کر دیا اور اس کی چنگاریاں تیز کرنے لگے اور تم شیطان گمراہ کی آواز پر لبیک کہنے اور خدا کے روشن دین کے بجھانے اور برگزیدہ پیغمبرؐ کی سنتوں کو مٹانے پر کمربستہ ہوگئے۔

تم جھاگ کے بہانے خاموشی سے دودھ پینے لگے اور رسول خداؐ کے اہلبیت اور اولاد کے خلاف گنجان درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر چال چلنے لگے اور ہم لوگ تمہارے افعال پر یوں صبر کرنے لگے جیسے کوئی چھری کی کاٹ پر اور نیزے کے سینے میں پیوست ہونے پر صبر کرتا ہے۔

مطالبۂ فدک

وانتم الان تزعمون ان لا ارث لنا "افحکم الجاهلية يبغون و من احسن من الله حكما لقوم يوقنون" (سوره مائده آيت ۵۰) افلا تعلمون بلى تجلى لكم كالشمس الضاحية انى ابنته.

ايها المسلمون! اغلب على ارثيه. يابن ابى قحافة! افى كتاب الله ان ترث اباك ولا ارث ابى "لقد جئت شيئا فريا" (سوره مريم آيت ۲۷) افعلى عمد تركتم

کتاب اللّٰه ونبذتموه ورآء ظهورکم اذ یقول "و ورث سلیمان داؤود" (سورہ نحل آیت ۱۶) وقال فیما اقتص من خبر زکریا اذ قال: "فهب لی من لدنک ولیا○ یرثنی ویرث من ال یعقوب" (سورہ مریم آیت ۶،۵) وقال: "و اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللّٰه." (سورہ انفال آیت ۷۵)

وقال: "یوصیکم اللّٰه فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. (سورہ نساء آیت ۱۱) " وقال: "ان ترک خیرا ن الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین." (سورہ بقرہ آیت ۱۸۰)

و زعمتم ان لا حظوة لی ولا ارث من ابی. افخصکم اللّٰه بایة اخرج ابی منها؟ ام تقولون. ان اهل ملتین لا یتوارثان؟ او لست انا و ابی من اهل ملة واحدة؟ ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومه من ابی و ابن عمی؟

فدونکها مخطومة فرحولة تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم اللّٰه والزعیم محمدٌ والموعد القیامة و عند الساعة یخسر المبطلون. ولا ینفعکم اذ تندمون.

"ولکل بناء مستقر" (سورہ انعام آیت ۶۷) "فسوف تعلمون من یاتیة عذاب یخزیه و یحل علیه عذاب مقیم". (سورہ ہود آیت ۳۹)

اب تم یہ گمان کرنے لگے ہو کہ ہمارے لئے میراث نہیں ہے۔ کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ پسند کرتے ہیں اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے خدا سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ کیا تمہیں علم نہیں؟

کیوں نہیں بے شک تم جانتے ہو اور تمہارے لئے یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں۔

اے مسلمانو! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میری میراث مجھ سے چھین لی جائے؟

اے فرزند ابوقحافہ! کیا اللہ کی کتاب میں یہ ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے اور

میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں؟ تو نے یہ کیا ہی بری بات پیش کی ہے۔

کیا تم نے جان بوجھ کر اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''سلیمانؑ داؤدؑ کا وارث بنا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے زکریاؑ کا قصہ بیان کرتے ہوئے ان کی دعا نقل کی۔ زکریا نے عرض کی تھی: ''خدایا! مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا ورثہ پائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب میں رشتہ دار ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اگر کوئی مرنے والا مال چھوڑ جائے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے نیکی کی یعنی میراث کی وصیت کرے، یہ متقین پر فرض ہے۔''

اور تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میراث میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور میں اپنے باپ کی کوئی وراثت حاصل نہیں کرسکتی تو کیا اللہ نے میراث کے متعلق تم کو کسی آیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس سے میرے والد کو مستثنیٰ کیا ہے؟

یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ملت والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ تو کیا میں اور میرے والد ایک ہی ملت پر نہیں ہیں؟ یا پھر تم لوگ قرآن کے عموم وخصوص کو میرے والد اور میرے ابن عم سے زیادہ جانتے ہو؟

اچھا آج تم فدک اس طرح قبضہ میں لے لو جس طرح مہار اور پالان بندھا ناقہ قبضے میں کیا جاتا ہے اس کے نتائج کا علم تمہیں قیامت میں ہوگا جب خدا فیصلہ کرنے والا ہوگا اور محمدؐ ہمارے ضامن و وکیل ہوں گے۔ میری اور تمہاری وعدہ گاہ قیامت ہے۔ قیامت میں باطل پرست گھاٹے میں رہیں گے۔ اس وقت کی ندامت تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔

ہر امر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب نازل ہو کر اسے رسوا کرے گا اور اس کے لئے دائمی عذاب مقرر ہوگا۔

انصار کے غیر جانبدارانہ رویے پر تنقید

پھر حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے مسجد میں موجود انصار کی طرف نگاہ دوڑائی اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

یا معشر الفتیة و اعضاد الملة و انصار الاسلام! ما هذه الغميزة فی حقی و السنة عن ظلامتی؟

اما کان رسول اللّٰہ ابی یقول: "المرء یحفظ فی ولده."

سرعان ما احدثتم و عجلان ذا اهالة و لكم طاقة بما احاول و قوة علی ما اطلب و ازاول اتقولون مات محمد فخطب جليل استوسع وهنه و استنهر فتقه وانفتق رتقه و اظلمت الارض لغيبته و كسفت النجوم لمصيبته و اكدت الامال و خشعت الجبال و اضيع الحريم و ازيلت الحرمة عند مماته فتلك واللّٰه النازلة الكبریٰ والمصيبة العظمٰی.

لامثلها نازلة ولا بائقة عاجلة اعلن بها كتاب اللّٰه جل ثناؤه فی افنيتكم فی ممساكم و مصبحكم هتافا و صراخا وتلاوة والحانا و لقبله ما حل بانبيائه و رسله حكم فصل و قضاء حتم.

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم ومن ينقلب علی عقبيه فلن يضر اللّٰه شيئا و سيجزی اللّٰه الشاكرين."
(سورہ آل عمران آیت ۱۴۴)

اے گروہ نقیبان اور اے ملت کے دست و بازو اور اے اسلام کی حفاظت کرنے والو! میرے حق میں یہ سستی کیسی اور میری فریاد سے یہ چشم پوشی کس لئے ہے؟

کیا میرے والد رسول خداؐ یہ نہیں فرماتے تھے: "کسی شخص کی حفاظت اس کی اولاد کی

حفاظت کر کے ہوتی ہے۔''

کتنی جلدی تم نے دین میں بدعت پیدا کردی اور قبل از وقت تم نے اس کا ارتکاب کیا ہے جبکہ تمہیں اس بات کی طاقت حاصل ہے جس کی میں کوشش کر رہی ہوں۔ کیا تم کہتے ہو: ''محمدؐ نے انتقال فرمایا'' ہاں یہ بات صحیح ہے۔ یہ بہت بڑی مصیبت ہے جس کا رخنہ وسیع ہے جس کا شگاف بہت زیادہ ہے اور اس کا اتصال انفصال سے بدل چکا ہے۔ زمین ان کی غیبت سے تاریک ہوگئی اور ان کی مصیبت کی وجہ سے ستاروں کو گہن لگ گیا اور امیدیں منقطع ہوگئیں اور پہاڑوں کے دل بھی آب آب ہو رہے ہیں۔ حرمت رسولؐ ضائع کردی گئی اور ان کی وفات سے حریم رسولؐ کی عظمت لوگوں کے دلوں سے اٹھ گئی۔ خدا کی قسم! یہ بہت بڑی بلا اور عظیم مصیبت ہے۔ اس کی مثل کوئی بلا نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ ہلاک کرنے والی کوئی تیز مصیبت ہے اور اس بلا کی خبر خدائے برتر کی کتاب میں خود تمہارے گھروں میں نہایت خوش الحانی اور بلند آواز کے ساتھ پہنچا دی گئی تھی اور آنحضرتؐ سے پہلے خدا کے پیغمبروں اور رسولوں پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں وہ امر واقعی اور قضائے حتمی تھیں۔

چنانچہ خدا فرماتا ہے: ''محمدؐ فقط خدا کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر محمدؐ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ اپنے پچھلے پیروں پر پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص بھی اپنے پچھلے پیروں پر پلٹے گا وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور خدا عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔''

تکمیل خطبہ

مؤلف اعلی اللہ مقامہ نے یہاں تک ہی خطبہ لکھا لیکن احتجاج طبرسی میں خطبہ اس مقام پر ختم نہیں ہوتا اسی لئے ہم الاحتجاج سے خطبہ کو مکمل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

ایها بنی قیلة! ا اهضم تراث ابیه؟ وانتم بمرای منی مسمع و منتدی و

مجمع تلبسكم الدعوة و تشملكم الخبرة و انتم ذو و العدد و العدة والاداة و القوة و عندكم السلاح والجنة. توافيكم الدعوة فلا تجيبون و تاتيكم الصرخة فلا تعينون و انتم موصوفون بالكفاح، معروفون بالخير و الصلاح والنخبة التى انتخبت والخيرة التى اختيرت. قاتلتم العرب و تحملتم الكد و التعب و ناطحتم الامم و كافحتم البهم لانبرح او تبرحون نامركم فتاتمرون.حتى اذا دارت بنارحى الاسلام و درحلب الايام و خضعت ثغرة الشرک و سکنت فورة الافک و خمدت ميزان الکفر و هدات دعوة الهرج و استوسق نظام الدين.فانى حرتم بعد البيان و اسررتم بعد الاعلان و نكصتم بعد الاقدام و اشركتم بعد الايمان؟

"الا تقاتلون قوما نكثوا ايمانهم وهموا باخراج الرسول وهم بدأوكم اول مرة اتخشونهم فاللّٰه احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين".(سوره توبه آيت ١٣)

الا و قدارىٰ ان قد اخلد تم الى الخفص و ابعدتم من هواحق بابسط والقبض و خلوتم الى الدعة و نجوتم من الضيق بالسعة. فمججتم ما و عيتم و رسعتم الذى تسوغتم."ان تكفروا انتم ومن فى الارض جميعا فان اللّٰه لغنى حميد".(سوره ابراهيم آيت ٨) الا قدقلت ما قلت على معرفة منى بالخذله التى خامرتكم و الغدرة التى استشعرتها قلوبكم و لكنها فيضة النفس و نفثة الغيظ و خور القنا و بثة الصدر و تقدمة الحجة.فدونكموها فاحتقبوها دبرة الظهر نقبة الخف باقية العار موسومة بغضب اللّٰه و شنارالابد موصولة بنار اللّٰه الموقدة التى تطلع على الافئدة. فبعين اللّٰه ما تفعلون "وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون" (سورۂ شعراء آيت ٢٢٧) و انا ابنة نذيرلكم بين يدى عذاب شديد. فاعملوا ان عاملون و انتظروا اناً منتظرون.

اے بنی قیلہ[1] ! تو کیا میرے باپ کی میراث یوں ہی ہضم کرلی جائے گی؟ حالانکہ تم

---

[1] قیلہ انصار مدینہ کی دادی کا نام ہے

میری آنکھوں کے سامنے موجود ہو اور میری آواز بھی سن رہے ہو اور میں اور تم ایک ہی محفل اور مجمع میں موجود ہیں۔ میری دعوت تم تک پہنچ رہی ہے اور میرے حالات کی خبر تم تک آ رہی ہے جبکہ تم سب جتھے والے، تیاری والے اور ہتھیار اور قوت رکھنے والے لوگ ہو اور تمہارے پاس ہتھیار اور سپریں موجود ہیں۔ تم تک میری پکار پہنچ رہی ہے مگر تم لبیک نہیں کہتے۔ تمہارے پاس میری مظلومیت کی فریاد آ رہی ہے اور تم فریاد رسی نہیں کرتے حالانکہ تم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہو اور تم خیر و صلاح کے لئے مشہور و معروف ہو۔ تم تو چنے ہوئے منتخب افراد ہو اور تمہیں تو ہماری نصرت کے لئے چنا گیا تھا۔

تم نے عرب سے جنگ کی اور تھکان اور مشقت برداشت کی۔ تم نے دوسری امتوں سے جنگ کی اور بہادروں کا مقابلہ کیا اور اس سے قبل جب تک ہم نہ رکتے تھے اس وقت تک تم بھی نہ رکتے تھے اور ہم حکم کرتے تھے اور تم تعمیل کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہمارے ذریعے سے اسلام کی چکی نے گردش شروع کی، زمانہ کا نفع بڑھنا شروع ہوا، شرک کی آواز دب گئی، جھوٹ کا زور تھم گیا، کفر کی آگ بجھ گئی، فتنہ و فساد کی آواز بند ہوگئی اور دین کا انتظام درست ہوگیا تو اب حق کے واضح ہونے کے بعد تم سرگرداں کیسے ہوگئے اور اعلان حق کے بعد تم اسے کیوں چھپا رہے ہو اور آگے بڑھنے کے بعد تم پسپا کیوں ہو رہے ہو اور ایمان کے بعد شرک کیوں کر رہے ہو؟

تم ان لوگوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسولؐ کے نکالنے پر آمادہ ہوئے اور عہد شکنی کی ابتدا بھی ان کی طرف سے ہوچکی ہے تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم صاحبان ایمان ہو۔

خبردار! میں دیکھ رہی ہوں کہ تم مسلسل پستی کی طرف جھکے جا رہے ہو اور جو دین کے حل و عقد کا صحیح حقدار تھا تم نے اس کو دور کردیا ہے۔ تم آرام طلبی پر مائل ہو چکے ہو اور تم زندگی کی تنگی سے نکل کر فراخی میں آ چکے ہو۔

جو کچھ تم نے یاد کیا تھا، اسے تم نے اگل دیا ہے اور جس پانی کو شیریں سمجھ کر پیا تھا، اسے تم نے پھینک دیا ہے۔

پس اگر تم اور روئے زمین کے تمام رہنے والے کفر اختیار کرلیں تو بھی یقیناً خدا بے پرواہ اور قابل حمد ہے۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس ترکِ نصرت کو دیکھ کر کہا ہے جو تمہارے مزاج میں داخل ہوچکی ہے اور اس غداری کو دیکھ کر کہا ہے جس کو تمہارے دلوں نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے (میں جانتی ہوں کہ تم میری مدد نہ کروگے) لیکن اس کے باوجود جو کچھ میں نے کہا وہ غم کا اظہار ہے، کھولتے ہوئے دل کی آہ ہے، یہ دل کا پھپھولا ہے، یہ سینے کا ایک درد ہے اور یہ اتمام حجت ہے۔

اب یہ ناقہ (حکومت) تمہارے سامنے ہے۔ اس پر پالان باندھو۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس کی پشت زخمی ہے اور اس کے پاؤں پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کا عیب باقی رہنے والا ہے جس پر خدا کے غضب اور دائمی رسوائی کا نشان ہے، جو خدا کی آگ سے متصل ہے، جو بھڑک رہی ہے، جو دلوں پر وارد ہوگی۔

تم جو کچھ بھی کر رہے ہو خدا کی نظر کے سامنے ہے اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کتنی بری ہے۔

میں اس پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں جو تمہیں سامنے والے عذاب سے ڈرایا کرتا تھا۔ پس تم اپنا کام کرو اور ہم بھی اپنا عمل کرتے ہیں۔ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ (اضافہ از مترجم اردو)۔[1]

۱۔ خطبہ کی تشریح کے لئے آیت اللہ محمد کاظم قزوینی کی کتاب "فاطمہ زہرا از ولادت تا شہادت" کا مطالعہ کریں۔ از مترجم اردو۔

اس موضوع پر شیخ ازری کے اشعار

شیخ کاظم ازری بغدادی نے ان واقعات کو بڑے خوبصورت انداز سے یوں بیان کیا:

نقضوا عهد احمد فی اخیه و اذا قوا البتول ما اشجاها
یوم جاء ت الی عدی و تیم و من الوجد ما اطال بکاها
فدنت و اشتکت الی اللّٰه شکوی و الرواسی تهتز من شکواها
لست ادری اذ روعت وهی حسری عاند القوم بعلها و اباها
تعظ القوم فی اتم خطاب حکت المصطفیٰ به و حکاها
هذه الکتب فاسئلوها تروها بالمواریث ناطقا فحویها
و بمعنی یوصیکم اللّٰه امر شامل للانام فی قرباها
فاطمأنت لها القلوب وکادت ان تزول الاحقاد ممن طویها
ایها القوم راغبوا اللّٰه فینا نحن من روضة الجلیل جناها
و اعلموا اننا مشاعر دین اللّٰه فیکم فاکرموا مثویٰها
و لنا من خزائن الغیب فیض ترد المهتدون منه هداها
ایها الناس ای بنت نبی عن مواریثه ابوها زواها؟
کیف یزوی عنی تراثی عتیق با حادیث من لدنه افتراها؟
کیف لم یوصنا بذلک مولانا و یتما من دوننا او صاها؟
هل رانا لا نستحق اهتداء و استحقت تیم الهدی فهداها؟
ام تراه اضلنا فی البرایا بعد علم لکی تصیب خطاها؟
انصفونی من جائزین اضاعا حرمة المصطفی و ما رعیاها

ارباب حکومت نے اس عہد کو توڑ دیا جو پیغمبر خداؐ نے اپنے بھائی کے متعلق لوگوں سے

کیا تھا اور ان لوگوں نے جناب بتول کو وہ دکھ دیئے جو ہڈیوں کی مانند ان کے گلے میں پھنس گئے۔ جس دن بتول (بنی) یتیم وعدی کے پاس گئیں اور شدت غم سے کافی دیر تک روتی رہیں۔ جب مسجد سے خالی ہاتھ لوٹیں تو بابا کی قبر کے قریب گئیں اور خدا کے حضور مظالم کا شکوہ کیا جس سے پہاڑ بھی لرزنے لگے۔ مجھے معلوم ہے کہ سیدة کو ان کے گھر میں خوف زدہ کیوں کیا گیا اور لوگوں نے ان کے شوہر اور ان کے والد سے دشمنی کیوں کی جب کہ وہ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کی بناء پر سوگوار تھیں بی بی نے مسجد میں لوگوں سے بہترین طور پر خطاب کیا اور ان کے خطبے کو سن کر رسول خداؑ کے خطبے کی یاد تازہ ہوگئی۔ ان آسمانی کتابوں سے پوچھ لو یہ تمہیں بتائیں گی کہ ہر اولاد والدین کی وارث ہوتی ہے۔ "یوصیکم اللّٰہ" کی آیت مجیدہ سب پر لاگو ہوتی ہے اور اس میں پیغمبر کے قرابت دار بھی شامل ہیں۔

یہ دلیل سن کر حاضرین کے دل مطمئن ہوگئے اور قریب تھا کہ دلوں سے پرانے کینے دور ہو جائیں۔

بی بی نے کہا: اے لوگو! ہمارے متعلق خدا سے ڈرو۔ ہم پاک و پاکیزہ گلشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمہیں علم ہونا چاہئے کہ ہم تمہارے درمیان اللہ کے دین کے مظاہر ہیں۔ تم ان مظاہر کا احترام کرو۔ ہم ہدایت کا شیریں چشمہ ہیں جس سے لوگ ہدایت یافتہ ہو کر پلٹتے ہیں۔ لوگو! مجھے بتاؤ آج تک کسی بھی نبی نے اپنی بیٹی کو میراث سے محروم رکھا ہے؟ پھر ایک خود ساختہ حدیث کے ذریعے مجھے میراث سے کیوں محروم کیا جا رہا ہے؟ یہ عجیب سی بات ہے کہ پیغمبرؐ نے ہمیں تو نہ بتایا اور چپکے سے بنی تیم کے ایک فرد کو بتلا دیا۔ تو کیا پیغمبر نے ایسا کر کے ہمیں ہدایت کے قابل نہیں سمجھا تھا اور بنی تیم کو ہدایت کے قابل سمجھ کر ہدایت کی تھی؟ اور کیا تم یہ تصور بھی کر سکتے ہو کہ پیغمبرؐ نے ایسا کر کے ہمیں گمراہی کے سپرد کر دیا اور دوسرے لوگوں کی ہدایت کر دی؟

لوگو! ان لوگوں نے حرمت مصطفیٰؐ کو ضائع کیا ہے اور انہوں نے ان کی حرمت کا کوئی پاس نہیں کیا، مجھے ان سے انصاف دلاؤ۔

سربراہ حکومت کا جواب

جب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنا خطبہ مکمل کیا تو حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں کہا: دختر رسول خداؐ! یقیناً آپ کے پدر بزرگوار مومنین پر رحیم، شفیق اور رافت کرنے والے تھے اور اس کے ساتھ آپؐ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور بڑی عقوبت تھے۔

اگر ہم ان کی نسبت دیں تو تمام دنیا کی عورتوں میں سے انہیں صرف آپ کا ہی باپ پائیں گے اور مردوں میں سے صرف آپ کے شوہر کا ہی بھائی پائیں گے۔ آنحضرتؐ نے انہیں ہر دوست پر مقدم رکھا تھا اور آپ کے شوہر نے ہر امر میں ان کی مدد کی اور آپ سے نیک بخت ہی دوستی رکھے گا اور شقی و بدنصیب ہی آپ سے دشمنی رکھے گا۔ آپ رسول خداؐ کی پاکیزہ عترت اور منتخب افراد ہیں۔ آپ لوگ خیر کی طرف ہمارے رہبر اور جنت کی طرف ہمارے ہادی ہیں۔

اے بہترین نساء! اے افضل الانبیاء کی دختر! تم اپنے قول میں سچی اور زیادتی عقل میں سب سے آگے ہو۔ تم نہ اپنے حق سے روکی جاؤ گی اور نہ سچ بولنے سے باز رکھی جاؤ گی۔

خدا کی قسم! میں نے رسول خداؐ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ ان کی اجازت کے بغیر میں نے کوئی عمل کیا ہے اور آب و دانہ کی تلاش میں آگے جانے والا اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں اور وہی گواہی کے لئے کافی ہے۔ میں نے رسول خداؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ہم گروہ انبیاء نہ تو سونا چاندی میراث میں چھوڑتے ہیں اور نہ مکان و جائیداد، ہم گروہ انبیاء تو کتاب و حکمت اور علم و نبوت کو وراثت میں چھوڑتے ہیں اور جو کچھ ہمارا مال ہوتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کا حق ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اس میں اپنا حکم جاری کرے۔''

اور آپ ہم سے جس چیز کا مطالبہ کر رہی ہیں، اس کو ہم نے جنگی گھوڑوں اور آلات حرب کی خریداری کے لئے مخصوص کر دیا ہے جس کے ذریعے مسلمان طاقت اور عظمت حاصل کریں گے، کافروں سے قتال و جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں کا مقابلہ کریں گے اور یہ چیز

میں نے تنہا اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے اجماع سے کی ہے اور ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی چیز آپ سے چھپائیں یا آپ کے ہاتھ سے چھین لیں اور میرا تمام مال و حال آپ کا ہے اور آپ کے سامنے حاضر ہے۔ اسے میں آپ سے دریغ نہیں کروں گا۔

آپ اپنے والد بزرگوار کی امت کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کی شجرہ طیبہ ہیں اور آپ کی فضیلت کا انکار ممکن نہیں ہے اور آپ کی فرع اور اصل کو پست نہیں سمجھا جاسکتا۔ میرے مال میں آپ کا حکم نافذ ہے اور کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں نے ان باتوں میں آپ کے والد ماجدؐ کی مخالفت کی ہے؟

حضرت سیدہؑ کا جواب

سربراہ حکومت کے جواب الجواب میں حضرت سیدہؑ نے فرمایا:

سبحان اللہ! میرے والد بزرگوار رسول خداؐ کتاب خدا سے نہ تو روگردان تھے اور نہ ہی اس کے احکام کے مخالف تھے بلکہ آپ حکم قرآن کے تابع اور اس کی سورتوں کے پیروکار تھے۔ کیا تم نے رسول خداؐ پر جھوٹ باندھ کر اس کے ذریعے دغابازی پر اجماع کرلیا ہے؟ اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ حرکت ایسی ہی ہے جیسی کہ ان کی زندگی میں منافقین نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہ کتاب خدا حاکم، عادل اور فیصلہ کن ناطق ہے۔ اس میں حضرت زکریاؑ کی دعا کے یہ الفاظ موجود ہیں: "یرثنی ویرث من ال یعقوب" (سورہ مریم۔آیت ۶) یعنی مجھے فرزند عطا کر جو میری میراث پائے اور آل یعقوبؑ کی جو میراث مجھ تک پہنچی ہے اسے پائے۔

اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کے متعلق فرمایا: "و ورث سلیمان داؤد" (سورہ نمل۔آیت ۱۶) یعنی سلیمانؑ، داؤدؑ کا وارث بنا۔

پس خداوند عالم نے جو مال کی تقسیم اور میراث کی حد مقرر کی ہے اور بنی آدم کے مردوں

اور عورتوں کا میراث میں جو حصہ مقرر کیا ہے اس میں وہ چیز بیان کردی ہے جو باطل پرستوں کی غلط دلیلوں کو دور کردے اور آئندہ نسلوں کے گمان اور شبہات کو زائل کردے۔ بل سولت لکم انفسکم فصبرٌ جمیل واللّٰہ المستعان علیٰ ما تصفون۔(سورہ یوسف آیت ۱۸)

بے شک تمہارے نفسوں نے تمہارے سامنے ایک امر کو خوشنما بنا کر پیش کردیا ہے۔ پس میرے لئے صبر جمیل ہی مناسب ہے اور جو باتیں تم بنا رہے ہو اس پر خدا ہی سے مدد طلب کی جائے گی۔

سربراہ حکومت کا جواب

خدا بھی سچا اور خدا کا رسولؐ بھی سچا اور ان کی بیٹی بھی سچی۔

تم حکمت کا معدن، ہدایت و رحمت کا مسکن، دین کی رکن اور حجت خدا ہو۔ میں آپ کی درست باتوں کو حق سے دور نہیں سمجھتا اور آپ کے کلام کا انکار نہیں کرتا لیکن میرے اور آپ کے درمیان یہ مسلمان ہیں جنہوں نے مجھے حکم بنایا ہے اور میں نے جو کچھ آپ سے چھین کر اپنے قبضے میں لیا ہے وہ ان سب کی متفقہ رائے سے کیا ہے اور میں نے اس میں کوئی ہٹ دھرمی نہیں کی اور نہ تنہا اپنی رائے سے کام لیا ہے اور یہ تمام لوگ اس بات کے گواہ ہیں۔

حضرت سیدہؑ کا جواب اور لوگوں کی بے وفائی کا شکوہ

جب سربراہ مملکت نے اپنی تمام ذمہ داری اپنے سر سے اتار کر اپنے بہی خواہوں کے سر پر ڈالی تو حضرت سیدہؑ نے اس کے بہی خواہوں سے فرمایا:

اے انسانوں کا وہ گروہ جو باطل اختیار کرنے میں جلدی کرنے والا ہے اور جسے فعل قبیح کرنے سے کوئی باک نہیں ہے۔''افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوبٍ اقفالھا''۔ (سورہ محمدؐ آیت ۲۴) کیا تم لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ کَلا بن ران علیٰ قلوبھم (سورہ مطففین آیت ۱۴) بے شک تمہارے دلوں پر

تمہارے فعل بد کا زنگ چڑھ چکا ہے جس نے تمہارے کانوں اور آنکھوں کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ جو تاویل تم نے کی ہے وہ بہت بری ہے اور جو اشارہ تم نے کیا ہے وہ بہت لغو اور بدتر ہے اور جسے تم نے حق کے بدلے میں اختیار کیا ہے وہ شر عظیم ہے۔

خدا کی قسم! تم اس کے بوجھ کو بہت بھاری اور اس کے انجام کو ہولناک پاؤ گے جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور اس کے پیچھے چھپی ہوئی مصیبت ظاہر ہو جائے گی اور روز قیامت تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے وہ کچھ ظاہر ہوگا جس کا تمہیں گمان تک نہ ہوگا۔ وخسرھنا لک المبطلون (سورہ غافر آیت ۷۸) اس وقت باطل پرست نقصان اٹھائیں گے۔[1]

رسول خداؐ سے خطاب

خطبہ کے اختتام پر حضرت سیدہؑ نے اپنے والد ماجدؐ کی قبر مطہر کی طرف رخ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

قد كان بعدک انبآء و هنبثة	لو كنت شاهدها لم تكثر الخطب
انا فقدناک فقد الارض و ابلها	و اختل قومک فاشهدهم ولا تغب
و كل اهل له قربیٰ و منزلة	عند الا له علی الادنين مقترب
ابدت رجال لنا نجوٰی صدورهم	لما مضيت و حالت دونک الترب
تجهمتنا رجال و استخف بنا	اذ غبت عنا فنحن اليوم نعتصب
و كنتَ نوراً و بدراً يستضآء به	عليک تنزل من ذی العزة الكتب
وكان جبريل بالآيات يؤنسنا	فقد فقدت فكل الخير محتجب
فليت قبلک كان الموت حل بنا	اما اناس ففازوا بالذی طلبوا
انا رزينا بما يرزن ذو شجن	من البرية لا عجم و لا عرب

۱۔ مذکورہ خطبہ کے حوالہ جات کے لئے جو شیعہ اور سنی طریقوں سے مروی ہیں کتاب ریاحین الشریعہ ج ۱ ص ۳۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ (مترجم فارسی)

اباجان! آپ کے بعد (برے) حالات اور فتنے پیدا ہوئے اور گوناگوں آوازیں بلند ہوئیں۔ اگر آپ موجود ہوتے تو یہ مصائب جنم نہ لیتے۔ ہم نے آپ کو ایسے کھویا ہے جیسے زمین اپنے برسنے والے بادل کے پانی کو کھو دیتی ہے اور اس کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے ہم بھی آپ کی برکت سے محروم ہو چکے ہیں اور آپ کی امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ آپ خود آ کر دیکھیں کہ انہوں نے راہ حق سے انحراف کرلیا ہے۔ پیغمبروں اور بزرگوں کے ہر خاندان کا خدا کے ہاں مقام ہے اور دوسروں کی نگاہوں میں محترم شمار ہوتا ہے۔ آپ کے بعد لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے کینے کھل کر سامنے آگئے اور جب سے آپ کے اور ہمارے درمیان مٹی حائل ہوئی ہے لوگوں نے ہم سے ترش روئی اختیار کرلی ہے۔ آپ کے جانے کے بعد ہمیں حقیر سمجھ لیا گیا اور آج ہمارے حقوق غصب ہو رہے ہیں۔

اباجان! آپ دنیا کے لئے روشنی اور چودھویں کا چاند تھے جس سے روشنی طلب کی جاتی تھی اور صاحب عزت خدا کی طرف سے آپ پر کتابِ آسمانی نازل ہوئی تھی۔ آپ کی زندگی میں جبرئیلؑ آیات لا کر ہمیں مانوس رکھتے تھے اور جب سے آپ رخصت ہوئے ہیں تو تمام اچھائیاں بھی چھپ گئی ہیں۔

کاش! ہمیں آپ سے پہلے موت آ گئی ہوتی۔ آپ کے جانے کے بعد لوگوں نے اپنے مقصد حاصل کر لئے ہیں۔ ہم اس مصیبت سے دوچار ہوئے ہیں جس سے دنیا میں آج تک کوئی دوچار نہیں ہوا اور کسی عربی و عجمی کو ایسی مصیبت سے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔

کتاب "الدر النظیم" میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہؑ نے درج بالا اشعار کے بعد یہ تین شعر بھی پڑھے تھے:

قد کنت ذا حمیة ما عشت لی　　امشی البراح و انت کنت جناحی
فالیوم اخضع للذلیل و اتقی　　منهٗ و ادفع ظالمی بالراح
و اذا بکت قمریة شجنا لها　　لیلا علی غصن بکیت صباحی

ابا جان! جب تک آپ زندہ تھے تو میں حامی اور یاور رکھتی تھی اور میں لوگوں میں باعزت چلا کرتی تھی۔ آپ میرے لئے بال و پر کی مانند تھے۔ لیکن آج مجھے ذلیل کے سامنے بھی جھکنا پڑتا ہے اور میں اس سے ڈرتی ہوں اور اپنے ہاتھ سے ظالم کو روکتی ہوں۔ رات کے وقت قمری سوز و گداز کی وجہ سے کسی درخت پر بیٹھ کر روتی ہے اور میں صبح کے وقت روتی ہوں۔

شیخ مفید نے کتاب امالی میں اپنی سند سے حضرت زینب بنت امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سیدہؑ، ابوبکر کے جواب سے مایوس ہوگئیں تو رسول خداؐ کی قبر پر گئیں، اپنے آپ کو قبر اطہر پر گرادیا اور قوم کے ظلم کی ان سے شکایت کی اور اتنا روئیں کہ قبر رسول کی مٹی آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے "قد کان بعدک" کا مرثیہ پڑھا۔

گھر واپسی اور شوہر سے گفتگو

علامہ طبرسی احتجاج میں رقم طراز ہیں کہ حضرت سیدہؑ خطبہ دینے اور مرثیہ پڑھنے کے بعد اپنے گھر تشریف لائیں جہاں امیرالمومنینؑ آپ کی واپسی کے منتظر تھے۔

جب آپ گھر میں آئیں تو آپ نے بڑے دردمندانہ لہجے میں کہا:

یابن ابی طالب استملت شملة الجنین و قعدت حجرة الظنین، نقضت قادمة الاجدل فخانک ریش الاعزل، هذا ابن ابی قحافةٍ یبتزّنی وبلغة ابنی، وبلغة ابنی لقد اجهر فی خصامی، والفیته الدَّ فی کلامی حتی حسبتنی القیلة نصرها (الانصار) والمهاجرة وصلها وغضّت الجماعة دونی طرفها، فلا دافع ولا مانع...

اے فرزند ابوطالب! آپ ایک جنین کی طرح پردہ نشین ہوگئے اور ایک متہم کی طرح سے گھر میں بیٹھ رہے۔ آپ نے شاہبازوں کے پر توڑے ہیں اور اب کمزور پرندوں کے پر آپ سے خیانت کرنے لگے ہیں۔

یہ ابوقحافہ کا بیٹا میرے والد کے ہبہ اور میرے بچوں کا رزق مجھ سے چھین رہا ہے اور

اس نے کھل کر مجھ سے دشمنی کی ہے اور میں نے اسے اپنا بدترین دشمن پایا ہے۔ اب ہماری مظلومیت کی یہ حالت ہے کہ انصار نے اپنی مدد ہم سے روک لی ہے، مہاجرین نے ہم سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور لوگوں نے ہماری مدد سے چشم پوشی اختیار کر لی ہے۔ اب نہ تو کوئی دفاع کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی روکنے والا ہے۔ میں اپنے غصے کو ضبط کر کے گھر سے گئی تھی اور ستم رسیدہ بن کر واپس آئی ہوں۔ آپ نے اسلام کی مصلحت کی خاطر جس دن سے تلوار نیام میں کر لی، اس دن سے اپنے آپ کو خانہ نشین بنالیا، اس سے قبل آپ بھیڑیوں کو پھاڑا کرتے تھے اور اب کیوں خاک نشین بن گئے۔ آپ نے کسی بداندیش گفتگو کرنے والے کو نہ روکا اور کسی باطل کو دور نہ کیا جبکہ میرے تو اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ ہائے کاش! میں اس توہین و تذلیل سے قبل مرگئی ہوتی۔ میں بارگاہ خداوندی میں آپ سے معذرت طلب ہوں ہر صبح میرے لئے افسوس (کا پیغام لے کر طلوع ہوتی ہے)۔ ہمارا سہارا اس دنیا سے چلا گیا اور بازو کمزور ہوگیا۔ میں رب کے حضور اپنے ظلم کے خلاف شکوہ کروں گی اور اس بے دادگری کی شکایت اپنے والد کی خدمت میں کروں گی۔

اے پروردگار! تو ہی سب سے زیادہ قوت و طاقت رکھنے والا ہے اور تیرا عذاب اور تیری سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔ میں تجھ سے ہی انصاف طلب کرتی ہوں۔

حضرت امیرؑ کی طرف سے سیدہؑ کی دل جوئی

امیرالمومنینؑ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

لا ویل علیک الویل لشانئک .... الی آخرہ.

آپ پر کوئی افسوس نہیں ہے۔ آپ کے دشمن پر افسوس ہے۔

اے دختر پیغمبرؐ اور بقیہ نبوت! جوش غم سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ میں نے اپنی مسئولیت کی ادائیگی میں کوئی سستی نہیں کی اور جو کچھ میرے بس میں تھا میں نے اس میں کوئی کمی

نہیں کی۔ اگر اس مطالبے سے آپ کا مقصد اپنا اور اپنے بچوں کے رزق کا حصول ہے تو مت گھبرائیں۔ آپ کے رزق کی ضمانت دی جاچکی ہے اور رزق کا کفیل (خدا) قابل اعتماد ہے۔ لوگوں نے آپ سے جو کچھ چھینا ہے اللہ نے اس سے کئی گنا بہتر اجر آپ کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اب آپ خدا پر بھروسہ کریں۔

یہ سن کر حضرت سیدہ نے کہا: اللہ ہی میرے لئے کافی ہے۔ پھر وہ خاموش ہوگئیں۔

اہلبیت طاہرینؑ کے خلاف جسارت

علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں احمد بن عبدالعزیز جوہری (سنی عالم) کی کتاب السقیفہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

جب سربراہ حکومت نے حضرت زہراؑ کا یہ خطبہ سنا اور یہ بھی دیکھا کہ بہت سے لوگ سیدۃ کی حمایت میں ان کے فیصلے پر تنقید کرنے لگے ہیں تو انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں عوام الناس ان کی حکومت کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں تو وہ منبر پر گئے اور انہوں نے کہا:

ایها الناس ماهذه الرعة الی کل قالة .... الی آخره.

اے لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ہر بات کو سننے لگ جاتے ہو؟ بھلا یہ آرزوئیں رسول خداؐ کے عہد میں کہاں تھیں؟

خبردار! جس نے سنا ہو وہ کہے اور جو موجود ہو وہ بات کرے۔ وہ تو لومڑی ہے جس کی گواہ اس کی دم ہے جو ہر فتنہ و آشوب کے ساتھ آلودہ ہے اور اس کا گواہ وہ ہے جو ہرج و مرج کے کہنہ ہونے کے بعد اسے واپس لانا چاہتا ہے اور اس کام کے لئے کمزور افراد اور عورتوں سے مدد طلب کرتا ہے۔ اس کی مثال ''ام طحال'' کی سی ہے جس کے خاندان اور رشتہ داروں کی نظر میں فسق و فجور ہی محبوب چیز تھی۔

لوگو! ہوش میں آؤ اگر میں چاہوں تو بہت کچھ کہہ سکتا ہوں اور اگر میں کہنے پر

آ جاؤں تو بہت کچھ واضح کرسکتا ہوں لیکن جب تک لوگ مجھے کچھ نہ کہیں گے اس وقت تک میں بھی خاموش رہوں گا۔

پھر انہوں نے انصار کی طرف رخ کیا اور کہا: تمہارے احمق افراد کی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں جبکہ رسول خداؐ کے عہد کی پاسداری کرنے کے تم لوگ زیادہ حقدار ہو کیونکہ آنحضرتؐ تمہارے پاس تشریف لائے تھے اور تم نے ہی انہیں رہائش فراہم کی اور ان کی مدد کی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو لوگ خاموش رہیں گے میں بھی ان کے خلاف اپنے ہاتھ اور زبان کو استعمال میں نہیں لاؤں گا۔ پھر وہ منبر سے اترے اور فاطمہ بھی اپنے گھر چلی گئیں۔[1]

اس کے بعد ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

میں نے یہ کلام نقیب ابویحیٰی جعفر بن یحیٰی بن ابی زید بصری کے سامنے پڑھا اور ان سے کہا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے یہ کنایہ کس کے لئے استعمال کیا تھا؟

انہوں نے کہا: تمہیں مغالطہ ہوا ہے انہوں نے کسی طرح کا کنایہ نہیں کیا، انہوں نے تو وضاحت کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا تھا۔

میں نے کہا: اگر وہ صراحت سے کہہ دیتے تو مجھے آپ سے پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔

یہ سن کر وہ مسکرائے اور کہا: یہ سب کچھ انہوں نے علی ابن ابی طالبؑ کے متعلق کہا تھا۔

میں نے کہا: کیا ایسی نازیبا گفتگو بھی علیؑ کے متعلق کی جاسکتی ہے؟

انہوں نے کہا: بیٹا! یہ حکومت ہے اس میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اس میں اپنے اور بیگانے کو نہیں دیکھا جاتا۔

میں نے کہا: بھلا حضرت ابوبکر کے متعلق انصار نے کیا کہا تھا؟

انہوں نے کہا: انصار میں سے کچھ افراد نے حضرت علیؑ کی حقانیت کا برسرعام تذکرہ

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن حدید طبع، جدید، جلد ۱۶۔ ص ۲۱۵

کیا تھا۔ جس سے حضرت ابوبکر گھبرا گئے تھے اور انہیں مذکورہ جملے کہنے پڑے۔ بعد ازاں میں نے خطبہ کے مشکل الفاظ کی تشریح پوچھی تو انہوں نے اس کے تمام الفاظ کی تشریح کی۔[1]

ام المومنین در دفاع زہراؑ

شیخ جمال الدین یوسف بن حاتم فقیہ شامی اپنی کتاب "الدر النظیم" میں رقم طراز ہیں:

جب ام المومنین ام سلمہؓ کو حضرت ابوبکر کے یہ الفاظ معلوم ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

المثل فاطمة بنت رسول الله یقال هذا القول .... الی آخره.

کیا ایسی گفتگو رسول خداؐ کی دختر فاطمہ زہراؑ کے متعلق کی جا رہی ہے؟

خدا کی قسم! وہ انسانی صورت میں حور ہیں، وہ جان رسولؐ ہیں، ان کی تربیت پرہیزگار گودیوں میں ہوئی، ملائکہ کے ہاتھ ان کے جسم سے مس ہوئے اور طیب و طاہر آغوشوں میں وہ پروان چڑھیں، بہترین طریقے پر ان کی نشوونما ہوئی اور ان کی تربیت بہتر انداز میں کی گئی۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ رسول خداؐ نے انہیں اپنی میراث سے محروم کر دیا تھا اور انہیں اس کے متعلق بتایا بھی نہ تھا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وانذر عشیرتک الاقربین. (سورہ شعرا آیت ۲۱۴) یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

تو اس آیت کے ہوتے ہوئے رسول خداؐ نے اپنی بیٹی کو ڈرایا تھا اور کیا یہ بات تصور میں بھی آتی ہے کہ رسول خداؐ کے سمجھانے کے بعد فاطمہؑ نے فرمان رسولؐ کی خلاف ورزی کی؟

(اور ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ) وہ تمام عورتوں کی سردار ہے اور وہ جوانان جنت کے سرداروں کی ماں ہے۔ وہ مثیلۂ مریمؑ ہے۔ اس کے والد کے ذریعے سے خدا کی رسالتوں کا اختتام ہوا۔ خدا کی قسم! رسول خداؐ اپنی بیٹی کو سردی گرمی سے بچاتے تھے اور آپ اپنے دائیں

۱۔ مذکورہ تشریح کے لئے ہماری ترجمہ شدہ کتاب "فاطمہ زہراؑ از ولادت تا شہادت" مطالعہ فرمائیں۔

ہاتھ کو بیٹی کا سرہانہ بنایا کرتے تھے اور بائیں ہاتھ کو بیٹی کے سینے پر بطور لحاف رکھتے تھے۔

ٹھہرے رہو تم لوگ رسول خداؐ کے سامنے ہو اور وہ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تمہیں خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ تم پر افسوس! عنقریب اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ لو گے۔

جب حکمران طبقے نے ام المومنین ام سلمہؓ کی یہ گفتگو سنی تو انہوں نے ان کے اس سال کا وظیفہ بند کر دیا۔

حضرت سیدہؑ اور حاکم کی گفتگو

ابن ابی الحدید نے جوہری کی کتاب ''السقیفہ'' سے نقل کیا:

حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے فرمایا: ام ایمنؓ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے ہبہ کیا تھا۔

حضرت ابوبکر نے کہا: دختر رسول خداؐ! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی مجھے آپ کے والد سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔ میری تمنا تھی کہ جس دن آنحضرتؐ کی وفات ہوئی اسی دن آسمان زمین پر گر پڑتا۔

خدا کی قسم! اگر عائشہ غریب ہو جائے تو اس کا غریب ہونا مجھے آپ کے غریب ہونے سے زیادہ عزیز ہے اور کیا آپ یہ تصور بھی کر سکتی ہیں کہ میں ہر سیاہ و سفید کا حق تو ادا کر رہا ہوں اور میں آپ کے حق کے لئے آپ پر ظلم کروں گا؟

میں جانتا ہوں کہ آپ رسول خداؐ کی بیٹی ہیں لیکن آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فدک رسول خداؐ کا ذاتی مال نہ تھا۔ یہ مسلمانوں کا مال تھا اور پیغمبر اکرمؐ اس مال سے لوگوں کو جہاد میں بھیجا کرتے تھے یا خدائی کاموں اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کیا کرتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد معاملات کی باگ ڈور میرے ہاتھوں میں ہے اور میں اس مال کا سرپرست ہوں۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کے بعد میں تم سے ہرگز کلام نہیں کروں گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ سے ہرگز دوری اختیار نہیں کروں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کے بعد میں تمہارے لئے بددعا کروں گی۔

جب حضرت فاطمہؑ مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو انہوں نے وصیت کی تھی کہ ابوبکر ان کے جنازے میں شریک نہ ہوں۔

اسی وصیت کی وجہ سے بی بی کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا اور بی بی کا جنازہ آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے پڑھا۔ بی بی اور ان کے والد کی وفات کے درمیان بہتر (۷۲) راتوں کا فاصلہ تھا۔[1]

''لاوارثی'' حدیث کے متعلق جاحظ کی فیصلہ کن گفتگو

ابوعثمان جاحظ بصری متوفی در حدود (۲۶۸-۲۷۵ھ) اہلسنت کے بہت بڑے عالم اور مفکر تھے اور ادب و تاریخ میں انہیں سند کا درجہ حاصل تھا، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

لوگ یعنی صحابہ نے لاوارثی حدیث کو اس لئے درست تسلیم کیا تھا کہ حضرات ابوبکر و عمر نے رسول خداؐ سے یہ روایت کی تھی کہ ''ہم گروہ انبیاء نہ تو کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔'' شیخین نے مذکورہ گفتگو کی نسبت آنحضرتؐ کی طرف کی تھی، اسی لئے مسلمانوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا اور انہوں نے اس بات کو قبول کیا تھا۔

لیکن اس طرز استدلال کے شیدائیوں سے ہم یہ کہیں گے کہ اگر صحابہ کی خاموشی شیخین کی صداقت کی دلیل ہے تو صحابہ کا علیؑ و فاطمہؑ کے مطالبے پر کسی قسم کا احتجاج نہ کرنا بھی علیؑ و فاطمہؑ کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ کسی صحابی نے علیؑ و فاطمہؑ کی تکذیب نہیں کی تھی اور یہاں

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد ۱۶، ص ۲۱۴۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے باقاعدہ مباحثہ کیا تھا اور ان دونوں کے درمیان نزاع نے اس قدر طول کھینچا کہ بی بی کو یہ وصیت کرنا پڑی کہ ان کے جنازے میں ابوبکر شامل نہ ہوں۔

حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا تھا: تیرے مرنے کے بعد تیری میراث کون لے گا؟

حضرت ابوبکر نے کہا: میری اولاد اور میرا خاندان میری میراث پائے گا۔

حضرت فاطمہؑ نے کہا: بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو پیغمبرؐ کی میراث سے محروم رہیں اور تیری اولاد تیری میراث حاصل کرے۔

جب حضرت فاطمہؑ کی میراث حضرت ابوبکر نے ضبط کرلی اور اس کے لئے انہوں نے مختلف حیلے بہانے کئے اور بی بی نے اس ظلم کا مشاہدہ کیا اور اس کے ساتھ اپنی پریشانی اور بے یاوری کو محسوس کیا تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! میں تجھے بددعا دوں گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کے لئے دعائے خیر کروں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے کہا: خدا کی قسم! اس کے بعد میں تجھ سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ سے دوری اختیار نہیں کروں گا۔

لہذا اگر صحابہ کی طرف سے حضرت ابوبکر پر اعتراض کا نہ ہونا ان کی صداقت کی دلیل ہے تو پھر اس دلیل کے تحت صحابہ کی طرف سے حضرت فاطمہؑ پر اعتراض کا نہ ہونا بھی بی بی کی صداقت کی دلیل ہے۔

اس سلسلے میں صحابہ پر کم از کم یہ ذمہ داری تو عائد ہوتی تھی کہ اگر بالفرض بی بی لاعلم تھیں تو صحابہ انہیں بتا دیتے یا اگر بی بی کو ان کے والد کی حدیث یاد نہ رہی تھی تو صحابہ انہیں یاد کرا دیتے اور اگر خدانخواستہ بی بی غلط دعویٰ کر رہی تھیں تو صحابہ کا حق بنتا تھا کہ بی بی کی مخالفت کر کے انہیں راہ راست پر لے آتے۔

نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی نے شیخین پر اعتراض نہیں کیا تو اسی طرح سے کسی صحابی

نے حضرت فاطمہؑ پر بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ لہذا صحابہ کی خاموشی کو کسی بھی فریق کی صداقت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس مسئلے کا آخری اور صحیح حل صرف اور صرف یہی رہ جاتا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور قرآن مجید کی آیات میراث سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے اور اسی میں ہم سب کی بہتری کا راز مضمر ہے۔

ایک اہم سوال

جاحظ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

اگر اس مقام پر کوئی شخص حضرت ابوبکر کے دفاع میں یہ کہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ کو کس طرح سے اذیت دی جبکہ حضرت فاطمہؑ ان سے تند و تلخ لہجے میں گفتگو کرتی رہیں اور اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے انتہائی دھیما لہجہ اختیار کیا۔ حالانکہ وہ اس وقت سربراہ حکومت تھے اور ہر سربراہ کو اپنی حکومت کی دھاک قائم کرنے کے لئے کچھ سختی اور درشتی کی ضرورت ہے جبکہ ہم اس قضیہ میں یہاں تک دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی کے منبر پر حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے اور مسجد مہاجرین و انصار سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور اس محفل میں حضرت فاطمہؑ نے ان کی دل آزاری کی لیکن حرمت پیغمبر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر نے اپنی توہین کو نظرانداز کردیا اور بالکل دھیمے لہجے میں معذرت خواہانہ گفتگو کرتے رہے۔

مثلاً حضرت فاطمہؑ نے کہا: میں تجھ سے آئندہ بات نہیں کروں گی۔

جواب میں حضرت ابوبکر نے کہا: مگر میں آپ سے دوری اختیار نہیں کروں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے کہا: میں تجھے بددعا دوں گی۔

جواب میں حضرت ابوبکر نے کہا: مگر میں آپ کے لئے دعائے خیر کروں گا۔

درج بالا گفتگو اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے کسی طرح سے بھی

حضرت فاطمہ کو اذیت نہیں دی۔ انہوں نے تو ان کے سامنے صرف ان کے والد کی حدیث پڑھی تھی کہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی۔ آخر حدیث بیان کرنے میں اذیت کا کون سا پہلو مضمر ہے؟

جواب بزبان جاحظ

اگر کوئی شخص ہم سے درج بالا سوال کرے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ:

کسی شخص کا نرمی و ملاطفت کا رویہ اس بات کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا کہ وہ ظالم ہی نہیں ہے۔ بعض اوقات ظالم اور فریبی اشخاص بھی مکرو فریب کرتے ہوئے دھیما لہجہ اختیار کر لیتے ہیں اور ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلومیت کا پیراہن پہن لیتے ہیں۔ ظلم کرنے والا شخص اگر عاقل و ہوشیار ہو تو وہ اپنی نرم اور شائستہ گفتگو سے اپنے آپ کو عادل و منصف کے روپ میں ظاہر کرتا ہے۔[1] (انتہی قول الجاحظ)۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دو مشہور مورخ یعنی طبری اور ثقفی اپنی تاریخ میں رقم طراز ہیں:

حضرت عثمان کے عہد حکومت میں حضرت عائشہ ان کے پاس آئیں اور ان سے کہا: میرے والد ابوبکر اور ان کے بعد عمر مجھے مخصوص وظیفہ دیتے تھے لہذا تم بھی مجھے وہ وظیفہ دو۔

جواب میں حضرت عثمان نے کہا: ابوبکر و عمر اپنی خواہشات کے تحت آپ کو کچھ دیا کرتے تھے لیکن مجھے کتاب و سنت میں ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی جس کے تحت میں آپ کا مخصوص وظیفہ جاری رکھوں لہذا میں ایسا نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ نے کہا: رسول خداؐ سے میری جو میراث بنتی ہے تم مجھے وہ میراث ہی دے دو۔

۱۔ حضرت ابوبکر کی نرم گفتگو کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو ان کی وہ گفتگو بھی ذہن نشین کرنی چاہئے جسے ہم نے ابن ابی الحدید کے حوالے سے سابقہ صفحات میں نقل کیا ہے اور مذکورہ گفتگو کے متعلق نقیب ابوجعفر کے تبصرے کو بھی غور سے پڑھنا چاہئے۔ (از مترجم فارسی)

حضرت عثمان نے کہا: تو کیا تمہیں یہ بات بھول گئی ہے کہ فاطمہؑ تمہارے والد کے پاس آئی تھیں اور انہوں نے رسول خداؐ کی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت تم نے اور مالک بن اوس نے یہ گواہی دی تھی کہ پیغمبرؐ کی سرے سے میراث ہی نہیں ہوتی۔ تم نے اس گواہی سے فاطمہؑ کی میراث باطل کردی تھی اور اب میرے پاس آ کر مجھ سے میراث طلب کر رہی ہو؟ میں تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا۔

طبری مزید لکھتے ہیں: اس وقت عثمان تکیہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عائشہ کی بات سنی تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا: ...... کیا تو وہی نہیں ہے جس نے اپنے پیشاب سے وضو کرنے والے بدو کے ساتھ اپنے والد کے سامنے یہ گواہی دی تھی کہ پیغمبروں کی کوئی میراث نہیں ہوتی؟

تاریخ اسلام کی پہلی جھوٹی گواہی

شیخ مفید کتاب اختصاص میں لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سنان نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی اور ابوبکر ان کی جگہ مسند نشین ہوئے تو انہوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے فدک کے وکیل کو بے دخل کر دیا۔

حضرت فاطمہؑ ان کے پاس آئیں اور فرمایا: ابوبکر! تم میرے والد کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی جگہ پر بیٹھ گئے ہو اور تم نے اپنا ایک ملازم بھیج کر فدک سے میرے وکیل کو بے دخل کیا ہے جبکہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے مجھے فدک ہبہ کیا تھا اور میرے پاس ہبہ کے گواہ بھی موجود ہیں۔

اس کے جواب میں ابوبکر نے کہا: انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔

حضرت فاطمہؑ اپنے شوہر کے پاس آئیں اور انہیں ابوبکر کے جواب سے مطلع کیا۔

حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے کہا: آپ ابوبکر کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ اگر انبیاء کی میراث ہی نہیں ہوتی تو قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ کیوں مذکور ہے کہ سلیمانؑ ، داوٗدؑ کے وارث بنے اور حضرت زکریاؑ کی دعا کیوں مذکور ہے کہ اے پروردگار! مجھے فرزند عطا فرما جو میری میراث پائے اور آل یعقوبؑ کی جو میراث مجھے پہنچی ہے وہ اسے بھی حاصل کرے۔

لہذا اگر سلیمانؑ ، داوٗدؑ کے وارث ہوسکتے ہیں اور یحییٰ اپنے والد زکریاؑ کی میراث حاصل کرسکتے ہیں تو میں اپنے والد کی میراث کیوں حاصل نہیں کرسکتی؟

حضرت فاطمہؑ آئیں اور انہوں نے یہ دلیل پیش کی۔

عمر نے کہا: تمہیں تعلیم دی گئی ہے اور تعلیم دینے والے نے تمہیں سکھایا ہے کہ دلیل کو کس طرح سے بیان کرنا ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: اگر میرے شوہر اور ابن عم تعلیم دیں تو آخر اس میں عیب ہی کیا ہے؟

ابوبکر نے کہا: عمر اور عائشہ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''انبیاء کی میراث نہیں ہوتی۔''

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: هذا اول شهادة زُورٍ شَهِدا بها فی الاسلام. یعنی یہ اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی ہے جو ان دونوں نے دی ہے۔

علیؑ اور ام ایمنؓ کی گواہی

پھر حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: فدک کی جاگیر میرے والد نے مجھے عطا کی تھی اور اس کے لئے میرے پاس ''بینہ'' (دو عادل گواہ) موجود ہیں۔

ابوبکر نے کہا: آپ اپنے گواہ پیش کریں۔

حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ اور ام ایمنؓ کو بطور گواہ پیش کیا۔

ابوبکر نے ام ایمنؓ سے کہا: تم نے رسول خداؐ سے فاطمہؑ کے بارے میں کیا سنا ہے؟

ام ایمنؓ اور حضرت علیؑ نے کہا: ہم نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے **فاطمة سيدة نساء اهل الجنة.** فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

پھر ام ایمنؓ نے کہا: جو بی بی خواتین جنت کی سردار ہو وہ کسی کے مال پر ناجائز دعویٰ نہیں کرسکتی اور میں خود بھی خواتین جنت میں سے ایک ہوں اسی لئے جو چیز میں نے رسول خداؐ سے نہ سنی ہوگی وہ چیز کبھی بیان نہیں کروں گی۔

عمر نے کہا: ان چیزوں کو رہنے دو۔ اب یہ بتاؤ کہ تم فاطمہؑ کے متعلق کیا گواہی دیتی ہو؟

ام ایمنؓ نے کہا: ایک دن میں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور رسول خداؐ بھی وہاں تشریف فرما تھے کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ''محمدؐ! اٹھیں اور میرے ساتھ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے پروں سے جاگیر فدک کی حد بندی کروں۔''

رسول خداؐ اٹھے اور جبرئیلؑ کے ساتھ چلے گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپ واپس آئے تو حضرت فاطمہؑ نے ان سے پوچھا تھا کہ اباجان! آپ کہاں گئے تھے؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا: جبرئیلؑ نے اپنے پروں سے میرے لئے فدک کی حد بندی کی ہے اور اس کے تمام حدود متعین کئے ہیں۔

حضرت فاطمہؑ نے اس وقت کہا تھا کہ اباجان میں آپ کے بعد اپنی اقتصادی ضروریات کی فکر کرتی ہوں آپ میری ضروریات پورا کرنے کے لئے فدک مجھے ہبہ کردیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا: میں جاگیر فدک تمہارے اختیار میں دیتا ہوں۔

اس فرمان کے بعد فاطمہؑ نے جاگیر فدک میں تصرف کیا تھا۔

پھر ام ایمنؓ نے کہا کہ رسول خداؐ نے جاگیر فدک ہبہ کرنے کے بعد مجھے اور علیؑ

دونوں سے فرمایا تھا کہ تم دونوں ہبہ فدک کی گواہی دینا۔ (لہذا ہم گواہی دے رہے ہیں)۔

عمر نے کہا: تو ایک عورت ہے اور ہم ایک عورت کی گواہی کو قبول نہیں کر سکتے اور علیؑ کی گواہی بھی اس لئے قابل قبول نہیں ہے کہ اس کی گواہی سے خود اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(یہ سن کر) فاطمہؑ ناراض ہو کر اٹھیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی: اے پروردگار! ان دو افراد نے تیرے نبیؐ کی بیٹی پر ظلم کیا اور اس کا حق چھین لیا، ان سے سخت بدلہ لے۔

پھر آپ ابوبکر کے پاس سے اٹھ کر چلی آئیں۔

حضرت علیؑ اپنی زوجہ کو رات کے وقت گدھے پر سوار کیا کرتے تھے اور انہیں ساتھ لے کر مسلسل چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے دروازوں پر لے گئے اور لوگوں کو اپنی مدد و حمایت کی دعوت دیتے رہے۔

سند فدک کا ٹکڑے ہونا

اس روایت کو نقل کرنے سے قبل میں (مؤلف) عرض کرتا ہوں کہ یہ روایت ہماری نظر میں درجہ اعتبار کی حامل نہیں ہے مگر چونکہ علامہ مجلسی نے اسے بحارالانوار میں نقل کیا ہے اسی لئے ہم بھی ان کی اقتدا کرتے ہوئے اسے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

مذکورہ روایت کا ایک حصہ کچھ یوں ہے:

حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا: جب ابوبکر تنہا ہوں تو آپ ان کے پاس جائیں کیونکہ وہ اپنے ساتھی کی نسبت زیادہ نرم ہیں اور جا کر کہیں کہ تم میرے والد کی جانشینی کا دعویٰ کرتے ہو اور تم ان کی مسند پر بیٹھے ہو لہذا اگر بالفرض فدک تمہارا ہی ہے تو بھی میں تم سے اس کا مطالبہ کرتی ہوں کہ یہ جائیداد مجھے دے دو۔

حضرت فاطمہؑ، ابوبکر کے پاس گئیں اور مذکورہ الفاظ کہے۔ ابوبکر نے کہا: آپ درست کہتی ہیں۔ پھر انہوں نے ایک کاغذ طلب کیا اور فدک واپسی کی تحریر لکھ دی اور وہ تحریر

حضرت فاطمہؑ کے حوالے کی۔

حضرت فاطمہؑ وہ تحریر لے کر ابوبکر کے پاس سے آرہی تھیں کہ راستے میں ان کی ملاقات عمر سے ہوئی اور انہوں نے اس سند کے متعلق پوچھا تو حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: یہ فدک واپسی کا حکم نامہ ہے جو ابوبکر نے میرے لئے تحریر کیا ہے۔

عمر نے سند واپس کرنے کا مطالبہ کیا حضرت زہراؑ نے سند واپس کرنے سے انکار کیا۔ آخرکار عمر نے سختی کی ...... اور سند کو ان سے لے کر اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ اس سختی اور درشتی کی وجہ سے بی بی بیمار ہوگئیں اور پچھتر دن بیمار رہنے کے بعد وفات پاگئیں....... وفات کے وقت انہوں نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ انہیں رات کے وقت دفن کیا جائے اور مذکورہ دو افراد ان کے جنازے میں شامل نہ ہوں اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں۔ پس علیؑ نے ان کی وصیت کے مطابق رات کو انہیں ان کے گھر میں سپرد خاک کردیا۔

رسول خداؐ کا طرز عمل

سیرت نویس لکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو کہ ہجرت نبوی کے دوسرے سال واقع ہوئی تھی، اس میں دیگر کفار کے علاوہ حضرت خدیجہؓ کا بھانجا ابوالعاص بن ربیع [1] بھی شامل تھا، اور وہ رسول خداؐ کی (ربیبہ) بیٹی حضرت زینبؑ کا شوہر تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور ستر کفار قتل ہوئے اور ستر کے قریب کافر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں حضرت زینبؑ کا شوہر ابوالعاص بھی شامل تھا۔

قیدی کافروں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ وہ فدیہ دے کر رہائی حاصل کریں۔ ابوالعاص

۱۔ بعثت سے قبل ابوالعاص کی زینبؑ سے شادی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ فتح مکہ سے قبل مدینہ میں گرفتار ہوا اور اسلام قبول کیا۔ رسول خداؐ نے زینبؑ سے اس کے عقد کی تجدید کی۔ امامہؓ، ابوالعاص اور زینبؓ کی صاحبزادی ہیں کہ جن سے حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق حضرت علیؑ نے شادی کی تھی۔ ابوالعاص کا انتقال ۱۲ھ میں ہوا۔ (اسد الغابہ، ج۵، ص۲۳۶)۔ مترجم فارسی۔

کی رہائی کے لئے اس کی بیوی زینبؑ نے ایک گلو بند بھیجا جو انہیں شادی کے موقع پر ان کی والدہ حضرت خدیجہؑ نے دیا تھا۔

جب رسول خدا نے اس گلوبند کو دیکھا تو آپ کو حضرت خدیجہؑ یاد آ گئیں اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو ہم ابوالعاص کو آزاد کر دیتے ہیں اور ایک بیٹی کو اس کی ماں کا دیا ہوا گلوبند بھی واپس کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! ہماری جان و مال آپ پر قربان ہو۔ ہم اس قیدی کو رہا کرنے پر آمادہ ہیں۔

رسول خداؐ نے ابوالعاص کو فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا اور آپ نے وہ گلوبند بھی واپس کر دیا۔

واقعہ مذکورہ کے حوالے سے مشہور سنی عالم ابن ابی الحدید رقم طراز ہیں:

میں نے یہ روایت اپنے استاد ابوجعفر یحییٰ بن ابی زید نقیب کے سامنے پڑھی تو میرے استاد نے کہا:

کیا اس موقع پر ابوبکر و عمر موجود نہ تھے اور کیا انہوں نے رسول خداؐ کے طرز عمل کا مشاہدہ نہیں کیا تھا؟ اور اگر انہوں نے آنحضرتؐ کے مذکورہ طرز عمل کا مشاہدہ کیا تھا تو انہیں بھی اس سے مہربانی اور ملاطفت کا سبق حاصل کرنا چاہیئے تھا اور اس طرز عمل کی روشنی میں ان کا حق بنتا تھا کہ وہ فاطمہؑ کو فدک دے دیتے اور فدک واپس کر کے فاطمہؑ کے دل کو خوش کرتے اور اس کا طریقہ بڑا آسان تھا جیسا کہ رسول خداؐ نے مسلمانوں سے گلوبند کی واپسی کی درخواست کی تھی وہ بھی ایسا ہی کرتے۔ اگر بالفرض حضرت فاطمہؑ کا حق نہ بھی تھا تو بھی انہیں چاہیئے تھا کہ وہ مسلمانوں سے درخواست کرتے کہ فدک تمہاری جاگیر ہے مگر رسول خداؐ کی پارۂ جگر نے اس مطالبہ کیا ہے اگر تم چاہو تو میں فدک آنحضرتؐ کی صاحبزادی کو دیدوں؟ تو کون سا ایسا مسلمان تھا جو انہیں ایسا کرنے سے روکتا؟ مجھے یقین ہے کہ تمام مسلمان خوش ہو کر بی بی کو فدک دے دیتے۔

کیا فاطمہ زہراؑ کا مقام ان کی بہن زینبؓ سے کم تھا؟ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ فاطمہؑ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور یہ بخشش بھی اس صورت میں ہوتی کہ بی بی کے نام ہبہ فدک ثابت نہ ہوتا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد نقیب ابوجعفر سے کہا کہ حضرت ابوبکر کی بیان کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک مسلمانوں کا حق تھا۔ اسی لئے ابوبکر کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کا حق ان سے لے کر فاطمہؑ کو دے دیتے۔

یہ سن کر میرے استاد نے کہا: ابوالعاص کے فدیہ میں جو گلوبند پیش کیا گیا تھا وہ بھی تو مسلمانوں کا حق تھا۔ اس کے باوجود رسول خداؐ نے مسلمانوں سے گلوبند لے کر اپنی بیٹی کو واپس کر دیا تھا۔

میں نے کہا: رسول خداؐ صاحب شریعت تھے، ان کے فرمان سے بڑھ کر کسی کا فرمان نہیں ہوسکتا تھا جبکہ ابوبکر اس صفت سے محروم تھے۔

میرے استاد نقیب ابوجعفر نے کہا: مگر سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے ابوبکر اتنا تو کر ہی سکتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے درخواست کرتے کہ وہ فدک فاطمہؑ کو بخش دیں۔ آخر رسول خداؐ نے بھی تو مسلمانوں سے زینب کے گلوبند کی واپسی کی درخواست ہی کی تھی۔

اگر ابوبکر مسلمانوں سے کہتے کہ اے مسلمانو! تمہارے نبی کی بیٹی فاطمہؑ تم سے فدک کے چند کھجور کے درخت مانگنا چاہتی ہے کیا تم فدک کی جاگیر انہیں دینے پر آمادہ ہو؟ تو کیا مسلمان نفی میں جواب دیتے؟ ایسا ناممکن تھا۔

میں نے کہا: اتفاق سے قاضی القضاۃ ابوالحسن عبدالجبار بن احمد نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

نقیب نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ شیخین نے بی بی سے بلند نظری اور جوانمردی کا سلوک نہیں کیا اگرچہ انہوں نے دینی طور پر درست کیا تھا۔ (انتہی کلام ابن ابی الحدید)

سید جزوعی کے اشعار

سید جزوعی نے کیا ہی خوب لکھا تھا:

و اتت فاطم تطالب بالار ث من المصطفى فما ورثاها
ليت شعرى لم خالفاسنن القرآن فيها والله قد ابداها
نسخت آية المواريث منها ام هما بعد فرضها بدلاها؟
ام ترى آية المودة لم تأت بود الزهرآء فى قرباها
ثم قالا ابوک جاء بهذا حجة من عناد هم نصباها
قالا للانبياء حكم بان لا يورثوا فى القديم و انتهراها
افبنت النبى لم تدر ان كا ن نبى الهدى بذلک فاها
بضعة من محمدٌ خالفت ما قال حاشا مولاتنا حاشاها
سمعته يقول ذاک و جاء ت تطلب الارث ضلة و سفاها
هى كانت اتقى و كانت افضل الخلق عفة و نزاها
سل بابطال قولهم سورة النمل و سل مريم التى قبل طه
فيهما ينبان عن ارث يحيىٰ و سليمان من اراد انتباها
فدعت و اشتكت الى اللّٰه من ذا ک و فاضت بدمعها مقلتاها
ثم قالت فنحلة من وا لدى المصطفى و لم يتخلاها
فاقامت بها بشهود فقالوا بعلها شاهد لها و ابناها
لم يجيزوا شهادة ابنى رسول اللّٰه هادى الانام اذ ناصباها
لم يكن صادقا على ولا فا طمة عندهم ولا ولداها
اهل بيت لم يعرفوا سنن الجور التباسا عليهم و اشتباها

كان اتقى الله منهم عتيق قبح القائل المحال و شاها
جرعاها من بعد والدها الغيظ مرارا فبئس ما جرعاها
ليت شعرى ما كان ضرهما حفظا لعهد النبى لو حفظاها
كان اكرام خاتم الرسل الها دى البشير النذير لو اكرماها
و لكان الجميل ان يعطياها فد كا لا الجميل ان يقطعاها
اترى المسلمين كانوا يلومو نهما فى العطاء لو اعطياها
كان تحت الخضراء بنت نبى صادق ناطق امين سواها
بنت من ؟ ام من ؟ حليلة من ؟ ويل لمن سن ظلمها و اذا ها

فاطمہؑ اپنے والد کی میراث طلب کرنے کے لئے آئیں لیکن انہوں نے میراث نہ دی گئی۔ کاش میں سمجھ سکتا کہ ان دو افراد نے قرآن کے قوانین کی مخالفت کیوں کی، جبکہ اللہ نے تو قانون واضح کر دیا تھا۔

کیا آیت میراث منسوخ ہوگئی تھی یا انہوں نے خود اس میں تبدیلی کر دی؟ اور کیا آیت مودت میں ''الا المودة فى القربى'' کے ضمن میں زہراؑ اور ان کے رشتہ دار شامل نہ تھے؟

پھر انہوں نے عداوت کی وجہ سے یہ بہانہ بنایا کہ آپ کے والد نے ایسا کہا تھا کہ ''انبیاء کی میراث نہیں ہوتی اور ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔''

پھر انہوں نے کہا: زمانۂ قدیم سے ثابت ہے کہ پیغمبران میراث نہیں چھوڑتے۔ اور اس طرح انہوں نے فاطمہؑ کی میراث کا انکار کیا۔

عجیب بات ہے اگر مصطفیؐ نے ایسا کہا ہوتا تو بنت مصطفیؐ نے اسے کیوں نہ سنا تھا؟

کیا بنت پیغمبر اپنے والد کی مخالفت کر سکتی تھیں؟ حاشا و کلا ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اگر رسول خداؐ نے کہا ہوتا تو حضرت زہراؑ میراث طلب کرنے کے لئے کبھی نہ آتیں۔

حضرت سیدہؑ، کائنات کی سب سے بڑی پرہیزگار خاتون تھیں اور عفت و تقدس میں

ساری دنیا سے افضل تھیں۔خود ساختہ قول کی تردید کیلئے سورۂ نمل موجود ہے اور سورۂ مریم جو سورۂ طٰہٰ سے پہلے ہے۔

یہ سورتیں یحییٰ اور سلیمان کی میراث حاصل کرنے کی گواہی دیتی ہیں جسے جاننے کا شوق ہو وہ انہیں پڑھ لے۔

سیدہ نے بددعا کی اور خدا کے حضور ظلم کا شکوہ کیا اور آپ کی پلکیں آنسوؤں سے بریز ہوگئیں۔

اس کے بعد سیدہ نے اپنے والد کی ہبہ کردہ جاگیر کا مطالبہ کیا مگر اہل حکومت نے وہ جائیداد ان کے حوالے نہ کی۔بی بی نے ہبہ کے گواہ پیش کیے تو کہا گیا کہ اس کے گواہ اس کا شوہر اور اس کے دو بیٹے ہیں۔(جو قابل قبول نہیں)۔

ان لوگوں نے فرزندان رسول کی گواہی قبول نہ کی وہ رسولؐ جو ہادیٔ انسانیت ہیں اور ان سے دشمنی کی۔

ان کے نزدیک علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے بیٹے صادق نہ تھے۔کیا اہلبیت پر، جنہیں ظلم و جور کی روش سے کوئی واسطہ نہ تھا یہ بات مشتبہ ہوگئی تھی؟

ان لوگوں نے بنت پیغمبر کو غصہ کے گھونٹ پلائے اور انہوں نے ایسا کر کے بہت ہی برا کیا۔

اے کاش! اگر وہ عہد رسول کی حفاظت کرتے تو انہیں کیا نقصان ہوتا؟

اور اگر وہ سیدہ کو حق دے دیتے تو یہ رسول خداؐ کے احترام کے مترادف ہوتا۔

اگر وہ فدک واپس کردیتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔فدک کا روکنا غیر مناسب فعل تھا کیونکہ نیلے آسمان کے نیچے سیدہؑ کے علاوہ رسول خداؐ کی کوئی سگی اولاد نہ تھی۔

کم از کم وہ یہ تو دیکھتے کہ بی بی کس کی بیٹی ہیں اور کس کی ماں ہیں اور کس کی زوجہ ہیں۔ان پر ظلم کرنے والوں اور انہیں اذیت دینے والوں پر افسوس ہے۔

حصہ چہارم

فرقت نبیؐ پر بی بی کا غم واندوہ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پوری کائنات کے لئے سب سے بڑا المیہ تھی۔ آپ کی وفات نے ہر چھوٹے بڑے، مرد وعورت کو یکساں متاثر کیا۔ مدینہ کا پورا شہر گریہ وعزا کے شہر میں تبدیل ہوگیا۔ لوگوں کی آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہوا اور مدینہ کے ہر کونے سے گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپ کی وفات سے حجاج بیت اللہ کے احرام باندھنے کا سا منظر پیدا ہوگیا۔ جس طرح سے حجاج احرام باندھ کر روتے ہیں اور ان کے رونے کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اسی طرح سے اہل مدینہ کے رونے کی آوازوں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ ہر شخص آپ کی موت پر گریہ و بکا کر رہا تھا۔ آنحضرتؐ کی موت جہاں اہل مدینہ کے لئے عظیم صدمہ تھی وہاں آپ کے اہلبیت کے لئے قیامت صغریٰ بپا ہونے کا سبب تھی۔ آپؐ کی موت امیرالمومنینؑ کے لئے صدمہ جانکاہ تھی۔ امیرالمومنینؑ پر پڑنے والی یہ مصیبت اگر پہاڑوں پر پڑتی تو وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتے۔

آنحضرتؐ کے خاندان کے بعض افراد شدت غم میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز کا ہوش تک نہ تھا اور ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں تک سلب ہوچکی تھیں۔

الغرض رسول خداؐ سے جس شخص کا جتنا تعلق تھا وہ اس صدمے سے اتنا ہی متاثر ہوا بعض رو رہے تھے، بعض بین کر رہے تھے اور بعض شدید بے تابی اور جزع و فزع میں مبتلا تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات نے جہاں تمام مسلمانوں کو بالعموم اور ان کے خاندان کو بالخصوص متاثر کیا تھا، وہاں سیدۃ کے لئے قیامت کبریٰ قائم کردی تھی۔ حضرت سیدۃ کے غم و اندوہ کا اندازہ خدا کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔ بی بی کے غم میں ہر روز مسلسل اضافہ ہوتا رہتا تھا، آپ کے گریہ و بکا کی آوازیں روزانہ بلند سے بلندتر ہوتی رہتی تھیں اور آپ کا درد دل روزانہ بڑھتا ہی رہتا تھا۔

بابا کی قبر پر گریہ و بکا

راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد سات دن تک حضرت سیدۃ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ آٹھویں دن پیغمبر اکرمؐ کی قبر کی زیارت کے لئے گھر سے باہر نکلیں، اس وقت آپ کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں تھا۔ آپ کی چادر کا پلو زمین پر گھسٹ رہا تھا اور آپ کی چادر آپ کے پاؤں میں لپٹ لپٹ جاتی تھی۔ شدت گریہ کی وجہ سے آپ کو کچھ دکھائی تک نہ دیتا تھا۔ آپ بڑی مشکل سے اپنے والد علیہ السلام کی قبر پر آئیں۔ جیسے ہی آپ قبر مطہر پر پہنچیں تو قبر منور پر گر پڑیں اور بے ہوش ہوگئیں۔ مدینہ کی دوسری مستورات دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے آپ کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جس سے آپ ہوش میں آئیں۔ آپ نے رو کر اپنے والد سے یوں خطاب کیا:

اباجان! میری طاقت ختم ہوگئی، میرا صبر جواب دے گیا، میرے دشمن میرے صدمے سے خوش ہیں۔ آپ کی موت کا صدمہ مجھے ہلاک کردے گا۔

اباجان! میں اکیلی رہ گئی ہوں اور سرگرداں و پریشاں ہوں۔

اباجان! میری آواز خاموش ہوگئی، میری کمر ٹوٹ گئی، میری زندگی بدمزہ ہوگئی اور میرا

زمانہ مکدر ہو گیا۔

اباجان! آپ کے بعد مجھے کوئی اپنا مونس دکھائی نہیں دیتا اور میرے آنسوؤں کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

پھر آپ نے درمندانہ لہجے میں یہ اشعار پڑھے:

ان حزنی علیک حزن جدید و فوادی واللّٰہ صب عنید

کل یوم یزید فیہ شجونی و اکتیابی علیک لیس یبید

یا ابتاہ! من للارامل و المساکین؟ و من للامۃ الی یوم الدین؟

یاابتاہ!امسینابعدک من المستضعفین یا ابتاہ! اصبحت الناس عنا معرضین

فای دمعۃ لفراقک لا تنھمل؟ ای حزن بعدک لا یتصل؟

و ای جفن بعدک بالنوم یکتحل رمیت یاابتاہ! بالخطب الجلیل

آپ کا غم ہر وقت میرے لئے تازہ ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میرا دل اس سے سخت متاثر ہے۔ ہر روز میرے غموں میں اضافہ ہو رہا ہے اور آپ کے فراق کا غم ختم نہیں ہوگا۔

اباجان! آپ کے بعد بیوگان اور مساکین کا مددگار کون ہے اور قیامت تک آپ کی امت کا نگہبان کون ہے؟

اباجان! آپ کے بعد ہمیں کمزور بنا دیا گیا اور لوگوں نے ہم سے منہ موڑ لیا۔

اباجان! وہ آنسو ہی کیا جو آپ کی جدائی پر نہ بہے اور وہ غم ہی کیا جو آپ کے بعد ختم ہو جائے۔آپ کی رحلت کے بعد کون سی آنکھ نیند کا سرمہ لگائے گی۔ اباجان! مجھ پر عظیم مصیبت ٹوٹی ہے۔

اباجان! آپ کی رحلت کوئی معمولی مصیبت نہیں ہے، آپ کا منبر ویران ہو چکا ہے اور آپ کی محراب سے صدائے مناجات سنائی نہیں دیتی۔لیکن آپ کی قبر آپ کو اپنے اندر لے کر خوش ہے۔ میرے حال پر افسوس یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کروں۔

پھر آپ نے ٹھنڈی سانس بھری جس سے آپ کی روح پرواز کرنے کے قریب ہوگئی اور آپ نے یہ اشعار پڑھے:

قل صبری و بان عنی عزائی   بعد فقدی لخاتم الانبیاء

عین یا عین اسکبی الدمع سحا   ویک لا تبخلی بفیض الدماء

یارسول الا له یا خیرة اللّٰه   و کهف الایتام و الضعفاء

لو تری المنبر الذی کنت تعلوه   علاه الظلام بعد الضیآء

یا الهی عجل وفاتی سریعا   قد نغصت الحیاة یا مولائی

جب سے میں نے خاتم الانبیاءؐ کو کھویا ہے تب سے میرا صبر کم ہوگیا اور میرا قرار جاتا رہا۔

اے آنکھ! اے آنکھ! دل کھول کر آنسو بہا، تجھ پر افسوس خون بہانے سے بھی دریغ نہ کر۔

اے اللہ کے رسولؐ! اے اللہ کے مختار اور یتیموں، ضعیفوں کو پناہ دینے والے! آپ اس منبر کو دیکھیں جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے کہ اس پر روشنی کے بعد تاریکی چھا گئی ہے۔

خدایا! مجھے جلدی سے موت دیدے۔ میرے مولا! میں زندگی سے تنگ آ چکی ہوں۔

گریۂ زہراؑ اور اہل مدینہ کی جفا

اس کے بعد حضرت سیدہ اپنے گھر تشریف لائیں۔ گھر میں آپ دن رات روتی رہتی تھیں اور کسی طرح سے بھی آپ کو قرار میسر نہ آتا تھا جس سے مدینہ کے لوگ تنگ آ گئے۔ چند بزرگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا: فاطمہؑ دن رات روتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے ہم رات کو سو نہیں سکتے اور دن کو سکون حاصل نہیں کر سکتے۔ آپ ان سے کہیں کہ وہ اگر رات کو روئیں تو ہم دن کو آرام کریں اور اگر وہ دن کے وقت روئیں تو ہم رات کو آرام کریں۔

حضرت علیؑ نے کہا: میں تم لوگوں کا پیغام انہیں پہنچا دوں گا۔

امیرالمومنینؑ گھر میں تشریف لائے اور اپنی زوجہ کو روتے ہوئے پایا۔ حضرت سیدۃ نے اپنے شوہر کو دیکھا تو کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگئیں۔

حضرت علیؑ نے ان سے کہا: مدینے کے بزرگوں نے مجھ سے تقاضا کیا ہے کہ آپ رونے کا وقت مقرر کریں۔ یا دن کو روئیں یا رات کو روئیں۔

حضرت سیدۃ نے عرض کی: اے ابوالحسنؑ! ان لوگوں میں میری زندگی بہت کم رہ گئی ہے اور میں عنقریب یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔ خدا کی قسم! میں مسلسل اپنے والد کو روتی رہوں گی۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس چلی جاؤں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے بی بی کے لئے قبرستان بقیع میں ایک سائبان تیار کیا جس کا نام **بیت الاحزان** رکھا گیا۔[1]

حضرت فاطمہؑ روزانہ حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لے کر بیت الاحزان میں چلی جاتی تھیں جہاں شام تک آپ اپنے والد علیہ السلام کو رویا کرتی تھیں اور جیسے ہی شام ہوتی حضرت علیؑ وہاں آتے اور بی بی کو ساتھ لے کر گھر آ جاتے تھے۔

بی بی کے جگر سوز اشعار

روایت ہے کہ رسول خداؐ کی وفات اور اہل اقتدار کی طرف سے ظلم و ستم سہنے کی وجہ سے بی بی بیمار ہوگئیں۔ آپ اتنی کمزور اور لاغر ہوگئی تھیں کہ آپ کے جسم اطہر کا گوشت تحلیل ہوگیا تھا اور آپ کا وجود اطہر ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہوگیا تھا۔

روایات میں ہے کہ حضرت سیدۃ، خاتم الانبیاءؐ کی وفات کے بعد ہمیشہ سر پر غم کی پٹی باندھے رہتی تھیں، شدت غم سے آپ کا جسم اطہر روز بروز تحلیل ہونے لگا تھا اور آپ کا دل جلتا

۱۔ یہ پہلا عزاخانہ تھا جسے حضرت علیؑ نے تعمیر کیا اور حضرت زہراؑ جہاں روئی تھیں۔ ہمارے عزاخانے بھی اسی پہلے عزاخانے کی نقل ہیں۔ (مترجم اردو)

رہتا تھا۔ فراق پدر کی وجہ سے آپ کی آنکھیں روتی رہتی تھیں۔ کبھی بے ہوش ہو جاتیں اور کبھی ہوش میں آجاتی تھیں۔ آپ اپنے فرزندوں سے مسلسل یہ کہا کرتی تھیں:

تمہارا وہ باپ کہاں ہے جو تمہیں ہمیشہ عزیز رکھتا تھا؟

تمہارا وہ باپ کہاں ہے جو تمہیں اپنے کندھوں پر سوار کئے رہتا تھا؟

تمہارا وہ باپ کہاں ہے جو تمہارے لئے از حد شفیق اور مہربان تھا؟

تمہارا وہ باپ کہاں ہے جو تمہیں زمین پر چلنے نہ دیتا تھا اور ہر وقت تمہیں اٹھائے رہتا تھا؟

اب وہ دروازہ پھر کبھی نہ کھلے گا اور پھر تمہارا باپ تمہیں اپنے کندھے پر سوار نہ کریگا۔

رسول خداؐ نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنی بیٹی کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ ثابت ہوا۔ آپ ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ کسی وقت وحی کے منقطع ہونے کو یاد کرتیں تو رونے لگ جاتیں اور کبھی والد کے فراق کو یاد کرتیں تو بین کرنے لگ جاتیں۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوتا اور آپ کو اپنے والد کی تلاوت قرآن کی دلنشین آواز سنائی نہ دیتی تو آپ وحشت زدہ ہو جاتیں اور کبھی آپ اپنی موجودہ زندگی کا موازنہ اپنے والد کے زمانے کی زندگی سے کرتیں جس میں آپ کو عزت و حشمت حاصل تھی تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔

آپ اپنے والد کی قبر اطہر پر آتیں اور بابا کے مرثیے میں یہ اشعار پڑھتی تھیں:

ماذا على من شمَّ تربة احمد   ان لا يشمَّ مدى الزمان غواليا

صُبَّت عَلَيَّ مَصَائِبُ لَو اَنَّها   صُبَّت عَلَى ٱلاَيَّام صِرنَ لَيَاَ لِياً

جس نے زندگی میں تربت احمدؐ کی خوشبو کو سونگھ لیا تو وہ اگر پوری زندگی کوئی دوسری خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مجھ پر اتنے مصائب آئے کہ اگر وہ مصائب دنوں پر نازل ہوتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔

بجانم ریختہ چندان غم و درد و مصیبتہا

کہ گر بر روزہا ریزند گردد تیرہ چوں شبہا

کبھی آپ یہ اشعار پڑھتی تھیں:

اذا مات یوما میت قلّ ذکرہ و ذکر ابی مذمات و اللّٰہ ازید
تذکرت لمّا فرق الموت بیننا فعزّیت نفسی بالنبی محمدً
فقلت لہا ان الممات سبیلنا و من لم یمت فی یومہ مات فی غدٍ

مرنے کے بعد ہر شخص کا ذکر کم ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم! موت کے بعد میرے والد کا ذکر زیادہ ہو چکا ہے۔ جب موت نے ہمارے درمیان جدائی ڈالی تو میں نے اپنے آپ کو رسول اکرم محمد مصطفیؐ کے ذریعے سے تسلی دی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ موت ہی ہمارا راستہ ہے اور جو آج نہ مرا وہ کل ضرور مرے گا۔

کبھی آپ یہ اشعار پڑھتی تھیں:

اذا اشتد شوقی زرت قبرک باکیا انوح و اشکو لا اراک مجاوبی
فیا ساکن الغبرآء علمتنی البکاء و ذکرک انسانی جمیع المصائب
فان کنت عنی فی التراب مغیبا فما کنت عن قلبی الحزین بغائب

جب میرے شوق دیدار میں اضافہ ہوتا ہے تو میں روتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کرتی ہوں، آپ کی قبر پر نوحہ پڑھتی ہوں اور جدائی کا شکوہ کرتی ہوں لیکن آپ مجھے جواب نہیں دیتے۔ دامن خاک میں آرام کرنے والے! آپ نے مجھے رونا سکھا دیا اور آپ کے ذکر نے مجھے تمام مصائب فراموش کرادیئے۔ اگرچہ آپ مجھ سے جدا ہو کر مٹی میں چھپ گئے ہیں لیکن آپ میرے غمگین دل سے غائب نہیں ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے رسول خداؐ کے جنازۂ اطہر کو ایک پیراہن میں غسل دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت سیدہ نے ان سے اس پیراہن کے دیکھنے کی خواہش کی تو حضرت علیؑ نے وہ پیراہن انہیں دکھایا۔ بی بی نے جیسے ہی وہ پیراہن دیکھا تو اسے منہ پر رکھ کر اس سے خوشبوئے نبوت کو سونگھا اور بے ہوش ہو گئیں۔

جب حضرت علیؑ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ کی تو آپ نے وہ پیراہن اٹھا لیا اور بی بی سے چھپا دیا۔

سیدۃ اور اذان بلالؓ

رسول خداؐ کی وفات کے بعد بلالؓ حبشی نے اذان دینی چھوڑ دی تھی (تا کہ اس اذان کو کسی کی تائید نہ سمجھا جائے)۔

ایک مرتبہ حضرت سیدۃ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ میں اپنے والد کے مؤذن کی آواز میں اذان سنوں۔

جیسے ہی بلالؓ کو بی بی کی خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے اذان دی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو بی بی کو اپنے والد کا زمانہ یاد آیا۔ آپ بے ساختہ رونے لگیں جب بلال اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو بی بی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔

لوگوں نے بلالؓ سے کہا کہ اذان ختم کرو۔ رسول خداؐ کی بیٹی اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں۔ بلالؓ نے اذان روک دی اور جب سیدۃ کو ہوش آیا تو آپ نے ان سے اذان مکمل کرنے کی خواہش کی۔

بلال نے بڑے ادب سے معذرت کرتے ہوئے کہا: سیدۃ النساء! میں اس خدمت سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میری اذان سن کر آپ کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔

حضرت سیدۃ نے بلالؓ کو معاف کردیا۔

سیدۃ شہدائے احد کی قبور پر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاطمہؑ، رسول خداؐ کے بعد پچھتر دن تک زندہ رہیں اور اس تمام مدت میں کسی نے آپ کو خوش ہوتے اور ہنستے ہوئے نہ پایا۔ آپ ہر ہفتے میں دو بار یعنی پیر اور جمعرات کے دن شہدائے احد کی قبروں پر جاتی تھیں اور وہاں اشارہ کر

کے کہتی تھیں ''رسول خداً یہاں تھے اور مشرکین یہاں تھے۔'' (احد کی جنگ سے مراد تھی)۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ حضرت سیدۃ وہاں نماز پڑھتی تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور زندگی کے آخری ایام تک آپ کے معمول میں کوئی فرق نہ آیا۔

محمود بن لبید کا بیان ہے: رسول خداً کی وفات کے بعد فاطمہ شہدائے احد کی قبروں پر آتی تھیں اور حضرت حمزہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔

ایک دن میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ بی بی، حضرت حمزہؓ کی قبر پر بیٹھ کر رو رہی تھیں۔ میں نے انہیں ان کے حال پر رہنے دیا۔ جب سیدہ رو چکیں تو میں ان کے حضور حاضر ہوا اور میں نے سیدۃ کو سلام کر کے عرض کیا: سیدۃ النساء! آپ کے دردناک بین سن کر میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: اے ابوعمر! مجھے رونا ہی چاہئے کہ میں دنیا کے سب سے بہتر والد حضرت رسول خداً کو کھو چکی ہوں۔ آہ! میں ان کے دیدار کی کس قدر مشتاق ہوں۔

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

اذ مات میت قل ذکرہ   و ذکر ابی مذمات واللّٰہ اکثر

ہر مرنے والا کا ذکر اس کی موت کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے لیکن خدا کی قسم میرے والد کی وفات کے بعد ان کا ذکر بڑھ گیا ہے۔

جناب سیدہؑ کی دعا اور ان کی وصیت

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول خداً کی رحلت کے ساٹھ دن بعد حضرت زہراؑ بیمار ہوئیں اور جب ان کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو آپ نے یہ دعا پڑھی: یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحمَتِکَ اسْتَغِیثُ فَاَغِثْنِي ، اَللّٰھُمَّ زَحْزِحْنِی عَنِ النَّارِ وَ اَدخِلْنِی الجَنَّۃَ وَ اَلحِقنِی بِاَبِی مُحَمَّدٍ۔ یعنی اے زندہ و توانا خدا! میں تیری رحمت کی پناہ لیتی ہوں، تو مجھے پناہ دے۔ مجھے

آتش دوزخ سے دور رکھ۔ مجھے جنت میں داخل فرما اور مجھے میرے والد محمد مصطفیؐ سے ملحق فرما۔

حضرت علیؑ نے سیدہؑ سے فرمایا: خدا تمہیں عافیت عطا کرے گا اور تمہیں زندگی دے گا۔

حضرت سیدہؑ کہتی تھیں: خدا کے حضور پیش ہونے کا وقت بالکل قریب آ چکا ہے۔

حضرت سیدہؑ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی: میری وفات کے بعد ''امامہ'' بنت ابوالعاص سے شادی کرنا، وہ میری بہن زینب کی بیٹی ہے اور میری اولاد کے لئے مہربان ثابت ہوگی۔

ایک اور روایت میں مذکورہ ہے:

حضرت سیدہؑ نے اپنے شوہر سے عرض کی: میں آپ سے ایک حاجت رکھتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں آپ کی حاجت پوری کروں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: آپ کو خدا اور میرے والد محمد مصطفیؐ کی قسم دیتی ہوں کہ ابوبکر و عمر میری نماز جنازہ میں شامل نہ ہوں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں نے آج تک کوئی چیز آپ سے نہیں چھپائی۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

یا فاطمة انک اول من یلحق بی من اهل بیتی فکنت اکره ان اسوئک.

یعنی اے فاطمہؑ! میرے اہلبیت میں سے تو سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی۔

اور میں آپ کو یہ بات بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

رسول خداؐ کی وفات کے پچاس دن بعد حضرت زہراؑ کی بیماری کا آغاز ہوا۔ اس بیماری سے بی بی کو اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ مزید زندہ نہ رہ سکیں اسی لئے انہوں نے حضرت علیؑ سے وعدہ لیا کہ وہ ان کی وصیت پر ہر صورت میں عمل کرینگے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے جو کہ حضرت زہراؑ کی وفات سے فکرمند تھے، وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی وصیت پر عمل کرینگے۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: اے ابوالحسنؑ! رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ان کے اہلبیتؑ میں سے سب سے پہلے میں ہی ان سے ملاقات کروں گی۔ اسی لئے خدا کے حکم پر صبر

کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ تقدیر خداوندی پر آپ کو راضی رہنا چاہئے۔ رات کے وقت مجھے غسل وکفن دے کر دفن کر دینا۔

حضرت علیؑ نے حضرت سیدہؑ کی وصیت پر عمل کیا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: مجھے خواب میں رسول خداؐ کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی ان سے شکایت کی۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے لئے آخرت کا ابدی گھر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے اور تم جلد ہی ہمارے پاس آجاؤ گی۔

آخری ایام

حضرت زہراؑ کی عمر اور ان کی گفتگو

حضرت سیدہؑ کی شیخین سے گفتگو

جب حضرت زہراؑ مرض الموت میں گرفتار ہوئیں تو آپ نے اپنے شوہر سے درخواست کی تھی کہ وہ ان کی حالت کو پوشیدہ رکھیں اور ان کی شدید بیماری کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائیں۔

چنانچہ حضرت علیؑ اور اسماء بنت عمیسؓ (جو اس وقت حضرت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں) ان کی تیمارداری کرتے رہے۔ اس سے قبل پیغمبر اکرمؐ بھی حضرت سیدہؑ کو ان کی بیماری کی اطلاع دے چکے تھے اور پیغمبر خداؐ نے آپ کو امت کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم سے بھی باخبر کیا تھا۔

پھر حضرت زہراؑ کی بیماری اور درد میں شدت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو ان کی تیمارداری کے لئے بھیجا تاکہ سیدہ ان سے سکون محسوس کریں۔

جب بیماری نے شدت اختیار کی تو شیخین کو بھی سیدہؑ کی بیماری کا پتا چل گیا اور وہ دونوں بی بی کی عیادت کے لئے ان کے دروازے پر آئے لیکن بی بی نے انہیں اندر

آنے کی اجازت نہ دی۔

حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی اور ان سے کہا: (آپ جانتے ہیں کہ) ابوبکر بوڑھے اور نازک دل شخص ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کے یارغار اور صحابی ہیں اور ہم کئی بار یہاں آچکے ہیں اور ہم نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن ہر بار فاطمہؑ نے ہمیں داخل ہونے سے روک دیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو فاطمہؑ سے ہمارے لئے اجازت طلب کریں تاکہ ہم ان کی عیادت کرسکیں۔

حضرت علیؑ نے کہا: اچھا میں فاطمہؑ سے اجازت لوں گا۔

امیر المؤمنینؑ حضرت سیدہؑ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: دختر پیغمبر آپ جانتی ہیں کہ یہ دو شخص کئی بار آپ سے اجازت طلب کرچکے ہیں لیکن آپ نے ہر بار انہیں اجازت نہیں دی۔ اب انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کے لئے آپ سے اجازت حاصل کروں۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: خدا کی قسم! میں انہیں اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گی اور ان سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ یہاں تک کہ میں اپنے والد سے ملاقات کروں گی اور ان سے ان دونوں کے مظالم کی شکایت کروں گی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے انہیں اجازت کی ضمانت دی ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: ان کنت قد ضمنت لهما شيئا فالبيت بيتک والنساء تبتع الرجال لا اخالف عليک بشئ فاذن لمن احببت

اگر آپ انہیں ضمانت دے ہی چکے ہیں تو یہ آپ کا ہی گھر ہے اور عورتیں اپنے مردوں کی پیروی کرتی ہیں۔ میں کسی بات میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گی۔ آپ جسے چاہیں اجازت دیں۔

حضرت علیؑ گھر سے باہر آئے اور انہوں نے شیخین کو ملنے کی خبر دی۔ یہ خبر سن کر

آخری ایام

حضرت زہراؑ کی عمر اور ان کی گفتگو

حضرت سیدہؑ کی شیخین سے گفتگو

جب حضرت زہراؑ مرض الموت میں گرفتار ہوئیں تو آپ نے اپنے شوہر سے درخواست کی تھی کہ وہ ان کی حالت کو پوشیدہ رکھیں اور ان کی شدید بیماری کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائیں۔

چنانچہ حضرت علیؑ اور اسماء بنت عمیسؓ (جو اس وقت حضرت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں) ان کی تیمارداری کرتے رہے۔ اس سے قبل پیغمبر اکرمؐ بھی حضرت سیدہؑ کو ان کی بیماری کی اطلاع دے چکے تھے اور پیغمبر خداؐ نے آپ کو امت کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم سے بھی باخبر کیا تھا۔

پھر حضرت زہراؑ کی بیماری اور درد میں شدت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو ان کی تیمارداری کے لئے بھیجا تاکہ سیدہؑ ان سے سکون محسوس کریں۔

جب بیماری نے شدت اختیار کی تو شیخین کو بھی سیدہؑ کی بیماری کا پتا چل گیا اور وہ دونوں بی بی کی عیادت کے لئے ان کے دروازے پر آئے لیکن بی بی نے انہیں اندر

شیخین بی بی کے گھر میں داخل ہوئے اور جب ان کی نگاہ بی بی پر پڑی تو انہوں نے آپ کو سلام کیا لیکن بی بی نے سلام کا کوئی جواب نہ دیا اور ان سے اپنا چہرہ پھیرلیا۔ شیخین کئی بار سامنے آئے لیکن ہر بار بی بی نے ان سے اپنا چہرہ پھیرلیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ سے کہا: میرے چہرے پر کپڑا ڈال دو۔

پھر آپ نے گھر میں موجود خواتین سے فرمایا کہ وہ ان کا رخ تبدیل کردیں۔ رخ تبدیل ہونے کے بعد بھی شیخین ان کے سامنے آئے اور انہوں نے بی بی سے راضی ہونے اور سابقہ غلطیوں سے درگزر کرنے کی درخواست کی۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ کیا تمہیں وہ موقع یاد ہے جب میرے والد نے علیؑ کے ایک معاملے کے سلسلے میں تمہیں آدھی رات کے وقت طلب کیا تھا؟

شیخین نے کہا: جی ہاں! ہمیں وہ موقع اچھی طرح سے یاد ہے۔

پھر حضرت سیدہؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم! کیا تم نے پیغمبر اکرمؐ سے یہ الفاظ نہیں سنے تھے: **فاطمة منی و انا منها ، من آذاها فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللّٰه....** یعنی فاطمہؑ مجھ سے ہے اور میں فاطمہؑ سے ہوں، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ جس نے اسے میری وفات کے بعد اذیت دی تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے مجھے زندگی میں اذیت دی ہو اور جس نے اسے میری زندگی میں اذیت دی تو وہ ایسا ہے جس نے اسے میری وفات کے بعد اذیت دی ہو۔

ان دونوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے پیغمبر اکرمؐ سے یہ حدیث سنی تھی۔

پھر سیدہؑ نے کہا: خدایا! تیری حمد اور شکر ہے۔ اس کے بعد آپ خدا کی طرف متوجہ ہوئیں اور عرض کی کہ خدایا! میں تجھے گواہ بناتی ہوں اور یہاں پر موجود تمام حاضرین کو گواہ بناتی ہوں اور تم اس کی گواہی دینا کہ ان دو اشخاص نے میری زندگی میں اور میری موت کے وقت

مجھے تکلیف دی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے خدا کے حضور پیش ہونے سے پہلے ان سے ایک لفظ بھی نہ کہوں گی اور میں تمہارے ظلم و ستم کی خدا کے سامنے فریاد کروں گی۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

حضرت سیدہ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: خدایا! ان دو افراد نے مجھے اذیت دی ہے اور میں تیرے اور تیرے رسولؐ کے سامنے ان کی شکایت کرتی ہوں۔ خدا کی قسم! میں تم دونوں سے ہرگز راضی نہ ہوں گی یہاں تک کہ اپنے والد سے ملاقات کروں اور میں تمہارے طرز عمل کی آنحضرتؐ کو خبر کروں گی اور وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

اس وقت حضرت ابوبکر نے چیخ کر کہا: مجھ پر افسوس، ہائے عذاب الٰہی کے لئے افسوس!! ہائے کاش میری ماں نے مجھے جنم نہ دیا ہوتا۔

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: مجھے تعجب ہے کہ لوگوں نے تجھے اپنا رہبر کیسے بنا لیا ہے؟ تو ایک پیر فرتوت ہے اور تیری حالت یہ ہے کہ ایک عورت کی ناراضگی کی وجہ سے بے تاب ہو رہا ہے اور ایک عورت کی رضامندی سے خوش ہوتا ہے۔ اگر کسی پر عورت ناراض بھی ہو جائے تو اس سے کیا ہوگا؟ پھر وہ دونوں اٹھے اور چلے گئے۔[1]

اس وقت حضرت سیدہ نے حضرت علیؑ سے کہا: کیا میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

حضرت فاطمہؑ نے عرض کی: اب اگر میں آپ سے کچھ طلب کروں تو کیا آپ مجھے وہ چیز دیں گے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

حضرت سیدہ نے عرض کی: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ یہ دو اشخاص مجھ پر نماز جنازہ نہ پڑھیں اور میری قبر پر نہ آئیں۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۸۰ھ) ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ مصر

تابوت بنانے کا حکم

روایت ہے کہ حضرت سیدۃ نے اسماء بنت عمیسؓ سے فرمایا: جس طرح سے لوگ عورتوں کے جنازے لے کر جاتے ہیں مجھے وہ طریقہ ناپسند ہے۔ لوگ جنازہ پر کپڑا ڈال دیتے ہیں جبکہ مرنے والے کا جسم کپڑے کے نیچے سے دکھائی دیتا ہے اور ہر دیکھنے والے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا۔ میں انتہائی کمزور ہو چکی ہوں اور میرا گوشت تحلیل ہو چکا ہے، کیا تم میرے لئے کوئی ایسی چیز نہیں بنا سکتیں جس سے میرا جسم چھپ جائے؟

اسماء نے عرض کی: میں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ لوگ جنازے کے لئے تابوت تیار کرتے تھے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کو تابوت بنا کر دکھاتی ہوں۔[1]

حضرت سیدۃ نے فرمایا: ہاں! وہ تابوت بنا کر دکھاؤ۔

اسماء بنت عمیسؓ نے ایک چارپائی منگوائی اور پھر کھجور کی لکڑیاں طلب کیں اور چارپائی کے ساتھ انہیں باندھ دیا اور پھر اس پر کپڑا ڈال دیا اور حضرت سیدۃ سے کہا کہ حبشہ میں ایسے ہی تابوت بنائے جاتے ہیں۔

جناب سیدۃ کو تابوت پسند آیا اور فرمایا: خدایا! جس طرح سے اسماء نے میرے جسم کو چھپایا ہے تو بھی اس کے جسم کو دوزخ سے چھپا۔

منقول ہے کہ اس تابوت کو دیکھ کر آپ ہنس دیں جبکہ وفات رسولؐ کے بعد آپ نے ہنسنا چھوڑ دیا تھا اور آپ نے فرمایا: یہ تابوت بہت اچھا ہے اس سے میت کے مرد و عورت ہونے کی پہچان نہیں ہو سکتی۔[2]

۱۔ اسماء حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ تھیں۔ تقریباً پندرہ سال حبشہ میں ان کے ساتھ رہیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے شادی کی۔ محمد بن ابی بکر ان ہی کے فرزند تھے۔ ان کی تیسری شادی حضرت علیؑ سے ہوئی

۲۔ کشف الغمہ، جلد دوم، صفحہ ۶۷۔ بروایت ابن عباس۔

مستورات مدینہ کی عیادت اور سیدۃ کا خطبہ

کتاب احتجاج طبرسی (ج ۱۔ص ۱۴۸) میں سوید بن غفلہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سیدہ بیمار ہوئیں تو مہاجرین و انصار کی عورتیں آپ کی عیادت کے لئے آئیں۔ انہوں نے آپ سے احوال پرسی کرتے ہوئے کہا: آپ کی بیماری کا کیا حال ہے؟

حضرت سیدۃ نے ان کے اس سوال کے جواب میں خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء اور پیغمبر اکرمؐ پر درود و سلام کے بعد آپ نے فرمایا: میں نے آج اس حالت میں صبح کی ہے کہ تمہاری دنیا سے بے زار ہوں، تمہارے مردوں کی دشمن ہوں، میں نے انہیں اس طرح سے دور کیا ہے جیسا کہ فاسد خرما تھوک دیا جاتا ہے اور میں نے پوری طرح آزمانے کے بعد ان سے دشمنی کی ہے۔

برا ہو تلوار کی دھار کے کند ہونے کا اور محنت و مشقت کے بعد کھیل کود میں لگ جانے کا۔ سنگ خارا پر سر مارنا کتنا برا ہے اور نیزوں کا ڈھیلا ہو جانا اور آراء کا فاسد ہونا اور خواہشات کی پھسلن کتنی بری ہے۔ ان کے نفسوں نے بہت برا توشہ آگے کے لئے روانہ کیا ہے جس کی وجہ سے خدا ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

بخدا حکومت و سلطنت نے ان کی گردن میں اپنا پھندا ڈال دیا ہے، ان پر اپنا بوجھ لاد دیا ہے اور دنیا نے ان پر اپنی ذلت ڈال دی ہے۔ خدا ظالموں کی ناک کاٹے، انہیں بے دست و پا کرے اور انہیں اپنی رحمت سے دور رکھے۔

ان کے لئے افسوس ہے کہ آخر ان لوگوں نے خلافت کو رسالت کے لنگر سے کیوں دور کردیا؟ اور ان لوگوں نے خلافت کو نبوت و رہنمائی اور روح الامین کے اترنے کے مقام پر دنیا و دین کے ماہر افراد سے کیوں دور کردیا ہے؟

آگاہ رہو! تمہارے مردوں کے کردار کا نقصان واضح ہے۔ آخر یہ لوگ ابوالحسنؑ سے

کیوں ناراض ہیں؟

یہ لوگ خدا کی قسم! ابوالحسنؑ کی تلوار کے بے دریغ استعمال سے ناراض ہیں۔ یہ لوگ ابوالحسنؑ سے اس لئے ناراض ہیں کہ وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ ان کی سخت جنگ اور ان کے عذاب جیسے حملوں اور خدا کے بارے میں ان کی جرأت و ہمت کی وجہ سے ناراض ہیں۔

خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ابوالحسنؑ سے وہ مہار جدا نہ کرتے جو رسول خداؐ نے ان کے حوالے کی تھی تو ابوالحسنؑ بھی اسے کبھی خود نہ چھوڑتے۔ وہ اس مہار کے سہارے لوگوں کو بڑی نرم روی سے لے چلتے، مہار کا چوبی حلقہ زخم نہ پہنچاتا اور ابوالحسنؑ انہیں ایسے گھاٹ پر لے جاتے جس کا پانی آب باراں کی طرح سے صاف و شفاف اور وافر مقدار میں ہوتا اور پانی اپنی کثرت کی وجہ سے دونوں کناروں سے اچھل کر بہتا اور اس کے دونوں کنارے کبھی گندے اور مکدر نہ ہوتے۔ پھر ابوالحسنؑ انہیں سیر و سیراب کر کے واپس لاتے اور ظاہر و باطن میں ان کی خیرخواہی کرتے اور دولت سے اپنی کوئی زینت نہ کرتے اور دنیا سے کوئی حصہ نہ لیتے سوائے اتنی مقدار کے جو ایک پیاسے کی پیاس بجھا دے اور بھوکے کو سیر کر دے تب لوگوں کو دنیا سے منہ پھیرنے والے اور دنیا کے طلبگاروں اور سچ بولنے والے اور جھوٹ بولنے والے کے فرق کا پتا چل جاتا۔

ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السمآء والارض ولكن كذبوا فاخذنهم بما كانوا يكسبون (سورہ اعراف آیت ۹۶)

اور اگر اہل قریہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں پکڑ لیا۔

والذين ظلموا من هولاء سيصيبهم سئيات ما كسبوا وماهم بمعجزين

(سورہ زمر آیت ۵۱) ان لوگوں میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے ان کو عنقریب ان کی برائی کا بدلہ ملے گا اور وہ خدا کو عاجز نہ کرسکیں گے۔

آؤ اور میری بات غور سے سنو! جب تک تم زندہ رہو گے تب تک زمانہ تمہیں نت نئی چیزیں دکھاتا رہے گا اور اگر تم تعجب کرو تو ان کی باتیں ہیں ہی عجیب۔

اے کاش! میں معلوم کرسکتی کہ ان لوگوں نے علیؑ کو چھوڑ کر کس کا سہارا لیا ہے اور کس ستون پر بھروسہ کیا ہے اور انہوں نے کس حلقہ رسّی کو پکڑا ہے اور یہ لوگ اولادِ رسولؐ کو چھوڑ کر کس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اور یہ لوگ کس سے وابستہ ہوئے ہیں؟ سرپرست کتنا برا ہے اور وہ ساتھی کتنا برا ہے جس کی پناہ میں آئے ہیں اور ظالموں کے لئے برا بدلہ ہے۔ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہماری مدد سے ہاتھ سے کھینچ لیا ہے۔ خدا کی قسم! انہوں نے بازوؤں کے پروں کے بدلے دم کے پروں کو پکڑا ہے۔ ان لوگوں نے گردن کے قریب پیٹھ کے بالائی حصے کی بجائے پچھلے حصے کو منتخب کیا ہے۔ خدا اس قوم کے خیرخواہ کی ناک کو خاک آلودہ کرے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ آگاہ رہو! یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع ام من لا یھدی. الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون. (سورۂ یونس آیت ۳۵) آیا وہ شخص اتباع کے قابل ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہو یا وہ شخص جو خود ہی ہدایت کا محتاج ہو۔ تمہیں کیا ہوگیا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

مجھے اپنی جان کی قسم! خلافت کی اونٹنی حاملہ ہوچکی ہے، اس کے بچہ جننے تک انتظار کرلو، پھر پیالے بھر بھر کر تازہ خون اور مہلک زہر اس کے تھنوں سے دوہ لینا۔ اس وقت باطل پرست گھاٹے میں رہیں گے، گمراہ خود اپنے کئے کی سزا پائیں گے اور آنے والی نسلوں کو پتا چلے گا کہ ان کے بزرگوں نے کس چیز کی بنیاد رکھی تھی۔ تم لوگ اپنی دنیا کے سلسلے میں مطمئن رہو اور اس کے ساتھ ساتھ فتنہ کے لئے دلوں کو آمادہ کرلو اور تیز دھار تلوار کی خوش خبری لے لو اور ظالم

بے انصاف افراد کے تسلط اور مستقل بے چینی یعنی ہرج و مرج اور ظالموں کی استبداد گری کے لئے تمہیں مبارک باد ہو۔ (آئندہ) ایسے ظالم اقتدار پر آئیں گے جو تمہارے مال کی قیمت کو کم کردیں گے اور تمہاری جماعت کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اس وقت حسرت کرو گے کہ کیوں صحیح رہبروں سے منحرف ہوئے کہ اس وقت تمہارے دل اندھے ہو رہے ہیں۔

تم پر افسوس ہے، اب تم راہ راست پر کیسے آسکتے ہو جبکہ سیدھی راہ تو تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے، تو ہم زبردستی اسے تمہارے گلے میں کیسے ڈال سکتے ہیں جبکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔

مستورات کے ذریعے سے پیغام رسانی

سوید بن غفلہ کہتے ہیں

جب حضرت سیدۃ کی یہ گفتگو عورتوں نے اپنے خاندان کے مردوں کو سنائی تو مہاجرین و انصار کا ایک گروہ بی بی کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا سیدۃ النساء! اگر ابوالحسنؑ اس خلافت کے قائم ہونے سے پہلے ہم سے اس کا ذکر کرتے تو ہم انہیں چھوڑ کر کسی دوسرے کو اختیار نہ کرتے۔ لیکن ابوبکر نے پیش دستی کی اور ہم نے ان کی بیعت کرلی۔

حضرت سیدۃ نے ان عذر تراشوں سے فرمایا: تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ تمہاری تقصیر اور کوتاہی کے بعد اب معذرت کی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔

ام المومنینؑ سے گفتگو

علامہ مجلسی بحارالانوار میں تفسیر عیاشی کے حوالے سے رقم طراز ہیں

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدۃ کی عیادت کے لئے آئیں اور عرض کی۔ اے دختر رسولؐ! اس بیماری میں آپ نے صبح کیسے کی؟

بی بی نے فرمایا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ اپنے آپ کو دو عظیم صدموں کے درمیان محسوس کرتی ہوں۔ (۱) میرا جگر اپنے والد کی وفات سے داغ داغ ہے اور وہ خون کی مانند ہو چکا ہے۔ (۲) وصی رسولؐ پر لوگوں کے مظالم کو دیکھ کر میرے دل سے شعلے اٹھ رہے ہیں۔

خدا کی قسم! ان لوگوں نے امیرالمومنینؑ کے مقام کی توہین کی اور امیرالمومنینؑ نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ ان سے مقام خلافت چھینا جاچکا ہے۔ ان لوگوں نے کتاب اللہ اور سنت پیغمبرؐ کی مخالفت کی ہے اور اس انحراف کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کے سینے جنگ بدر و احد کے کینوں سے بھرے ہوئے تھے۔ علیؑ نے ان جنگوں میں ان لوگوں کے رشتہ داروں اور بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ ان کے دلوں میں وہی انتقام کی آگ جلتی رہی اور اب انہوں نے علیؑ کو خلافت سے محروم کر کے اپنے تئیں اس کا انتقام لے لیا ہے۔

وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان کا تیر صحیح نشانے پر لگا اور ان کے پوشیدہ کینے کھل کر سامنے آ گئے انہوں نے ہمیں اپنے انتقام کا ہدف قرار دے دیا ہے اور انہوں نے کچھ مفسدین اور چغل خور قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہم سے دشمنی کی ہے۔ ان لوگوں نے ایمان کی رسی کو پارہ پارہ کر دیا اور کمان ایمان سے ایمان کے چلے کو قطع کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے عمل سے سیدالرسلؐ کی رسالت اور امیرالمومنینؑ کی کفالت پر ٹھوکر ماری ہے۔ ان لوگوں نے صرف دنیا کے فوائد کا تحفظ کیا ہے۔ انہوں نے علیؑ کے استغاثہ پر کوئی توجہ نہیں کی کیونکہ علیؑ نے ان کے آباؤ اجداد اور بھائی بندوں کو جنگوں میں ہلاک کیا تھا۔

سیدہؑ کی امیرالمومنینؑ کو وصیتیں

کتاب روضۃ الواعظین (تالیف فتال نیشاپوری) میں مذکور ہے:

حضرت سیدہؑ چالیس دن بستر علالت پر رہیں اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

جب سیدہ نے محسوس کیا کہ ان کی موت کا وقت قریب آ چکا ہے تو انہوں نے ام ایمن، اسماء بنت عمیسؑ اور امیرالمومنینؑ کو طلب کیا۔ جب وہ سب آ گئے تو بی بی نے حضرت علی سے کہا:

پسر عم! مجھے میری موت کی خبر سنائی جا چکی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میں تھوڑے ہی عرصے بعد اپنے والد کے حضور پہنچ جاؤں گی۔ میں آپ کو چند چیزوں کی وصیت کرتی ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا: آپ جو چاہیں وصیت کریں۔

پھر آپ فاطمہ زہراؑ کے سرہانے بیٹھ گئے اور گھر میں موجود افراد کو باہر جانے کے لئے کہا۔ جب لوگ باہر چلے گئے تو حضرت زہراؑ نے عرض کی: ابن عم! میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کبھی خیانت نہیں کی اور جب سے آپ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا ہے میں نے کبھی آپ کے فرمان کی مخالفت نہیں کی۔

حضرت علی نے فرمایا: معاذ اللہ! یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ آپ خدا کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والی ہیں۔ آپ سب سے بڑھ کر نیک، پرہیزگار اور قابل احترام شخصیت ہیں۔ آپ سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھنے والی ہیں۔ آپ نے کبھی میری مخالفت نہیں کی۔ آپ کی جدائی اور مفارقت میرے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ موت سے مفر ممکن نہیں ہے۔ آپ کے صدمہ نے میرے لئے رسول خداؐ کی موت کے صدمہ کو تازہ کردیا ہے۔ آپ کی جدائی بہت بڑا سانحہ ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس کے بعد آسودگی نصیب نہ ہو سکے گی اور دل کو سکون و قرار نصیب نہ ہو سکے گا۔

اس کے بعد عصمت کی شہزادی اور امامت کا تاجدار کافی دیر تک روتے رہے۔ پھر امیرالمومنینؑ نے حضرت سیدہ کا سر اپنے سینے سے لگا کر فرمایا: آپ کو جو وصیت کرنی ہو ضرور کریں۔ آپ مجھے وفادار پائیں گی اور میں ہر قیمت پر آپ کی وصیت پر عمل کروں گا اور اپنے معاملات پر آپ کی وصیت کو ترجیح دوں گا۔

حضرت سیدہؑ نے کہا: خداوند عالم میری طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے بعد یہ وصیتیں کیں۔

۱۔ میرے بعد آپ میری بھانجی امامہ دختر زینبؑ سے نکاح کریں (کیونکہ وہ میرے بچوں کے لئے مجھ جیسی ثابت ہوگی)

۲۔ میرے جنازے کو تابوت میں لے جائیں۔

۳۔ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور جن لوگوں نے میرے حقوق پامال کئے ہیں میرے جنازے میں نہ آئیں میری نماز جنازہ نہ پڑھیں اوران کے پیروکار بھی شامل نہ ہوں۔

۴۔ جب لوگ رات کے وقت محوخواب ہوں تو مجھے دفن کریں۔

مصباح الانوار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان فرمایا:

حضرت فاطمہؑ نے وفات کے وقت حضرت امیرالمومنینؑ کو یہ وصیت کی تھی کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو آپ خود ہی مجھے غسل دینا اور مجھے کفن پہنانا اور میرا نماز جنازہ خود پڑھنا اور مجھے قبر میں اپنے ہاتھوں سے اتارنا۔ پھر میری قبر کا نشان مٹا دینا اور میری خاک قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میرے چہرے کے سامنے بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ قرآن مجید پڑھنا کیونکہ ان لمحات میں میت کو زندہ افراد سے مانوس ہونے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور آپ کو وصیت کرتی ہوں کہ میری اولاد کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرتے رہنا۔

پھر آپ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو گلے لگایا اور حضرت علیؑ سے کہا: جب میری بیٹی حد بلوغ کو پہنچ جائے تو گھر کا سامان اسی کا ہوگا۔ اللہ اس کا مددگار ہو۔

روایت میں ہے وارد ہے:

جب حضرت زہراؑ کی وفات کا وقت آیا تو آپ تھوڑا سا روئیں۔ امیرالمومنینؑ نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے کہا: میں ان مصائب کا تصور کر کے رو رہی ہوں جو میرے بعد آپ پر وارد ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: آپ نہ روئیں کیونکہ وہ مصائب خدا کے دین کے لئے ہوں گے اس لئے میں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اپنی وصیت میں فرمایا:

جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو آپ کسی کو اطلاع نہ کریں سوائے ام سلمہؓ، ام ایمنؓ اور فضہؓ کے اور مردوں میں سے میرے بیٹوں کے علاوہ عباسؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور حذیفہؓ کو اطلاع کرنا۔ میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ میری وفات کے بعد میرے بدن کو دیکھ سکتے ہیں۔ (شاید اس سے مراد وہ زخم ہیں جنہیں آپ اپنے شوہر سے چھپائے ہوئے تھیں)۔ اور مذکورہ خواتین کی مدد سے مجھے غسل دینا اور مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور عوام الناس کو میری موت کی اطلاع نہ دینا کہ وہ میری قبر پر آ کر کھڑے ہوں۔

عباسؓ کا مشورہ

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

حضرت زہراؑ کی بیماری میں روز بروز شدت پیدا ہوتی گئی۔ عباسؓ بن عبدالمطلب عیادت کے لئے آئے تو انہیں کہا گیا کہ بی بی کی طبیعت سخت ناساز ہے۔ وہ کسی سے بات نہ کر سکیں گی اسی لئے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ سن کر عباسؓ اپنے گھر چلے آئے اور حضرت علیؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ انہوں نے قاصد سے کہا کہ تم علیؑ سے ملاقات کرو اور میری طرف سے ان سے جا کر کہو کہ عباسؓ کہہ رہے ہیں: پیارے بھتیجے! آپ کا چچا آپ کو سلام کہتا ہے اور سلام کے بعد کہتا ہے کہ مجھے حبیبۂ

رسول اور رسول خداؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت فاطمہؑ کی بیماری نے غم زدہ کردیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں وہ سب سے پہلے اپنے والد سے ملاقات کرنے والی ہیں اور رسول خداؐ انہیں اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ ان کی وفات ہو جائے تو آپ مہاجرین و انصار کو جمع کریں تاکہ وہ سیدۃ کی نماز جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کرسکیں اور اسی میں دین کی عزت ہے۔

حضرت علیؑ نے قاصد (جو راوی کے کہنے کے مطابق عمار یاسرؓ تھے) سے کہا: میرے چچا کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ خدا کرے میں آپ کی شفقت سے محروم نہ رہوں میں نے آپ کا مشورہ سن لیا ہے اور آپ کی رائے کی ایک اہمیت ہے لیکن فاطمہؑ دختر پیغمبر مظلومہ ہیں، انہیں ان کے حق سے محروم کیا گیا، ان کی میراث چھین لی گئی، ان کے متعلق رسول خداؐ کی وصیت کا خیال نہیں رکھا گیا اور ان کے حق کو نظر انداز کیا گیا اور ان کی میراث کے متعلق فرمان خداوندی کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اللہ ہی فیصلہ کرنے والا اور وہی ظالموں سے انتقام کیلئے کافی ہے۔

چچا جان! معاف رکھنا میں آپ کے مشورے پر عمل نہیں کرسکوں گا کیونکہ فاطمہؑ نے مجھے خاموشی سے دفن کرنے کی وصیت کی ہے......الی آخرہ۔

سیدہؑ کی شہادت اور تدفین

لحظۂ شہادت

شیعہ وسنی راویوں نے ابورافع کی زوجہ ''سلمیٰ'' سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

میں حضرت زہراؑ کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی تیمارداری میں مصروف رہی۔ ایک دن ان کی طبیعت وقتی طور پر سنبھل گئی اور ان کی بیماری میں افاقہ سا محسوس ہوا۔ حضرت علیؑ اپنے کسی کام کے لئے گھر سے باہر چلے گئے۔

حضرت فاطمہؑ نے مجھ سے فرمایا: کچھ پانی لاؤ میں غسل کرنا چاہتی ہوں اور اپنے بدن کو صاف کرنا چاہتی ہوں۔ میں بی بی کے لئے پانی لائی۔ آپ نے اٹھ کر اچھی طرح سے غسل کیا اور لباس تبدیل کیا۔

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: گھر کے درمیان میرا بستر بچھاؤ۔ (میں نے بستر بچھایا) آپ قبلہ رو ہو کر بستر پر لیٹ گئیں۔

پھر مجھ سے فرمایا: میں آج دنیا سے جارہی ہوں۔ میں نے غسل کرلیا ہے۔ اب میرا منہ کوئی نہ کھولے۔ پھر آپ نے اپنے سر کے نیچے ہاتھ رکھا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

روایت میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی وفات مغرب وعشاء کے درمیان ہوئی اور

جب آپ کی زندگی کا آخری لمحہ آیا تو آپ نے (ایک جانب) غور سے دیکھا اور فرمایا۔

السلام علی جبرئیل، السلام علی رسول اللّٰہ، اللّٰھم مع رسولک، اللّٰھم فی رضوانک و جوارک و دارک دار السلام۔ یعنی جبرئیلؑ پر سلام، رسول خداؐ پر سلام، اے پروردگار! اپنے رسول کے ساتھ محشور کرنا، اے پروردگار! اپنی رضا اور اپنے جوار اور اپنے سلامتی کے گھر میں منتقل کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا: جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں کیا تم بھی اسے دیکھ رہے ہو؟

گھر میں موجود افراد میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیا دیکھ رہی ہیں؟

آپ نے فرمایا: مجھے اہل آسمان گروہ درگروہ اترتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ میں انہیں ان کی اصلی شکل میں دیکھ رہی ہوں۔ میں جبرئیلؑ کو دیکھ رہی ہوں اور میں رسول خداؐ کو دیکھ رہی ہوں۔ آپؐ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ بیٹی! ہمارے پاس آجائیں آپ کے لئے آخرت کی نعمات بہتر ہیں۔

حضرت زید بن علی زین العابدینؑ کا بیان ہے:

حضرت فاطمہؑ نے جبرئیلؑ اور پیغمبر اکرمؐ اور عزرائیلؑ کو سلام کیا تو ان شخصیات نے آپ کے سلام کا جواب دیا جسے گھر میں موجود تمام افراد نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور اس وقت عمدہ خوشبو پھیل گئی جسے حاضرین نے محسوس کیا تھا۔

اسماء بنت عمیسؓ کی روایت

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے:

حضرت سیدہؑ نے آخری لمحات میں مجھ سے فرمایا: وفات پیغمبر اکرمؐ کے وقت جبرئیل امینؑ جنت سے کافور لے کر آئے تھے۔ رسول خداؐ نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ انہوں نے اپنے لئے رکھا تھا اور ایک حصہ علیؑ کے حوالے کیا تھا اور ایک حصہ میرے حوالے کیا

تھا۔ اس کا وزن چالیس درہم ہے۔ میرے حصے کا وہ کافور فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔ تم وہ کافور لے آؤ اور میرے سرہانے رکھ دو۔

یہ کہہ کر آپ نے منہ پر چادر ڈال دی اور مجھ سے فرمایا: تم کچھ دیر صبر کرنا اور میرا انتظار کرنا۔ پھر مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو تم سمجھ لینا کہ میں اپنے والد کی خدمت میں پہنچ چکی ہوں۔

اسماء نے کچھ دیر صبر کیا۔ پھر بی بی کو صدا دی لیکن کوئی جواب نہ آیا تو انہوں نے کہا:

یا بنت محمد المصطفی. یا بنت اکرم من حملته النسآء، یا بنت خیر من وطأ الحصی و یا بنت من کان من ربه قاب قوسین او ادنیٰ. یعنی اے دختر محمد مصطفیؐ، اے بہترین انسان کی دختر، اے روئے زمین پر چلنے والوں سے افضل ترین شخص کی دختر اور اے اس کی دختر جو شب معراج مقام قاب قوسین پر پہنچا۔

مگر اس آواز کے بعد بھی بی بی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

اسماء نے منہ سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ سیدہؑ دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو سیدہؑ کے اوپر گرا دیا۔ بی بی کا بوسہ لیا اور عرض کی: اے فاطمہؑ! جب آپؑ اپنے والد پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچیں تو انہیں میرا سلام عرض کرنا۔

یتیم بچے ماں کے جنازے پر

اسماء سراسیمہ ہو کر گھر سے نکلیں۔ گھر کے باہر حسنؑ و حسینؑ سے ملاقات ہوئی۔ بچوں نے ان سے اپنی والدہ کی خیریت دریافت کی۔ اسماء نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ بچے گھر کو روانہ ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ ان کی والدہ قبلہ رخ لیٹی ہوئی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی والدہ کے جسد اطہر کو حرکت دی تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کی والدہ اس جہان فانی سے کوچ کر چکی

ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی امام حسنؑ کی طرف رخ کر کے کہا: اجرک اللّٰہ فی الوالدۃ. یعنی اللہ تمہیں تمہاری والدہ کے صدمے پر اجر عطا فرمائے۔

امام حسنؑ نے اپنے آپ کو ماں پر گرادیا۔ کبھی والدہ کو چومتے اور کبھی کہتے کہ امی جان! آپ مجھ سے بات کریں ورنہ میری روح نکل جائے گی۔

پھر امام حسینؑ نے اپنی والدہ طاہرہ کے قدم چومے اور کہا: امی جان! میں آپ کا بیٹا حسینؑ ہوں۔ اس سے پہلے کہ میرا دل پھٹ جائے اور میں مرجاؤں، آپ مجھ سے گفتگو کریں۔

حضرت علیؑ کو اطلاع

اسماء نے حسنین کریمینؑ سے کہا کہ تم دونوں اپنے والد کے پاس جاؤ اور انہیں اپنی والدہ کی موت کی اطلاع دو۔

حسنین کریمینؑ گھر سے نکلے تو ان کی زبان سے یہ کلمات جاری تھے: **یا محمداہ! یا احمداہ! الیوم جدد لنا موتک اذ ماتت امنا.** یعنی آہ اے محمد مصطفیٰؐ! آہ اے احمد مجتبیٰؐ! آج آپ کی موت کا صدمہ ہمارے لئے پھر تازہ ہو گیا ہے کیونکہ آج ہماری والدہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔

حسنین کریمینؑ مسجد میں آئے جہاں حضرت علیؑ پہلے سے موجود تھے۔ بچوں نے اپنے والد کو اپنی ماں کی موت کی خبر دی۔ اس خبر کو سن کر حضرت علیؑ بے تاب ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے چہرہ اطہر پر پانی ڈالا گیا۔ جب آپ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو آپ نے درد مندانہ لہجے میں کہا: **بمن العزآء یا بنت محمد کنت بک اتعزی ففیم العزء من بعدک.** یعنی اے بنت محمدؐ! اب میں کس سے تسلی حاصل کروں گا، جب تک تم زندہ تھیں تو تمہیں دیکھ کر مجھے تسلی ہوتی تھی، اب تمہارے بعد مجھے کس سے تسلی ملے گی۔

علیؑ جنازۂ سیدہؑ پر

مشہور مورخ مسعودی نقل کرتے ہیں:

جب حضرت سیدہ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؑ سخت بے تاب ہوئے اور بہت روئے اور آپ نے یہ مرثیہ پڑھا:

لکل اجتماع من خلیلین فرقة و کل الذی دون الممات قلیل

و ان افتقادی فاطمة بعد احمد دلیل علی ان لا یدوم خلیل

دو دوستوں کے اجتماع کا انجام جدائی ہے اور موت کے علاوہ ہر مصیبت قابل برداشت ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد فاطمہؑ کا دنیا سے رخصت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بھی دوست ہمیشہ نہیں رہتا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے صاحبزادوں کو اٹھایا اور انہیں لے کر اس کمرے میں آئے جہاں حضرت سیدہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ جنازے کی پائنتی کی طرف اسماء بنت عمیسؓ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: اے یتیمان محمدؐ! ہم پیغمبر کے بعد فاطمہؑ کے ذریعے سے اپنے آپ کو تسلی دیتے تھے اب ہم کس سے اپنے آپ کو تسلی دیں گے۔

سیدہؑ کا تحریری وصیت نامہ

امیرالمومنینؑ نے سیدہ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو آپ نے سیدہ کے سر کے قریب ایک خط رکھا ہوا دیکھا۔ آپ نے اسے اٹھا کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ہے فاطمہ کی وصیت

۱۔ فاطمہؑ گواہی دیتی ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے۔

۲۔ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۳۔ جنت و دوزخ حق ہے اور قیامت قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالی

مُردوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔

۴۔ یا علیؑ! میں فاطمہؑ بنت محمدؐ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے نکاح میں دیا تا کہ میں دنیا و آخرت میں آپکی زوجہ رہوں۔ آپ میرے لئے دوسروں سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں کہ: **حنطنی وغسلنی وکفنی باللیل وصل علیّ ادفنی باللیل ولا تعلم احدا...... الی آخر**

مجھے رات کے وقت غسل وکفن اور حنوط دینا اور میری نماز جنازہ پڑھنا۔ رات کے وقت مجھے دفن کرنا اور کسی کو اطلاع نہ دینا۔ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں اور میری اولاد کو روز قیامت تک میرا سلام پہنچے۔

مسلمانوں پر سیدۃ کی موت کا اثر

روایت ہے کہ اہل مدینہ کو جیسے ہی حضرت سیدۃ کی وفات کا علم ہوا تو ان کے نالہ و بکا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ بنی ہاشم کی خواتین حضرت سیدۃ کے گھر آئیں اور انہوں نے اتنا گریہ و بکا کیا کہ شہر مدینہ لرزتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ خواتین بنی ہاشم بار بار کہتی تھیں: **یا سیدتاہ! یابنت رسول اللّٰہ.** یعنی ہائے سیدۃ! ہائے دختر پیغمبر۔

مدینہ کے مرد بہت بڑی تعداد میں جمع ہو کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہاں حضرت علیؑ فرش عزا پر بیٹھے تھے اور ان کے آگے حسنؑ وحسینؑ بیٹھے رو رہے تھے۔ لوگ بھی شہزادوں کو روتا دیکھ کر رونے لگے۔

حضرت ام کلثومؑ اس حالت میں گھر سے نکلیں کہ ان کے چہرے پر نقاب تھا اور ان کے سر پر چادر تھی اور چادر کا پلو زمین پر گھسٹتا جاتا تھا ان کا گریہ انہیں بیتاب کر رہا تھا بی بی سیدھی نانا کے مزار پر گئیں اور قبر مطہر پر رو رو کر کہا:

یا ابتاہ! یا رسول اللّٰہ! الان حقا فقدناک فقدا لا لقآء بعدہ ابداً. اے

نانا جان! آج ہم نے آپ کو پوری طرح کھو دیا ہے جس کے بعد ملاقات کا کوئی امکان نہیں۔

شہزادی کے یہ جملے سن کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور ہر طرف سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تمام حاضرین بے تابی سے بی بی کے جنازے کے باہر آنے کے منتظر تھے تاکہ وہ نماز جنازہ پڑھ سکیں۔

اتنے میں حضرت ابوذرؓ گھر سے باہر آئے اور لوگوں سے کہا: آپ حضرات چلے جائیں ابھی جنازہ کے باہر آنے میں دیر ہے۔

یہ اعلان سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

غسل و کفن اور نماز جنازہ

جیسے ہی رات ہوئی تو حضرت علیؑ نے دختر پیغمبرؐ کو غسل دیا اور غسل کے وقت امام حسنؑ و حسینؑ اور شہزادی زینبؑ وام کلثومؑ کے علاوہ فضہؓ اور اسماء بنت عمیسؓ کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ کو غسل حضرت علیؑ نے دیا اور میں ان کی مدد کرتی رہی۔

روایت میں مذکور ہے کہ غسل دیتے وقت حضرت علیؑ یہ الفاظ دہراتے رہے:

اے پروردگار! فاطمہؑ تیری کنیز اور تیرے منتخب رسولؐ کی بیٹی ہے۔ خدایا! اسے اپنی حجت تلقین فرما اور اس کی برہان کو عظیم بنا اور اس کے درجہ کو بلند و بالا فرما اور اسے اس کے والد محمد مصطفیٰؐ کا ہم نشین بنا۔

روایت میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہؑ کے جسد اطہر کو اسی کپڑے سے خشک کیا گیا تھا جس سے رسول خداؐ کے جسم اطہر کو خشک کیا گیا تھا۔ جب غسل مکمل ہوا تو حضرت علیؑ نے (اپنی زوجہ طاہرہ کو کفن پہنایا پھر) بی بی کے جنازے کو تابوت نما چارپائی پر رکھ دیا گیا اور آپ نے

امام حسنؑ سے فرمایا کہ تم ابوذرؓ کو اطلاع دو۔ ابوذرؓ آئے۔ بی بی کا جنازہ اٹھایا گیا اور وہاں لایا گیا جہاں نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی۔ حسنؑ و حسینؑ ماں کے جنازے میں شریک تھے۔ حضرت علی نے بی بی کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بچے ماں کا آخری دیدار کرتے ہیں

ورقہ کی روایت میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا بیان ہے:

میں نے فاطمہ زہراؑ کو غسل دیا اور میں نے غسل کے لئے ان کے پیراہن کو جدا نہیں کیا تھا۔ خدا کی قسم! فاطمہؑ پاک و پاکیزہ تھیں۔ غسل کے بعد رسول خداؐ کے بچے ہوئے کافور سے میں نے انہیں حنوط کیا، انہیں کفن پہنایا اور کفن کے بند باندھنے سے قبل میں نے اپنے بچوں اور فضہؓ کو آواز دے کر کہا:

یا حسن یا حسین یا زینب یا ام کلثوم یا فضة هلموا و تزودوا من امکم فهذا الفراق و اللقاء فی الجنة. یعنی اے حسنؑ، اے حسینؑ، اے زینبؑ، اے ام کلثومؑ اور فضہؓ! آؤ ماں کا دیدار کرلو۔ ماں تم سے جدا ہوتی ہے، پھر جنت میں اس سے ملاقات ہوگی۔

حسنؑ و حسینؑ آگے بڑھے اور رو رو کر کہا:

وا حسرتاه لا تنطفی ابدًا من فقد جدنا محمد المصطفیٰ و امنا فاطمة الزهراء. یعنی ہائے ہمارے نانا محمد مصطفیؐ اور ہماری ماں فاطمہ زہراؑ کی جدائی ایک ایسی حسرت ہے جس کے شعلے نہیں بجھیں گے۔

پھر بچوں نے ماں کو مخاطب کر کے کہا: امی جان! جب ہمارے نانا سے آپ کی ملاقات ہو تو ان سے کہنا کہ ہم دنیا میں یتیم ہو چکے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

انی اشهد اللّٰه انها حنّت و انّت و مدّت یدیها و ضمّتهما الی صدرها ملیًا.

یعنی میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس وقت بنت پیغمبرؐ کے کفن سے آہ و نالہ کی آواز آئی اور زہراؑ نے دونوں ہاتھ کفن سے باہر نکالے اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے سینے سے لگایا۔ اس وقت ہاتف نے آسمان سے یہ صدا دی:

یا ابا الحسن! ارفعهما عنها فلقد ابکیا و اللّٰه ملائکة السمآء وقد اشتاق الحبیب الی حبیبه. یعنی اے علیؑ! ان دونوں بچوں کو ماں کی میت سے جدا کرو۔ انہوں نے آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے جبکہ حبیب اپنی حبیبہ کا مشتاق ہے۔

حضرت علیؑ یہ آواز سن کر آگے بڑھے، ماں کے سینے سے لپٹے ہوئے بچوں کو تسلی دی اور انہیں ماں سے جدا کیا۔

سیدہؑ کا کفن

روایت ہے کہ کثیر بن عباس نے حضرت زہراؑ کے کفن کے ایک کونے پر یہ عبارت لکھی تھی:

ان فاطمة تشهد ان لا اله الا اللّٰه و ان محمدًا رسول اللّٰه. یعنی فاطمہؑ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیؐ، اللہ کے رسول ہیں۔

کتاب "مصباح الانوار" کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا کفن موٹے اور کھردرے کپڑے کے ٹکڑوں پر مشتمل تھا کیونکہ اس کتاب میں مروی ہے کہ حالت احتضار میں حضرت سیدہؑ نے پانی کا ایک برتن طلب کیا اور اس پانی سے غسل کیا پھر انہوں نے خوشبو طلب کی اور اس سے حنوط کیا۔ (یعنی اسلام کے حکم کے مطابق آپ نے سات اعضائے سجدہ پر خوشبو لگائی) آپ نے لباس طلب کیا تو آپ کی خدمت میں موٹا اور کھردرا لباس پیش کیا گیا۔ آپ نے وہ لباس زیب تن فرمایا......تا آخر روایت۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہؑ کو سات کپڑوں کا کفن دیا گیا۔

نماز جنازہ اور تدفین

کتاب روضۃ الواعظین میں منقول ہے:

رات ہوئی اور لوگ سو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزرا تو حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، عمارؓ، مقدادؓ، عقیلؓ، زبیرؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ اور بریدہؓ کے علاوہ بنی ہاشم کے چند خاص افراد بی بی کے جنازے کو گھر سے باہر لائے، بی بی کی نماز جنازہ پڑھی اور آدھی رات کے وقت بی بی کو سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے بی بی کی قبر کے اردگرد دوسری سات قبریں بنائیں تاکہ حضرت سیدہؑ کی قبر پہچانی نہ جاسکے۔

مصباح الانوار میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: امیرالمومنینؑ نے حضرت سیدہؑ کے جنازے میں کتنی تکبیریں کہی تھیں؟

آپ نے فرمایا: امیرالمومنینؑ جب ایک تکبیر کہتے تھے تو آپ کے بعد جبرئیلؑ ایک تکبیر کہتے تھے، پھر ملائکہ مقربین تکبیر کہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے پانچ تکبیریں مکمل کیں۔

ایک اور شخص نے پوچھا: حضرت سیدہؑ کی نماز جنازہ کس جگہ پڑھی گئی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سیدہؑ کی نماز جنازہ ان کے گھر میں ادا کی گئی، اس کے بعد جنازہ کو باہر لایا گیا۔

دفن زہراؑ کے بعد علیؑ کا رسول خداؐ پر سلام

شیخ طوسیؒ رقم طراز ہیں:

جب حضرت علی علیہ السلام حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کو دفن کر کے فارغ ہوئے اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے قبر کی مٹی جھاڑی تو آپ کے آنسو آپ کے رخساروں پر بہنے لگے اور آپ کا منہ قبر رسولؐ کی طرف پھر گیا اور آپ نے کہا:

السلام علیک یا رسول اللہ عنی، و عن ابنتک النازلۃ فی جوارک و

السریعة اللحاق بک، قلَّ یا رسول اللّٰہ تجلُّدی اَلاٰنَ فی التاسی لی بعظیم فرقتک و فادح مصیبتک موضع تعز... الیٰ آخر یارسول اللہؐ! آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔

یارسول اللہؐ! آپ کی برگزیدہ بیٹی کی رحلت سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا، میری ہمت و توانائی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا۔ میں نے آپ کو لحد میں سلایا، آپ کا جسم اطہر میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا جب آپ کی روح نے پرواز کی تھی، قرآن مجید کا حکم میرے لئے کافی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. آپ کی امانت مجھ سے واپس لے لی گئی۔ آپ نے اپنے جس پارہ جگر کو میرے پاس چھوڑا تھا اسے مجھ سے لے لیا گیا ہے اور میرے چمن کا پھول توڑ لیا گیا۔ اب زمین و آسمان میرے لئے اندھیر ہو چکے ہیں۔ اب میرا غم دائمی ہے اور میری راتیں نیند و آرام سے خالی ہیں یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے بھی اس مقام پر بلا لے جہاں آپ رہتے ہیں۔ میرے دل کے زخم پیپ آلود ہو چکے ہیں اور غم کی موجیں جوش میں آ چکی ہیں۔ کتنی جلدی ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہیں اور جدائی کی شکایت میں خدا سے کرتا ہوں۔

آپ کی بیٹی آپ کو آگاہ کریں گی کہ آپ کی امت نے آپ کی دختر کے حق کو غصب کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ آپ ان سے سوال کریں، وہ آپ کو سارا حال بتائیں گی۔ ان کے سینے میں شدید غم و الم بھرا ہوا ہے جس کے ظاہر کرنے کا انہیں اس دنیا میں موقع نہیں ملا۔ اب وہ آپ کو بتائیں گی اور خدا سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

آپ دونوں پر میرا سلام ہو وداع کرنے والے کا سلام، اگر میں یہاں سے چلا جاؤں تو وہ اس وجہ سے نہ ہوگا کہ میں یہاں ٹھہرنے سے ملول ہوں اور اگر میں اس قبر پر ٹھہر جاؤں تو وہ اس وجہ سے نہ ہوگا کہ جو وعدہ صابرین کے ساتھ خدا نے کیا ہے اس پر میرا یقین نہیں ہے۔[1]

۱۔ یہاں تک کی گفتگو نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۰ سے لی گئی ہے۔ (ترجمہ مفتی جعفر حسین)

ہائے ہائے! صبر ہی بہتر ہے اور اگر جابر اور ظالم لوگوں کو غلبہ نہ ہوتا تو میں آپؐ کی قبر پر مقیم ہو جاتا، یہاں اعتکاف کرتا اور اس مصیبت عظمیٰ پر اس ماں کی طرح سے گریہ و زاری کرتا جس کا بیٹا مر گیا ہو۔ پس خدا کے سامنے آپ کی دختر چھپا کے دفن کی گئیں اور ان کا حق تلف کرلیا گیا اور ان کو میراث سے محروم رکھا گیا جبکہ آپ کی یاد لوگوں میں پرانی نہیں ہوئی تھی۔

یارسول اللہؐ! اس بے دادگری کی ہم خدا سے شکایت کرتے ہیں اور آپ کی ذات سے ہی صبر کا بہترین درس لیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اور فاطمہ زہراؑ پر درود بھیجے اور اپنی رضا نازل کرے۔[1]

ایک شاعر نے کیا ہی اچھے انداز سے درد دل کا اظہار کیا تھا:

ولای الامور تدفن سرّاً　　بضعة المصطفیٰ و یعفیٰ ثراها

فمضت وهی اعظم الناس شجوا　　فی فم الدهر غصة من حواها

و ثوت لا تری الناس لها مثوی　　ای قدس یضمه مثواها

رسول خداؐ کے جگر گوشہ کو کس وجہ سے مخفی طور پر دفن کیا گیا اور اس کا نشان قبر کیوں مٹایا گیا۔ فاطمہؑ دنیا سے بہت ہی رنجیدہ ہو کر روانہ ہوئیں اور تمام لوگوں سے ان کے غم زیادہ تھے۔ ہائے بی بی کی قبر ناشناختہ ہوگئی، لوگ بی بی کی قبر کو دیکھ نہیں سکتے اور لوگوں کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ بی بی کا وجود اطہر کس مقدس زمین میں دفن ہے۔

اے خاک مدینہ تیری گلیوں میں ابھی تک
ہم بنت پیمبرؐ کی لحد ڈھونڈھ رہے ہیں

قبر سیدہؑ پر حضرت علیؑ کی ایک اور گفتگو

کتاب مصباح الانوار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جب حضرت علیؑ نے حضرت سیدہؑ کا جسم اطہر قبر میں رکھا تو آپ نے فرمایا:

۱۔ اصول کافی ج ۱۔ص ۴۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم. بسم اللہ و باللہ و علی ملة رسول اللہ محمد بن عبداللہ...... اے صدیقہ! میں تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں جو مجھ سے بھی زیادہ تم پر مہربان ہے۔ جو کچھ تمہارے لئے خدا نے پسند کیا ہے میں بھی اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہوں۔

پھر آپ نے یہ آیت مجیدہ پڑھی:

منها خلقناكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرى(سورہ طه آیت ۵۵) ہم نے تمہیں اسی زمین سے ہی پیدا کیا اور ہم تمہیں اسی میں لوٹائیں گے اور ہم تمہیں دوبارہ اسی سے باہر نکالیں گے۔

قبر کو ہموار کر کے آپ نے اس پر کچھ پانی چھڑکا اور گریہ کرتے ہوئے بیٹھ گئے۔ آپؑ کے چچا عباسؓ نے آپ کے بازو سے پکڑا اور آپؑ کو گھر لے گئے۔

ناکام جستجو

روایت ہے کہ حضرت سیدہ کو دفن کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے اس کے اردگرد مزید چالیس قبریں بنائی تھیں۔ بہرنوع شب غم ختم ہوئی اور صبح ہوئی تو مسلمان بی بی کا جنازہ پڑھنے کے لئے جمع ہوئے۔ انہیں بتایا گیا کہ بی بی کو راتوں رات دفن کیا جا چکا ہے تو وہ قبرستان بقیع میں آئے اور وہاں انہیں چالیس تازہ قبریں دکھائی دیں تو وہ حیران رہ گئے اور حضرت سیدہ کی قبر کو پہچان نہ سکے تو انہوں نے زور زور سے آہ و بکا شروع کردی اور ایک دوسرے کو ملامت کر کے کہنے لگے کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد ایک ہی تو بیٹی چھوڑی تھی لیکن وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئی اور ہم اس کے جنازے میں بھی شریک نہ ہو سکے اور ہمیں اس کی قبر کا علم تک نہیں ہے۔

اہل حکومت نے کہا: جاؤ چند مومن خواتین کو لے آؤ جو ان قبروں کو شگافتہ کریں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ بنت پیغمبر کس قبر میں آسودۂ خواب ہیں۔ جب ہمیں بی بی کی قبر معلوم ہو جائے گی تو ہم ان کے جسد اطہر کو باہر نکال کر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کی قبر کی زیارت کریں گے۔

جب حضرت علیؑ کو حکام کے ارادے کی خبر ہوئی تو غیظ و غضب کی حالت میں باہر نکلے۔ آپ کی ایک زرد رنگ کی قبا تھی جسے آپ جنگوں میں پہنا کرتے تھے، آپ نے اپنی وہ زرد قبا پہنی اور ذوالفقار ہاتھ میں لی۔ شدت غضب سے آپ کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپ کی رگ گردن غصہ سے پھولی ہوئی تھی۔ اس حالت میں آپ بقیع کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ لوگوں کو قبر کھولنے سے روکیں۔

اس عالم میں انہیں آتا ہوا دیکھ کر ایک شخص نے پکار کر کہا: دیکھو! آج علیؑ کس حالت میں تمہارے پاس آئے ہیں اور وہ خدا کی قسم کھا کے کہہ رہے ہیں کہ اگر ان قبروں کا ایک پتھر بھی اکھاڑنے کی جسارت کی گئی تو میں تم سب کو قتل کردوں گا۔

حضرت عمر نے کچھ اور اصحاب کے ساتھ حضرت علیؑ سے کہا: اے ابوالحسنؑ! آخر آپ کو کیا ہوا ہے اور اگر ہم نماز جنازہ کی نیت سے قبر کشائی کریں تو آپ کو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

حضرت علیؑ نے اس کے گریبان کو پکڑ کر کھینچا تو وہ زمین پر گر پڑا اور آپ نے اس سے فرمایا: سیاہ حبشی عورت کے فرزند! میں نے اپنے حق کے لئے محض اس لئے تلوار نہ اٹھائی کہ کہیں لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ فاطمہؑ کی قبر کشائی کے متعلق سن لو مجھے اس قادر مطلق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے اگر تو یا تیرے ساتھیوں میں سے کسی نے قبر سے ایک ڈھیلا بھی اٹھایا تو میں تمہارے خون سے زمین سرخ کردوں گا۔ اور ایسا نہ ہوگا جیسا کہ تم بدر سے اپنی جان سلامتی سے لے آئے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور آپ سے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ کو رسول خداؐ کے حق اور صاحب عرش کے حق کی قسم! آپ اسے چھوڑ دیں، ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جو آپ کی ناراضگی کا موجب ہو۔

آپ نے حضرت عمر کو چھوڑ دیا اور لوگ واپس چلے گئے۔ پھر کسی کو قبر کشائی کا نام لینے کی جرأت نہ ہوئی۔

شیخین کے سامنے حضرت علیؑ کی وضاحت

شیخ صدوق کتاب علل الشرائع میں رقم طراز ہیں:

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا لوگوں نے سیدہؑ کی قبر کھولنے کا فیصلہ کیا تھا؟

آپ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے رات کے وقت سیدہؑ کا جنازہ گھر سے برآمد کیا۔ آپ نے روشنی کے لئے کھجور کی چند شاخوں کو آگ لگائی اور اس کی روشنی میں راہ چلنے لگے۔ پھر آپ نے بی بی کی نماز جنازہ پڑھی اور رات کو ہی انہیں سپرد خاک کر دیا۔

صبح کے وقت ایک قریشی سے شیخین کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا: اس وقت کہاں سے آ رہا ہے؟

اس نے بتایا: میں حضرت فاطمہؑ کی تعزیت کے لئے علیؑ کے گھر گیا تھا اور اب وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا: تو کیا فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! نہ صرف انتقال ہوا ہے بلکہ نصف شب کے وقت انہیں سپرد خاک بھی کر دیا گیا ہے۔

یہ اطلاع سن کر دونوں اشخاص بڑے پریشان ہوئے اور انہیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ لوگ انہیں ملامت کریں گے۔

چنانچہ وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور آپ سے کہا: خدا کی قسم! آپ نے آج تک دشمنی اور عناد کا کوئی بھی موقع اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور آپ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ آپ کے دل میں ہمارے لئے کینہ چھپا ہوا ہے۔ اس لئے پہلے بھی آپ نے رسول خداؐ کو تنہا ہی غسل دیا تھا اور ہمیں اس کی اطلاع نہ دی تھی اور آپ نے اپنے بیٹے حسنؑ کو مسجد میں بھیجا جس نے ابوبکر سے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اتر۔ (آخر یہ سب کچھ کیوں؟)

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میں قسم کھا کر وضاحت کروں تو کیا تم میری بات کو سچ مان لو گے؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: رسول خداؐ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں ان کے غسل میں کسی دوسرے کو شریک نہ کروں اور آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میرے ابن عم علیؑ کے علاوہ کوئی بھی میرے بدن پر نظر نہ ڈالے۔ میں نے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور فرشتے غسل کے وقت آنحضرتؐ کے جسم کو حرکت دیتے رہے۔ اس اثناء میں فضل بن عباسؓ مجھے پانی دیتا رہا۔ مگر اس کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

غسل کے دوران میں نے آنحضرتؐ کے پیراہن کو اتارنا چاہا تو ایک ہاتف کی مجھے آواز سنائی دی لیکن آواز دینے والا مجھے دکھائی نہ دیا۔ اس نے کہا کہ رسول خداؐ کی قمیض مت اتاریں۔ یہ آواز سننے کے بعد میں نے آپ کی قمیض اتارنے کا ارادہ بدل دیا اور میں نے آپ کو قمیض میں ہی غسل دیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے آپ کو کفن دیا اور کفن دینے کے بعد میں نے آپ کی غسل والی قمیض اتاری۔

جہاں تک حسنؑ کا مسئلہ ہے کہ اس نے مسجد میں آکر ابوبکر سے کہا کہ "میرے والد کے منبر سے اتر اور اپنے والد کے منبر پر جا کر بیٹھ" تو اس سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ جسے تمام اہل مدینہ بخوبی جانتے ہیں کہ حسنؑ رسول خداؐ کی زندگی میں ان کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے۔ جب رسول خداؐ سجدے سے سر اٹھاتے تو بڑے آرام سے حسنؑ کو اپنے کندھے پر سوار کر دیتے تھے ایک ہاتھ سے حسنؑ کی کمر کو پکڑے رکھتے تھے اور ایک ہاتھ سے اس کے پیر کو اور خود نماز پڑھنے میں مصروف رہتے تھے اور اس حالت میں آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (کیا یہ سچ ہے؟)

انہوں نے کہا: جی ہاں! ہمیں یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: تو تمام اہل مدینہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب کبھی حسنؑ مسجد

میں جاتے تو رسول خداؐ اپنا خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے آتے تھے اور حسنؑ کو اٹھا کر دوبارہ منبر پر تشریف لاتے تھے اور حسنؑ کو اپنی گردن پر بٹھا لیتے تھے۔ حسنؑ کے پاؤں کے خلخال کی چمک مسجد میں بیٹھے ہوئے آخری شخص تک کو دکھائی دیتی تھی۔

حسنؑ، رسول خداؐ کی اس شفقت و محبت کے عادی ہوگئے تھے۔ جب انہوں نے رسول خداؐ کے منبر پر ان کی جگہ کسی اور کو دیکھا تو وہ برداشت نہ کرسکے اور انہوں نے اس سے کہہ دیا کہ ''میرے بابا کے منبر سے اتر جا اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھ۔'' خدا کی قسم! میں نے حسنؑ کو ہرگز نہیں کہا تھا کہ وہ تم سے منبر سے اترنے کا مطالبہ کرے۔

جہاں تک (حضرت) فاطمہؑ کا مسئلہ ہے تو تم تو یہ بات جانتے ہی ہو کہ میں تمہیں اپنے ساتھ ان کے پاس لے کر گیا تھا۔ تم نے ان کی زبان سے ہی ان کی ناراضگی کا اظہار سن لیا تھا۔

خدا کی قسم! فاطمہؑ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں تمہیں ان کے جنازے میں شریک نہ ہونے دوں اور میں ان کی وصیت کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

حضرت عمر نے کہا: علیؑ! ان باتوں کو رہنے دو میں جا کر فاطمہؑ کی قبر کھولتا ہوں اور ان کے جنازے کو باہر نکال کر نماز جنازہ پڑھتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تو نے ایسا کیا تو میں تیرے بدن سے تیری گردن اڑادوں گا اور اس صورت میں تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت علیؑ اور ان کے مخالف کے درمیان کافی تند و تیز جملوں کا تبادلہ ہوا اور قریب تھا کہ فریقین آپس میں ٹکرا جائیں، مگر اس دوران بہت سے مہاجرین و انصار نے جمع ہو کر بیچ بچاؤ کرایا اور صحابہ نے کہا کہ ہم اس بات پر ہرگز خوش نہیں ہوسکتے کہ اس طرح کے سخت سست جملے رسول خداؐ کے ابن عم اور ان کے وصی سے کہے جائیں۔

اس دن فتنہ و آشوب ہونے کو ہی تھا کہ لوگوں نے اس کو بڑھنے سے روک دیا۔

قاضی ابوبکر کے اشعار

محدث کبیر علی بن عیسیٰ اربلی[1] اپنی کتاب کشف الغمہ (جلد دوم صفحہ ۶۹) میں رقم طراز ہیں:

میرے ایک دوست نے اہلسنت عالم قاضی ابوبکر بن ابی قریعہ (باقلانی) کے یہ اشعار مجھے سنائے جو میں یہاں درج کر رہا ہوں:

یا من یسائل دائبا عن کل معضلة سخیفة
لا تکشفن مغطئا فلر بما کشفت جیفة

و لرب مستور بدا کالطبل من تحت القطیفة
ان الجواب لحاضر و لکننی اخفیه خیفة

لولا اعتداء رعیة القی سیاستها الخلیفة
و سیوف اعداء بها ها ما تنا ابدا نسقیفة

لنشرت من اسرار ال محمد جملا طریفة
یغنیکم عمار واه مالک و ابوحنیفة

و اریتکم ان الحسین اصیب فی یوم السقیفة
ولای حال لحدت باللیل فاطمة الشریفة

و لماحمت شیخیکم عن وطی حجرتها المنیفة
اوه لبنت محمد ماتت بغصتها اسیفة

۱۔ علی بن عیسیٰ اربلی قرن ہفتم کے مشہور شیعہ عالم تھے۔ وہ کئی کتابوں کے مؤلف اور صاحب دیوان تھے۔ "کشف الغمه فی معرفة الائمه" ان کی ہی تالیف لطیف ہے جو کہ تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ (الکنیٰ والالقاب، جلد دوم، صفحہ ۱۹۔ مترجم فارسی)

اے ہمیشہ مشکل مسائل پوچھنے والے! پوشیدہ اشیاء کو ظاہر مت ہونے دو ممکن ہے کہ پوشیدہ مسئلہ کسی مردار کی طرح سے قابل نفرت ہو۔

بعض اوقات کچھ پوشیدہ مسائل اگر ظاہر ہو جائیں تو یوں لگتا ہے کہ چادر اٹھانے پر طبل ظاہر ہوا ہو۔ البتہ جواب حاضر ہے لیکن میں اس کے بیان کرنے کو کچھ مخفی رکھوں گا۔ اگر رعیت کی زیادتی اور خلیفہ کی سیاست اور سزا کا خطرہ نہ ہوتا اور دشمنوں کی ان تلواروں کا خوف نہ ہوتا جو ہمیشہ سے ہمارے سروں پر چلتی رہی ہیں تو میں تم سے آل محمدؐ کے وہ اسرار بیان کرتا جو تمہیں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی روایات سے بے نیاز کر دیتے۔

اور میں تمہیں یہ بھی دکھا دیتا کہ حسینؑ سقیفہ کے دن ہی قتل ہوئے تھے اور میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا کہ فاطمہ زہراؑ کو رات کی تاریکی میں کیوں دفن کیا گیا۔ اور میں تمہیں یہ بھی بتاتا کہ شیخین کو بی بی کے حجرے میں داخل ہونے سے روکا کیوں گیا تھا۔ ہائے افسوس محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی شدت غم سے وفات پا گئیں۔

سیدہؑ کے اوقاف وصدقات

ثقۃ الاسلام شیخ کلینی نے اپنی اسناد سے ابوبصیر سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

کیا پسند نہیں کرتے کہ میں حضرت زہراؑ کا وصیت نامہ تمہیں سناؤں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں؟

امام علیہ السلام نے صندوق طلب کیا، اس میں سے آپ نے ایک تحریر نکالی جس میں یہ عبارت تحریر تھی:

• بسم اللہ الرحمن الرحیم. یہ فاطمہ بنت محمدؐ کی وصیت ہے کہ اس کے سات باغ (۱)عواف۔ (۲)دلال۔ (۳)برقہ۔ (۴)مبیت۔ (۵)حسنی۔ (۶)صافیہ۔ (۷)مشربہ ام

ابراہیم وقف ہیں۔ جن کا متولی میں امیرالمومنین علیؑ کو قرار دیتی ہوں۔علیؑ کی وفات کے بعد اس کے متولی میرے بیٹے حسنؑ ہوں گے اور حسنؑ کے بعد اس کے متولی حسینؑ ہوں گے۔ حسینؑ کے بعد میری اولاد میں سے جو سب سے بڑا ہو وہ اس کا متولی ہوگا اور یہ تولیت ہمیشہ کیلئے ہوگی۔

اس تحریر پر خدا گواہ ہے اور مقدادؓ اور زبیرؓ بھی گواہ ہیں۔ اس تحریر کو علی بن ابی طالبؑ نے لکھا۔[1]

عالم بزرگوار سید ابن طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ) اپنی کتاب کشف المحجہ میں اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت پیغمبر اکرمؐ اور حضرت امیرالمومنینؑ غریب نہیں تھے اور زہد کی خصلت کے لئے مفلس ہونا شرط نہیں ہے۔

تمہارے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''فدک وعوالی'' کی جائیداد تیری دادی کو ہبہ کی تھی اور فدک اور عوالی کی سالانہ آمدنی شیخ عبداللہ بن حماد انصاری کے قول کے مطابق چوبیس (۲۴) ہزار دینار تھی۔

ایک اور روایت میں فدک وعوالی کی سالانہ آمدنی ستر ہزار دینار کے برابر بیان کی گئی ہے۔ (انتہی کلام سید ابن طاؤس)

پیغمبر اکرمؐ کے بعد سیدہؑ کتنے دن زندہ رہیں

مؤلف کہتا ہے کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد حضرت زہراؑ کی زندگی کے متعلق راویوں اور مورخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض مورخین نے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ لکھا ہے اور بعض مورخین نے کم از کم چالیس

۱۔ حضرت سیدہ نے فدک اور عوالی کا مطالبہ کیا تھا۔ غالباً لفظ ''عوالی'' سے مذکورہ سات باغ مراد ہیں۔ (مترجم فارسی)

دن لکھے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیق یہ ہے کہ حضرت سیدۃ اپنے والد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد پچانوے دن زندہ رہیں اور آپ نے تین جمادی الثانی ۱۱ھ کو وفات پائی۔

محمد بن جریر طبری امامی سند معتبر سے ابو بصیر سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے بروز بدھ تین جمادی الثانی ۱۱ھ کو وفات پائی اور ان کی وفات کا سبب یہ تھا کہ عمر بن خطاب کے غلام قنفذ نے اپنے آقا کے حکم سے بی بی کو تلوار کی نیام ماری تھا جس سے ان کے بیٹے محسن کا اسقاط ہوا۔ یہی ضربت سیدۃ کی شدید بیماری کا سبب بن گئی۔ حضرت سیدۃ نے اپنی بیماری کے ایام میں کسی بھی ظلم کرنے والے کو اپنی عیادت کی اجازت نہیں دی تھی۔

تمت بالخیر